وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

الأربعين

فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعة

چالیس احادیث

مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

الأربعين
فی احتیاج المرشد الکامل
لحصول الاخلاص فی الطاعۃ

چالیس احادیث
مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

نام کتاب:	الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعة چالیس احادیث: مرشد کامل - حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ
ترتیب و تحریر:	ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی
اہتمام	خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد
تعداد:	1100
اشاعت اول	اکتوبر 2022 بمطابق ربیع الاول 1444ھ
اشاعت دوم	ستمبر 2023 بمطابق ربیع الاول 1445ھ

اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت و بساط کے مطابق کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تصحیح، طباعت اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ مستقبل میں مزید احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے ہماری سعی قبول فرمائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

بلغ العُلیٰ بکمالِہ

کشفَ الدُجیٰ بِجمالِہ

حَسُنَتۡ جمیعُ خِصالِہ

صلُّوا علیہ وآلِہ

بفیضانِ نظر

مجدد العصر، دلیل السبل، خزینة الاسرار، وارث النبی المختار

وسیلة الطالبین، نقیب المحبوبین، محبوب السالکین، امام

المتقین و صفوة العابدین، جلیس الرحمٰن، امام خراسان

حضرت اخوندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک نور اللہ مرقدہ

بنظرِ کرم

غوث الزمان، محبوب امام خراسان، تاج الاولیاء، امام الاتقیاء

زینة الاصفیاء طبیب ارواحنا و قلوبنا، سیدی و سندی، مرشدی

و مولائی، وسیلتنا الی اللہ، شیخ المشائخ شیخ الطریقہ

حضرت میاں محمد السیفی الحنفی اطال اللہ حیاتہ

فہرست

تاثرات	I
استاذ الکل رئیس المناطقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی	I
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری مدظلہ	IV
جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد بدر الزمان قادری مدظلہ	VI
میزانِ حروف: علامہ ملک محبوب الرسول قادری مدظلہ	VIII
حرف آغاز	1
احادیث مبارکہ - نسبت اور صحبتِ صالح	9
مرشدِ حقیقی رسول اللہ ﷺ کی مبارک صحبت	9
مرشدِ اعظم رسول اللہ ﷺ کو محبت سے دیکھنے کا باعثِ ایمان ہونا	15
صالحین اور متقین کی صحبت	19
اللہ والوں کی صحبت - محبتِ الٰہی اور رحمت کے حصول کا ذریعہ	23
اہلِ ذکر (اللہ کی یاد والوں) کی سنگت و صحبت کے فوائد	27
صحبتِ صالحین و متقین کا باعثِ شفاعت ہونا	33
مرشدِ کامل — مقصدِ تخلیقِ انسانی (بندگی) کے حصول کا ذریعہ	37
رسول اللہ ﷺ (مرشدِ حقیقی) - نعمتِ عظمیٰ	44
مرشد کی ضرورت و احتیاج کی تلقین	50
صحبت و معیتِ انبیاء علیہم السلام	69
جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت مبارکہ کا اثر	71
جناب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی صحبت مبارکہ کا اثر	71
صحبت صالح کیوں ضروری ہے؟	72

رسول اللہ ﷺ کی معیت و سنگت اور توجہ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر اثرات 74

معیت مصطفیٰ ﷺ کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پسند ہونا 75

رسول اللہ ﷺ کی توجہات سے ترک معصیت اور اصلاح احوال 84

رسول اللہ ﷺ کے توجہ فرمانے کا انداز 88

صراط مستقیم پر ثابت قدمی اور شریعتِ مطاہرہ پر دوام 91

حضور ﷺ کی صحبت اور توجہ سے کاملیتِ ایمان کا ملنا 92

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرح صدر اور ہدایت ۔ صحبتِ رسول ﷺ کی توجہات کا فیضان 98

رسول اللہ ﷺ کی توجہ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر کیفیاتِ وجد و حال 104

اولیائے کاملین ۔ وارثینِ رسولِ اکرم ﷺ 108

لفظ مرشد اور ولی 108

صحبتِ مرشد اختیار کرنے کا حکم 114

صحابہ کرام اور تابعین کا حضور ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد نسبت اور صحبت اختیار کرنا 116

مرشدینِ کاملین کی نسبت اور صحبت 119

سلف صالحین، اکابرینِ امت کے نسبت اور صحبتِ مرشد کامل کے بارے میں فرامین 124

کامل مرشد کی بیعت واسطوں سے حضور ﷺ کی بیعت ہے 130

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنا 130

رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلیفہ بنا کر بغرضِ بیعت روانہ کرنا 133

اولیاء صالحین، مرشدینِ کاملین کی بیعت 136

صحبتِ صالح (مرشدِ کامل) کا معیار 142

مرشدِ کامل۔ شرِ نفس و شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ 150
شرِ شیطان سے حفاظت 150
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کا شیطان سے محفوظ ہونا 153
نفس کے شر سے حفاظت 158

مرشدِ کامل۔ حصولِ ہدایت کا ذریعہ 162
1: ہدایت فطری 166
2: ہدایت حسی 167
3: ہدایت عقلی 167
4: ہدایت قلبی 168

مرشدِ کامل۔ معدنِ تقویٰ 172
مرشدِ کامل۔ ذریعہ حصولِ احسان 179
نسبتِ مرشدِ کامل۔ توشۂ آخرت 186
مرشد کامل کے ساتھ لزومِ محبت 198
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اندازِ محبت 200
اولیائے صالحین کا مرشد کامل سے التزامِ محبت 205

مرشد کامل کے ساتھ لزومِ ادب 211
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اندازِ ادب 212
اولیائے صالحین کا صحبتِ مرشد کامل میں التزامِ ادب 219

مرشد کامل کے ساتھ دوامِ صحبت 225
دوامِ صحبتِ صالح کا قرآنی حکم 225

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دوامِ صحبتِ رسول ﷺ کا انداز 226

زیارتِ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا عبادت ہونا 230

اولیائے صالحین کو دیکھنے سے ذکرِ خدا کا ملنا 232

تصورِ مرشدِ کامل 232

مرشد کامل کی بارگاہ سے دوری دل کی سختی کا سبب 233

تابعین اور تبع تابعین کا التزامِ صحبت و محبت مرشدِ کامل 236

اولیائے صالحین کا طرزِ عمل 243

سالک کے لیے رابطہ شیخ ضروری ہے 245

کامل مرشد کے آداب 247

حرف آخر 268

اظہار تشکر 274

منظوم شجرۂ مبارکہ سلاسلِ اربع 275

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ محمدیہ 275

سلسلۂ عالیہ چشتیہ سیفیہ محمدیہ 276

سلسلۂ عالیہ قادریہ سیفیہ محمدیہ 277

سلسلۂ عالیہ سُہروردیہ سیفیہ محمدیہ 278

تاثرات

استاذالکل رئیس المناطقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی

صدر مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفرازالعلوم، ترنول، اسلام آباد

بانی و مہتمم دارالعلوم انوارِ رضا، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف علام نے بہت سی کتب اس انداز میں لکھیں کہ جن کے پڑھنے سے عوام وخواص نے فائدہ اٹھایااور اٹھارہے ہیں۔ جن میں ایک اہم کتاب بنام الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعۃ یعنی کہ "چالیس احادیث: مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کاذریعہ"، اس عنوان پر لکھی گئی ہے کہ راہ ہدایت پانے کیلئے مرشد کامل ہادی ورہنما، شیخ طریقت ہونالازمی ہے۔ جس پر آپ نے خیر وانشاء دونوں مقالین شامل کئے۔

انشاء کا مضمون اس آیت سے لیا گیا ہے

رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ۔ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اور خیر کا مضمون قرآن مجید میں یوں ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

حاصل ما مضٰی یہ کہ اے اللہ! ایسے ہادی ور ہنما دنیا میں بھیج جو تیری مخلوق کو تجھ تک رسائی، عبادت میں انہماک، حقوق اللہ اور حقوق العباد جیسے عنوانات پر خود بھی عمل کریں اور مخلوق کی بھی رہنمائی کریں تا کہ مخلوق راہ ہدایت پر چل کر اپنا مقصدِ زندگی مصداق اس آیت کے، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ترجمہ: اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں)، پورا کرنے کا صحیح حق ادا کر سکیں

اور جب انشاء اور خبر دونوں قسم کو جمع کیا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس قسم کے افراد خدا سے طلب کئے اور اللہ جلّ وعلا نے ان کے اس تقاضے کو پورا کیا۔

لامحالہ، نتیجہ بداہۃً کہ مخلوق کی راہنمائی کیلئے ایسے افراد چاہئیں جو راہنمائی کا کردار ادا کریں۔ انہی کو مرشد و راہنما، ہدایت دہندہ قرار دیا گیا۔ اور دوسری آیت سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان سے فائدہ اٹھانے والے مریدین، منتسبین، وابستگان قرار پائے۔

حتیٰ کہ احادیث میں جب نبی پاک ﷺ نے مولائے کائنات اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا کہ جا کر حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے کہو کہ میری امت کی بخشش کی دعا مانگیں۔

اب آدمی سوچے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، جنہیں بھیجا گیا تھا بشمول مولائے کائنات جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ، سمجھ یہ آتا ہے کہ غالباً اس ساری کاروائی کا حاصل یہ تھا کہ اگر اسلاف جا چکیں تو پھر اخلاف ان کی جگہ لیں گے، تاکہ یہ سلسلۂ نسبت اور ذریعۂ رشد و ہدایت قیامت تک چلتا رہے۔

بحمدہ تعالیٰ خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد اسلاف کے بزرگوں کی طرز پر انہی کی نسبتوں کی برکات سے، اس قسم کی تعلیمات بھی دیتا ہے اور عملاً کام کرنے والے اچھے خاصے عرفاء بیرون ممالک اس نوعیت کی تربیت بھی دے رہے ہیں۔

دعاجو و دعاگو

یکے از طالبانِ طریقت

(مفتی) محمد سلمان رضوی غفرلہ

دار العلوم انوار رضا راولپنڈی پاکستان

08 ربیع الاول شریف 1444ھ بمطابق 05 اکتوبر 2022ء

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتادربار لاہور

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ﷺ

دور حاضر میں جہاں تصوف کے میدان میں جہالت اور بے علمی کے گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ وہاں اہل علم اور اہل دانش کی بھی کمی نہیں جو ایک طرف اپنے معتقدین اور متوسلین کی تطہیر قلوب کے حوالے سے ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ وہ علمی سوغات کی خیرات بھی تقسیم فرما رہے ہیں۔ وہ بھی وقتی نہیں دائمی، ناپائیدار نہیں پائیدار صورت میں۔ حضرت پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم العالیہ کا اسم گرامی ایسی عظیم شخصیات میں شامل ہیں۔ آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو اپنے بیانات و تحریرات کا موضوع بنایا اور مختلف عنوانات سے "اربعین" (چالیس احادیث مبارکہ) جمع فرمانے کا سلسلہ شروع کیا جو تاحال جاری ہے۔

زیر نظر کتاب " الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعة "اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادت کا مغز اخلاص ہے۔ اور اخلاص کے حصول کے لئے مرشد کامل کا دامن تھامنا ضروری ہے۔ ایسا مرشد کامل جو علوم ظاہریہ سے متمتع بھی کرتا ہے وہاں قلبی جِلا اور عمل کی دولت کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے عرق ریزی سے اس موضوع پر اپنے آقا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ جمع کر کے نہایت زریں کارنامہ انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے بہرہ مند فرما کر قارئین کو دین مبین سے کامل وابستگی اور حضرت ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر جزیل عطا فرمائے۔

آمین۔

دعا گو

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء

دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

5 ربیع الاول شریف 1444ھ بمطابق 01 اکتوبر 2022

جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد بدر الزمان قادری مدظلہ

مہتمم جامعہ غوث العلوم سمن آباد لاہور
پرنسپل جامعہ ہجویریہ داتا دربار کمپلیکس لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ﷺ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (ترجمہ: تمام اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے۔) عمل کے ثواب کادارومدار نیت پر ہے۔

اور ارشاد فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ، گویا کہ اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک، پس اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ان حدیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام نے عبادات میں اخلاص پیدا کرنے اور ریاکاری سے بچنے کی تعلیم دی ہے تاکہ عبادات گزار شرک خفی سے بچ سکے اور اس کی عبادت قبول ہو۔

حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم العالیہ نے اس مضمون کو چار چاند لگانے اور مزین کرنے کے لیے چالیس احادیث مبارکہ جن کو جمع کرنے کی فضیلت احادیث میں بیان ہوئی ہے اس موضوع کے حوالے سے جمع فرمائیں اور امت مسلمہ کو ایک قلمی تحفہ عنایت فرمایا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب اس سے پہلے بھی مختلف موضوعات پر چالیس احادیث جمع کرکے اشاعت کے بعد علمی دنیا میں اپنا نام پیدا کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی جملہ اربعینات لوگوں کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کی راہنمائی اور اصلاح کے لیے بڑی مفید اور مؤثر ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس جدید کاوش کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے، اس کے سبب قارئین کا دین متین سے تعلق مربوط و مضبوط فرمائے۔ اور ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب سے وابستگی کی نعمت بھی عطا فرمائے۔

آمین

دعا گو و عاجز

محمد بدر الزمان قادری

شیخ الجامعہ: جامعہ ہجویریہ داتا دربار کمپلیکس

محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب

مہتمم جامعہ غوث العلوم سمن آباد لاہور

5 ربیع الاول شریف 1444ھ بمطابق 01 اکتوبر 2022ء

میزانِ حروف: علامہ ملک محبوب الرسول قادری مدظلہ

مدیر اعلیٰ انوار رضا جوہر آباد، مدیر سوئے حجاز لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ مخدوم و محترم حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کی توفیقات خیر میں لحہ بہ لحہ مزید برکتیں شامل حال فرمائے۔انہوں نے نہایت مبارک سلسلہ اربعین شروع کیا ہے اور ھنوز جاری ہے۔وہ کوئی ایک خاص موضوع متعین کرتے ہیں اور پھر اس پر چالیس احادیث مبارکہ جمع کر کے اس کا اردو زبان میں ترجمہ و تشریح کر کے کتاب مرتب کر دیتے ہیں۔ڈیڑھ درجن سے زیادہ ایسے مجموعے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں ۔اس وقت ''الاربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعۃ'' یعنی ''چالیس احادیث: مرشد کامل- حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ'' ہمارے سامنے ہے۔عرفانِ طریقت کی شاہراہ پر ضابطہ،اربعین (چالیس احادیث) کی صورت میں،ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی کی طرف سے اہم تحفہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ(المائدۃ:35)یعنی "اے لوگو!جو ایمان لائے ہو،اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو"۔

بندے کیلئے ضروری ہے کہ وہ تقرب الی اللہ کی غرض سے واسطہ اور وسیلہ تلاش کرے۔بزرگان امت نے مختلف تعبیرات کے ذریعے سے راہنمائی فرمائی ہے۔اعمال صالحہ اور صالحین یعنی نیک اعمال بھی وسیلہ بن سکتے ہیں اور انبیاء اور اولیاء یعنی محبوبانِ بارگاہِ الٰہی بھی وسیلہ بن سکتے ہیں اور عبادات اور مجاہدات بھی۔

گرامی قدر ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی زید شرفہ نے اس مقدمہ کیلئے صحبتِ کلام نبوی سے اکتسابِ فیض و برکت کرتے ہوئے قوم کی رہبری کا شرف فرمایا ہے۔انہوں نے نسبت وصحبتِ پاکانِ امت پر بہت اہم کلام کیا ہے۔اور کلمہ اول کے طور پر صراحتاً یہ بیان کر دیا ہے کہ مرشدِ اعظم واکرم اور مرشدِ حقیقی جنابِ رسالت پناہ حضور سیدنا و سید المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ و الثناء کی ذات گرامی ہے۔اور شیخ اتصال اس بارگاہِ عالی جناب کا وسیلہ ہے۔جو مجاہدات اور توجہات کے ذریعہ سے باطن سے باطل کو نکال باہر پھینکتا ہے۔گویا شیخ اتصال ہی علمائے بواطن کا نمائندہ ہے۔یہ یقیناً متبع شریعت وسنت ہوتا ہے۔حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا قول مذکور ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایسی کرامت پر نظر پڑے کہ ہوا میں اڑتا ہو،چار زانو بیٹھ جاتا ہو پھر بھی اس سے فریب نہ کھانا۔جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض و واجب،مکروہ وحرام اور محافظتِ حدود وآدابِ شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔(رسالہ قشیریہ:18)

اس کڑے معیار کو پیش نظر رکھ کر پھر اپنا ہاتھ اپنے شیخ کے ہاتھ میں دے کر بیعت سالکین کا بڑا مقصد کرامات کا صدور نہیں بلکہ شیخ کی راہبری میں اصلاحِ ظاہر اور احوال باطن مقصود ہے۔اور یہی سنت ہے۔حضور رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے دست رحمت پر صحابہ نے یہی بیعت کی حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی اور دشواری،ہر خوشی اور ناگواری میں حکم سنیں گے،اطاعت کرینگے اور صاحبِ ارشاد کے کسی حکم میں چوں چراں نہیں کریں گے۔"

مکرم ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی کا آسان، سادہ، عام فہم اور سلیس انداز تحریر اخلاص کی بھاری طاقت کے ساتھ قلوب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ صاف نیت اور تلاش حق کی جستجو رکھنے والا کوئی شخص اس کتاب کے مطالعہ کے بعد گمراہ نہیں رہے گا۔ کلام نبوی کے فیضان سے دل و دماغ کو معطر پائے گا اور ہدایت و عرفان کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے گا۔ اللہ رب العالمین محترم ڈاکٹر صاحب کو دارین میں اس کار خیر کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور ہمیں و تمام قارئین کو اس فیض و برکت سے ہرگز محروم نہ رکھے۔ آمین بحرمۃ حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

غبار راہ حجاز

ملک محبوب رسول قادری

مدیر اعلیٰ: سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد

مدیر: ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

چیئرمین: اسلامک میڈیا انٹرنیشنل

03219429027

4 ربیع الاول 1444ھ بمطابق 30 ستمبر 2022ء

حرف آغاز

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله الذی نور قلوبنا بنور الإیمان وزین نفوسنا بطاعته فی کل حین و آن و جعلنا فی امة حبیبه محمد خاتم النبیین المبعوث فی آخر الزمان وعلی اله وصحبه ذوی العلم و العرفان و شخنا بتقلید الإمام أبی حنیفة النعمان رحمه الله تعالی وعلی أحبابه و أتباعه ذوی الأفهام و أعطانا الشیخ الکامل المجدد فی هذا الزمان اخوندزاده سیف الرحمن رحمه الله وغوث الزمان شیخ المشائخ میاں محمد السیفی اطال الله حیاته وزاد فیوضاتهم إلی یوم الإحسان فبعد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

> اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ[1]
>
> ترجمہ: اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔ انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے ۔

یہ آیت کریمہ مسلمانوں کیلئے ان کی ایمان کے بعد ہدایت اور روشنی میں لانے کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسلوب بتاتی ہے۔ اللہ عز و جل نے اپنی پہچان اور اپنے ذکر کا نور ایمان والوں تک پہنچانے کیلئے نہ صرف احسان عظیم رسول اللہ ﷺ کی شکل میں فرمایا بلکہ ایمان والوں کیلئے اس عظیم احسان اور سب سے بڑی نعمت کے بارے میں جتلایا بھی، تاکہ اس کی قدر و منزلت ان کے دلوں میں پوری طرح عیاں ہو جائے۔

---

[1] البقرة 257:1

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ،

لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْہِمْ وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ ۚ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[1]

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ عزوجل، مالک و مختار، بھلا کرنے والے، پالنے والے نے ایمان والوں کیلئے اپنے محبوب ﷺ کی ذاتِ اقدس میں

اپنی رحمت، وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ[2]،

اپنا فضل و کرم، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِینَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا[3]،

اپنی ہدایت، هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِینِ الْحَقِّ[4]

اپنا نور، قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ[5]، عطا فرمایا ہے۔

حمداً کثیراً طیباً مبارکاً

---

[1] آل عمران3:164

[2] الانبیاء17:107

[3] الاحزاب21:47

[4] التوبة10:33

[5] المائدہ6:15

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ عَلَانِيَةٌ، وَالْإِيمَانُ فِي الْقَلْبِ۔ ثُمَّ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ۔ التَّقْوَى هَاهُنَا، التَّقْوَى هَاهُنَا[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے اسلام واشگاف ہے۔اور ایمان دل میں ہے پھر اپنے ہاتھ (مبارک) سے اپنے سینہ (انور) کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا تقوی یہاں ہے۔

فرمان رسول ﷺ کے مطابق اسلام اپنے اراکین کے قائم ہونے کی وجہ سے معاشرے میں اعلانیہ اور واشگاف نظر آتا ہے، اور یہ حقیقت میں ایمان کی وجہ سے ہے۔اور ایمان کی جگہ، ایمان کی بنیاد، ایمان کا خزینہ قلب مصطفٰی ﷺ ہے۔ تقوی، اللہ کا ڈر، خشیہ الہی، جو کہ حقیقتِ ایمان کے حصول کے لوازمات میں سے ہے، جو بندے کو بندگی میں ڈھالنے کا ایک ذریعہ ہے، وہ حضور ﷺ کے مبارک سینے کی دولت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حقیقت ایمان کے ساتھ حقیقی بندگی اور حیات قلبی نسبتِ رسول ﷺ سے ہی میسر آئی تھی۔ گویا کہ ہر نعمت کے حصول کا ذریعہ ذاتِ مبارک رسول ﷺ ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت بھی یہ بات منظوم انداز میں فرماتے ہیں۔

جس کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا
سب ہیں تیرے گدا یا رسول اللہ ﷺ

[1] فقد أخرج الإمام أحمد في المسند، الباب مسند انس بن مالك رضي الله عنه، رقم: 12381، وأبو يعلى (5/ 301) حديث: 2923، وابن أبي شيبة في المصنف: 30319، مصنف ابن ابي شيبه (عوامة) حديث: 30955، أخرج الإمام أحمد في المسند (قرطبه)، الباب مسند انس بن مالك رضي الله عنه حديث: 12404

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْۚ-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے ولی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اس آیت مبارکہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہاں اللہ عزوجل کا بلانا، رسول اللہ ﷺ کا بلانا ایک ہی بتایا گیا ہے۔

مزید یہ کہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر مین کنزالایمان میں بخاری شریف کی حدیث درج ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، فَقَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللهُ اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ[2]

ترجمہ: حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی حالت میں بلایا، میں نے کوئی جواب نہیں دیا (پھر بعد میں، میں نے حاضر ہو کر) عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے نہیں فرمایا ہے اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ[3] اے ایمان والو اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

---

[1] الانفال8:24

[2] اخرجه بخاری فی الصحیح، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الكِتَابِ، رقم 4474

[3] الأنفال9:24

اس حدیث مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بلانا تمہیں زندگی بخشے گا۔آپ ﷺ کی پر نور اور مبارک سنگت و صحبت حیات بخش ہوگی۔اب یہ بات سوچنے کی ہے کہ زندہ تو وہ پہلے سے ہے، تو پہلے سے ہی زندہ کو کون سی زندگی بخشنے کی بات کی گئی ہے ؟ فرمایا گیا کہ ، یہ دراصل وہ زندگی ہے، جو تمہارے من کی آنکھ کھول کر تمہارے دل کی حیات کے ساتھ تمہارے علم کو یقین میں بدلے گی۔وہ نور والی حیات جو اللہ کا شہود عطا کر کے اسے کامل بندہ بنادے گی،

جیساکہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں درج ہے۔

عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ: فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ شَعَرِ الرَّأْسِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ سَفَرٍ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، قَالَ: فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتِهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا الْإِسْلَامُ قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ، يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا الْإِيمَانُ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَرُسُلِهِ، وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ، يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا الْإِحْسَانُ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ-فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «ذَاكَ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال انتہائی سیاہ تھے۔ان پر سفر کے اثرات (گرد و غبار اور تھکن وغیرہ) نظر نہیں آرہے تھے اور انہیں ہم میں سے کوئی پہچانتا نہیں تھا۔وہ نبی ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گئے، اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور

[1] اخرجه ابن ماجه في السنن، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب في الايمان، رقم :63

اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے، پھر انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) ! اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔" انہوں نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہے اور (خود ہی) تصدیق بھی کرتے ہے (کہ آپ کا جواب صحیح ہے، پھر انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) ! ایمان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، قیامت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔" انہوں نے فرمایا: آپ (ﷺ) نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ ﷺ سے سوال بھی کرتے ہے اور آپ (ﷺ) کی تصدیق بھی کرتے ہے، پھر انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) ! احسان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔ فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے وہ آدمی کون تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے، تم لوگوں کو تمہارے دین کی اہم باتیں سکھانے آئے تھے۔

اس حدیث مبارکہ میں عجیب و غریب اسرار و رموز اور علوم و معارف پنہاں ہیں۔ اسلام اور ایمان کے بعد "درجہ احسان" یعنی ایمان کے احسن ترین ہونے کی نشانی ہی یہ بتائی گئی کہ کم از کم بندے کے دل کو یہ تو یقین ہو کہ اللہ اسے ہر دم دیکھ رہا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر لحہ غرضیکہ دل میں پنپنے والے خیالات بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ بندہ ہر دم اپنے مالک کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس قلبی کیفیت کا حصول بھی بغیر استاد، رہبر رہنما کے ممکن نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ یہ جبرئیل امین (علیہ السلام) تھے۔ جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے، اس بات کا غماز ہے کہ دین سیکھنے سکھانے کا نام ہے اور درجہ احسان کا

حصول دین کا حصہ ہے۔ جس طرح ایک نوری فرشتہ دین سکھانے کیلیئے بشر کی شکل میں آیا، اسی طرح قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللہِ نُوْرٌ [1] کی شان والے محبوب ﷺ کی نسبت، سنگت اور صحبت بھی قیامت تک دین سکھانے اور امت کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور خشیت الٰہی ڈال کر، حیات قلبی عطا کر کے انہیں بندگی میں ڈھالنے کا ذریعہ ہے۔

ختم نبوت کی شان والے، محبوبِ خدا ﷺ کے بعد اب اور نبی نہیں آئے گا۔ جیسا کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا فرمان ہے۔

۔۔لَا نَبِیَّ بَعْدِی [2]

ترجمہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اب یہ حیات آفرین نور آپ کے خلفاء کے ذریعے اللہ کی مخلوق میں بٹتا رہے گا، ان کی ذریعے منشاء الٰہی کے مطابق ہدایت تقسیم ہوتی رہے گی، فرمانِ رسول ﷺ ہے،

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ بَنِی إِسْرَائِيلَ كَانَتْ تَسُوسُهُمْ أَنْبِيَاؤُهُمْ كُلَّمَا ذَهَبَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَأَنَّهُ لَيْسَ كَائِنٌ بَعْدِی نَبِیٌّ فِيكُمْ قَالُوا فَمَا يَكُونُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ تَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوا قَالُوا فَكَيْفَ نَصْنَعُ قَالَ أَوْفُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَدُّوا الَّذِی عَلَيْكُمْ فَسَيَسْأَلُهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنِ الَّذِی عَلَيْهِمْ [3]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے (انتظامی معاشرتی دینی اور دنیاوی) امور کی دیکھ بھال ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔) لیکن) میرے بعد تمہارے اندر کوئی نبی آنے والا نہیں۔ صحابہ

---

[1] المائدة 5: 15

[2] سنن ابن ماجه، كِتَابُ السُّنَّةِ، بَابُ فَضْلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ؓ، رقم: 121

[3] سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، بَابُ الْوَفَاءِ بِالْبَيْعَةِ، رقم: 2871

> کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول پھر (ان معاملات کا) کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا خلفاء ہوں گے اور بہت زیادہ ہوں گے انھوں نے عرض کیا: پھر ہم کیا کریں؟ فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت پر قائم رہو پھر اسے بعد جو (بیعت کے لحاظ سے) پہلا ہو۔ تم پر جو فرائض ہیں ادا کرو ان کے فرائض کے بارے اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمائے گا۔

اللہ کے حبیب ﷺ کے انہی غلاموں، اصحاب کے بعد تابعین، تبع تابعین اور پھر اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی انہی مبارک نسبت کی وجہ سے صورت ایمان حقیقت ایمان میں ڈھلتی رہے گی۔

فقیر نے اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے فیضان سے اکتساب کرتے ہوئے "اربعین" کے سلسلے میں الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعۃ (چالیس احادیث: مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ) مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبوب ﷺ کے طفیل اسے توشہ آخرت بنائے۔

آمین بجاہ نبی الکریم

الفقیر

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی عفی عنہ

احادیث مبارکہ - نسبت اور صحبتِ صالح

مرشدِ حقیقی رسول اللہ ﷺ کی مبارک صحبت

1. عَنْ حَنْظَلَةَ الأُسَيِّدِيِّ رضی اللہ عنہ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ: قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُولُ! قَالَ: قُلْتُ: نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا. فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَمَا ذَاكَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ[1]

ترجمہ: حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ ﷺ کے کاتبینِ وحی میں سے تھے،) سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور فرمایا: اے حنظلہ! تم کیسے ہو؟ میں نے کہا: حنظلہ منافق ہو گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ! تم کیسی بات کر رہے ہو، میں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحت کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہم گویا کہ جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو

[1] صَحِيح مُسْلِم، كِتَابُ التَّوْبَةِ، باب فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ، رقم: 6966

بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! اس قسم کا معاملہ تو ہمیں بھی پیش آتا ہے، پھر میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! حنظلہ منافق ہو گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت (میں جانے) اور دوزخ (سے بچنے) کی نصیحت کرتے ہیں تو (ہمیں یوں لگتا ہے کہ) گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تم میرے پاس اور دورانِ ذکر جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمہاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمہارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

2. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ مَا لَنَا إِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوبُنَا وَزَهِدْنَا فِي الدُّنْيَا وَكُنَّا مِنْ أَهْلِ الْآخِرَةِ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ فَآنَسْنَا أَهَالِينَا وَشَمَمْنَا أَوْلَادَنَا أَنْكَرْنَا أَنْفُسَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ إِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِي كُنْتُمْ عَلَى حَالِكُمْ ذَلِكَ لَزَارَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَجَاءَ اللهُ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ كَيْ يُذْنِبُوا فَيَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَاءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ دَخَلَهَا يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ وَيَخْلُدُ لَا يَمُوتُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ

وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وجہ ہے کہ جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دلوں پر رقت طاری رہتی ہے اور ہم دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اور آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں، لیکن جب ہم آپ سے جدا ہو کر اپنے اہل و عیال میں چلے جاتے ہیں اور ان میں گھل مل جاتے ہیں تو ہم اپنے دلوں کو بدلا ہوا پاتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسی حالت و کیفیت میں رہو جس حالت و کیفیت میں میرے پاس سے نکلتے ہو تو تم سے فرشتے تمہارے گھروں میں ملاقات کریں، اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ آپ نے فرمایا: پانی سے، ہم نے عرض کیا: جنت کس چیز سے بنی ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک سونے کی اور اس کا گارا مشک اذفر کا ہے اور اس کے کنکر موتی اور یاقوت کے ہیں، اور زعفران اس کی مٹی ہے، جو اس میں داخل ہو گا وہ عیش و آرام کرے گا، کبھی تکلیف نہیں پائے گا اور اس میں ہمیشہ رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی، ان کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی فنا نہیں ہو گی، پھر آپ نے فرمایا: تین لوگوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں: پہلا امام عادل ہے، دوسرا صائم جب وہ افطار کرے، اور تیسرا مظلوم جب کہ وہ بددعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ (اس کی بددعا کو) بادلوں کے اوپر اٹھالیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قسم ہے میری عزت کی میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد سہی۔

[1] جامع الترمذی، کتاب صفة الجنة عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيمِهَا، رقم: 2526

3. عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي [1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان کو جہنم کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے صحابی) کو دیکھا۔

4. عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها، قَالَتْ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي، وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَأَكُونُ فِي الْبَيْتِ، فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى آتِيَكَ، فَأَنْظُرُ إِلَيْكَ، وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَإِنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيتُ أَنْ لَا أَرَاكَ فَلَمْ يرد عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى نَزَلَ جِبْرِيلُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری جان اور میرے اہل و عیال اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ

---

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم، باب ما جاء فی فضل من رأى النبی صلی الله علیه و آله وسلم وصحبه، رقم:3858

[2] المعجم الأوسط للطبرانی، باب الألف، من اسمه أحمد، رقم:477

کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت مبارکہ کو لے کر اترے:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا[1]

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

5. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا يُجْلِسُكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ قَالَ آللهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَقَلَّ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا يُجْلِسُكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهُ لِمَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِهِ فَقَالَ آللهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوا آللهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ لِتُهْمَةٍ لَكُمْ إِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللهَ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ[2]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد گئے (وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں سے) پوچھا: تم لوگ کس لیے بیٹھے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا! قسم اللہ کی! تم کو اسی چیز نے یہاں بٹھا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: قسم اللہ کی، ہم اسی مقصد سے یہاں بیٹھے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

---

[1] النساء4:69

[2] جامع الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي الْقَوْمِ يَجْلِسُونَ فَيَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مَا لَهُمْ مِنَ الْفَضْلِ، رقم: 3379

کہا: میں نے تم لوگوں پر کسی تہمت کی بناپر قسم نہیں دی ہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس میرے جیسا مقام ومنزلت رکھنے والا کوئی شخص مجھ سے کم (ادب واحتیاط کے سبب) آپ سے حدیثیں بیان کرنے والا نہیں ہے۔ (پھر بھی میں تمہیں یہ حدیث سنارہاہوں) رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس گئے وہ سب دائرہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، ان سے کہا: کس لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کاذکر کرتے ہیں، اللہ نے ہمیں اسلام کی طرف جو ہدایت دی ہے، اور مسلمان بنا کر ہم پر جو احسان فرمایاہے ہم اس پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور اس کی حمد بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیاواقعی؟! قسم ہے تمہیں اسی چیز نے یہاں بٹھار کھاہے؟ انہوں نے کہا: قسم اللہ کی، ہمیں اسی مقصد نے یہاں بٹھایاہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں پر کسی تہمت کی بناپر قسم نہیں دی (بلکہ) جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے بتایااور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر فرشتوں کے سامنے فخر کر رہاہے۔

6. قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثٌ: اَلنَّظَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ وَإِنْفَاقُ مَالِيْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ وَأَنْ تَكُوْنَ ابْنَتِيْ تَحْتَ رَسُوْلِ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیامیں تین ہی چیزیں مجھے محبوب ہیں: آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کرنااور میری بیٹی کا آپ ﷺ کے عقد میں آنا۔

[1] منبہات لابن الحجر العسقلانی

مرشدِ اعظم رسول اللہ ﷺ کو محبت سے دیکھنے کا باعثِ ایمان ہونا

7. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ. قَالَ لَا، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے (سرداروں میں سے) ثمامہ بن اثال نامی ایک شخص کو پکڑ کر لائے اور مسجد نبوی شریف کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور پوچھا: ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ (میں تیرے ساتھ کیا کروں گا) انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! میرے پاس خیر ہے (اس

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ، رقم: 4372

کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے (یعنی اس نے جنگ میں مسلمانوں کو مارا) اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو (احسان کرنے والے کا) شکر ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کر سکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ (اسکو اسی حالت میں چھوڑ کر) وہاں سے تشریف لے گئے، دوسرے دن آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ثمامہ، اب تو کیا سمجھتا ہے؟ اس نے کہا، وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں، کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو شکر ادا کرتا ہے۔ آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے، تیسرے دن پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: اب تو کیا سمجھتا ہے، ثمامہ؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ ﷺ سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی شریف سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی شریف میں واپس حاضر ہوئے اور پڑھا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے اقدس سے زیادہ میرے لئے برا نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے اقدس سے زیادہ کوئی چہرہ میرے لئے محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے، اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ برا مجھے نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا ہوں اور بخدا! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔

8. عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَرَأَا فَحَسَّنَ النَّبِيُّ ﷺ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنِ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلَى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ [1]

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لیے غیر مانوس تھی۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ایک اور طرح سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس شخص نے اس طرح قرآن مجید پڑھا جو میرے لیے غیر مانوس تھا اور دوسرا شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا جس سے میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے (اندر کے) اس حال کو دیکھا تو میرے سینہ پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا

[1] صَحِيْحُ مُسْلِمٍ، كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِيْنَ، باب بَيَانِ أَنَّ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَبَيَانِ مَعْنَاهُ، رقم: 820

ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابی! پہلے مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے تیسری بار سات حروف (لغات) پر پڑھنے کا حکم ہوا، اور فرمایا تم نے جتنی بار امت پر آسانی کے لیے دعا کی ہے اتنی بار کے عوض تم ہم سے ایک دعا مانگ لو! میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما! اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری بار کی دعا میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتّٰی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف متوجہ ہونگے۔

9. عَن رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبِ الْأَسْلَمِيِّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي: سَلْ فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ[1]

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن کعب (بن مالک) اسلمی رضی اللہ عنہ نے سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ: میں (خدمت کے لیے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (صفہؐ میں آپ کے قریب) رات گزارا کرتا تھا، (جب آپ تہجد کے لیے اٹھتے) تو میں وضو کا پانی اور دوسری ضروریات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ (ایک مرتبہ) آپ نے مجھے فرمایا: مانگو۔ تو میں نے عرض کی: میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں بھی آپ کی رفاقت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: اس کے سوا کچھ اور؟ میں نے عرض کی: بس یہی۔ تو آپ نے فرمایا: تم اپنے معاملے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ، رقم: 489

صالحین اور متقین کی صحبت

10. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِذِكْرِ اللهِ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللهُ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک کچھ لوگ یادِ الٰہی کی چابیاں ہیں کہ انہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجاتا ہے۔

11. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَيُّ جُلَسَائِنَا خَيْرٌ قَالَ مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللهَ رُؤْيَتُهُ وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے بہترین ہم نشین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہم نشین جس کا دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

12. عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ ثُمَّ قَرَأَ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ[3]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، پھر آپ نے آیت {إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ} تلاوت فرمائی۔

[1] المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، من اسمه عبد الله، عبد الله بن مسعود الهذلی، باب، رقم: 10476

[2] مسند أبی یعلی، مسند ابن عباس رضی الله عنهما، رقم: 2437

[3] جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله ﷺ، باب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحِجْرِ، رقم: 3127

13. عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً[1]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال عطار (مشک بیچنے والے) اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پالو گے۔ یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پا سکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پالو گے۔

14. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضى الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ[2]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مومن کے سوا کسی کی صحبت اختیار نہ کرو، اور تمہارا کھانا صرف متقی ہی کھائے۔

15. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ[3]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان اپنے محبوب ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ تو تمہیں چاہیئے کہ غور کرو کس سے دوستی کر رہے ہو۔

---

[1] صحيح البخارى، كتاب البيوع، باب فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ، رقم: 2101

[2] جامع الترمذى، كتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ، رقم: 2395

[3] سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب مَنْ يُؤْمَرُ أَنْ يُجَالَسَ، رقم: 4833

16. عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنھما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جس قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہوا۔

17. عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ، قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِم قَالَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ[2].

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا ایک شخص ایک جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن اس سے مل نہیں سکا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

18. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللہَ وَرَسُولَهُ ﷺ فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ[3]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے تیاری کیا کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت

---

[1] سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لُبْسِ الشُّهْرَةِ، رقم: 4031

[2] صحيح البخاري، كتاب الأدب، بَابُ عَلَامَةِ حُبِّ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ، رقم: 6170

[3] صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مَنَاقِبُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ، رقم: 3688

رکھتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں کبھی اتنی خوشی کسی بات سے بھی نہیں ہوئی جتنی آپ کی یہ حدیث سن کر ہوئی کہ: تمہارا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ سے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی اس محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا، اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔

19. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْنَ نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِيهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ[1]

ترجمہ: محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس وقت آپ کے پاس قریش کی چند عورتیں (امہات المؤمنین میں سے) بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اور آپ کی آواز پر اپنی آواز اونچی کرتے ہوئے آپ سے نان و نفقہ میں زیادتی کا

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مَنَاقِبُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، رقم:3683

مطالبہ کر رہی تھیں، جوں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو وہ تمام کھڑی ہو کر پردے کے پیچھے جلدی سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اجازت دی اور وہ داخل ہوئے تو آنحضرت ﷺ مسکرا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالی آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آپ نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر ہنسی آرہی ہے جو ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، لیکن تمہاری آواز سنتے ہی سب پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ڈرنا تو انہیں آپ سے چاہیے تھا۔ پھر انہوں نے (عورتوں سے) کہا اے اپنی جانوں کی دشمنو تم مجھ سے تو ڈرتی ہو اور حضور اکرم ﷺ سے نہیں ڈرتیں، عورتوں نے کہا کہ ہاں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں آپ کہیں زیادہ سخت ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو اسے چھوڑ کر وہ کسی دوسرے راستے پر چل پڑتا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت۔محبتِ الٰہی اور رحمت کے حصول کا ذریعہ

20. عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ[1]

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو (فرماتے ہوئے) سنا کہ کیا میں تمہیں تمہارے بہترین افراد کی نشان دہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: تمہارے (میں سے) بہترین افراد وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، بَابُ مَنْ لَا يُؤْبَهُ لَهُ، رقم: 4119

21. عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ عَنْ لِسَانِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ: حَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَصَادِقِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَوَاصِلِيْنَ[1]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے (حدیث قدسی کو) سنا: میری خاطر محبت کرنے والوں کے لئے میری محبت برحق ہے، میری خاطر صلہ رحمی کرنے والوں کے لئے بھی میری محبت برحق ہے، میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے بھی میری محبت برحق ہے اور میری خاطر ایک دوسرے کو ملنے والوں کے لئے بھی میری محبت برحق ہے۔

22. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میرے جلال کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا، آج کے دن جب میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

23. عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ[3]

---

[1] مسند أحمد، مسند الأنصار رضی الله عنهم، حديث معاذ بن جبل رضی الله تعالى عنه، رقم: 22032

[2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فِي فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ، رقم: 2566

[3] جامع الترمذی، كتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي الْحُبِّ فِي اللهِ، رقم: 2390

ترجمہ: حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میری عظمت و بزرگی کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن نور (روشنی) کے ایسے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

24. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہو گا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اسی پر وہ اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے (برائی کے لیے) بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں (آنسوؤں سے) بہنے لگ جائیں۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ، رقم:1423

25. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ نَظَرَ إِلَى أَخِيهِ نَظَرَ مَوَدَّةٍ لَمْ يَكُنْ فِي قَلْبِهِ عَلَيْهِ إِحْنَةٌ، لَمْ يَطْرِفْ حَتَّى يُغْفَرَ لَهُ مَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی طرف نظر محبت سے دیکھے اس حال میں کہ اس کے دل میں اس کی عداوت نہ ہو تو نگاہ لوٹنے سے پہلے دونوں کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

26. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللهَ فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سَوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ قَالَ قَتَادَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَتَاهُ الْمَوْتُ نَأَى بِصَدْرِهِ[2]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا اس نے ننانوے قتل کیے، پھر اس نے زمین پر بسنے والوں میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کون ہے۔) اسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور پوچھا کہ اس

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم، من بقیة من اول اسمه میم من اسمه موسی، رقم: 8251

[2] صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، رقم: 2766

نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کے لیے توبہ (کی کوئی سبیل) ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور اس (کے قتل) سے سو قتل پورے کر لیے۔ اس نے پھر اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا۔ اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ تو اس نے (جا کر) کہا: اس نے سو قتل کیے ہیں، کیا اس کے لیے توبہ (کا امکان) ہے؟ اس (عالم) نے کہا: ہاں، اس کے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ تم فلاں فلاں سرزمین پر چلے جاؤ، وہاں (ایسے) لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اپنی سرزمین پر واپس نہ آو، یہ بُری (باتوں سے بھری ہوئی) سرزمین ہے۔ وہ چل پڑا، یہاں تک کہ جب آدھا راستہ طے کر لیا تو اسے موت نے آلیا۔ اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتا ہوا اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کر کے آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کبھی نیکی کا کوئی کام نہیں کیا۔ تو ایک فرشتہ آدمی کے صورت میں ان کے پاس آیا، انہوں نے اسے اپنے درمیان (ثالث) مقرر کر لیا۔ اس نے کہا: دونوں زمینوں کے درمیان فاصلہ ماپ لو، وہ دونوں میں سے جس زمین کے زیادہ قریب ہو تو وہ اسی (زمین کے لوگوں) میں سے ہو گا۔ انہوں نے مسافت کو ماپا تو اسے اس زمین کے قریب تر پایا جس کی طرف وہ جا رہا تھا، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

اہلِ ذکر (اللہ کی یاد والوں) کی سنگت وصحبت کے فوائد

27. عَنِ ابْنِ عَمْرٍ رضی اللہ عنہما وَقَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا غَنِيْمَةُ مَجَالِسِ الذِّكْرِ قَالَ غَنِيْمَةُ مَجَالِسِ الذِّكْرِ الْجَنَّةُ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجالس ذکر کی غنیمت (یعنی نفع) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجالس ذکر کی غنیمت جنت ہے۔

[1] مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالى عنهما، رقم: 6651

28. عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَوْلِيَاءِ اللهِ، فَقَالَ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ[1]

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجائے (وہ اولیاء اللہ ہیں)۔

29. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً[2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ نماز فجر سے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کریں مجھے ان کے ساتھ بیٹھے رہنا زیادہ پسند ہے اس سے کہ اولاد اسماعیل سے چار غلام آزاد کروں۔ اور میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں جو نماز عصر سے سورج غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کریں زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ چار غلام آزاد کروں۔

30. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ضَمْرَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرَ اللهِ وَمَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا[3]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ضمرہ السلولی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے: دنیا ملعون ہے۔ اسمیں جو کچھ ہے، سب ملعون ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے اور سوائے عالم اور طالب علم کے۔

[1] تفسیر طبری، جامع البیان ط هجر، ج12، ص: 210

[2] سنن أبي داود، كتاب العلم، باب في القصص، رقم: 3667

[3] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، بَابُ مَثَلِ الدُّنْيَا، رقم: 4112

31. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا يَذْكُرُونَ اللهَ لَا يُرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ إِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قُومُوا مَغْفُورًا لَكُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّئَاتُكُمْ حَسَنَاتٍ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کچھ لوگ محض اللہ تعالی کی رضاجوئی کی خاطر اجتماعی طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے: کھڑے ہو جاؤ! تمہیں بخش دیا گیا ہے، تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔

32. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ قَالَ: فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ: فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ، وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ، مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالُوا: يَقُولُونَ: يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ قَالَ: فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي قَالَ: فَيَقُولُونَ: لَا وَاللهِ مَا رَأَوْكَ قَالَ: فَيَقُولُ: وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَتَحْمِيدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا قَالَ: يَقُولُ: فَمَا يَسْأَلُونِي قَالَ: يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ: يَقُولُونَ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً، قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ: يَقُولُونَ: مِنَ النَّارِ قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ: يَقُولُونَ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ: فَيَقُولُ: فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ: يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ. قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ [2]

[1] مسند أبي يعلى، مسند أنس بن مالك، يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك، رقم: 4141

[2] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل ذكر الله عز وجل، رقم: 6408

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اللہ کی یاد کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پھر جہاں وہ کچھ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ ہمارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پھر وہ پہلے آسمان تک اپنے پروں سے ان پر امنڈتے رہتے ہیں۔ پھر ختم پر اپنے رب کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے.... حالانکہ وہ اپنے بندوں کے متعلق خوب جانتا ہے.... کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح پڑھتے تھے، تیری کبریائی بیان کرتے تھے، تیری حمد کرتے تھے اور تیری بڑائی کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ کہا کہ وہ جواب دیتے ہیں نہیں، واللہ! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، پھر ان کا اس وقت کیا حال ہوتا جب وہ مجھے دیکھے ہوئے ہوتے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ تیرا دیدار کر لیتے تو تیری عبادت اور بھی بہت زیادہ کرتے، تیری بڑائی سب سے زیادہ بیان کرتے، تیری تسبیح سب سے زیادہ کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے، پھر وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں۔ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے ان کا اس وقت کیا عالم ہوتا اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو وہ اس سے اور بھی زیادہ خواہشمند ہوتے، سب سے بڑھ کر اس کے طلب گار ہوتے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے جہنم دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں نہیں، واللہ، انہوں نے جہنم کو دیکھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، پھر اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو اس سے بچنے میں وہ سب سے آگے ہوتے اور سب سے زیادہ اس سے خوف کھاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا

ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ان ذاکرین میں سے نہیں تھا، بلکہ وہ کسی ضرورت سے آگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ (ذاکرین) وہ لوگ ہیں جن کی مجلس میں بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔

33. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو شخص اس راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگوں کا کوئی گروہ اکٹھا نہیں ہوتا، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا درس و تدریس کرتے ہیں مگر ان پر سکینت (اطمینان و سکون قلب) کا نزول ہوتا ہے اور (اللہ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں جو اس کے پاس ہوتے ہیں ان کا

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الذِّكْرِ، رقم: 2699

ذکر کرتا ہے اور جس کے عمل نے اسے (خیر کے حصول میں) پیچھے رکھا، اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔

34. عَنْ الْأَغَرِّ أَبِی مُسْلِمٍ أَنَّهُ شَهِدَ عَلَی أَبِی هُرَيْرَةَ وَأَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنهما أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ إِلَّا حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ[1]

ترجمہ: حضرت اغر ابو مسلم سے روایت ہے آپ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، یہ دونوں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو قوم اللہ کو یاد کرتی ہے (ذکر الٰہی میں رہتی ہے) اسے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی اسے ڈھانپ لیتی ہے، اس پر سکینت (طمانیت) نازل ہوتی ہے اور اللہ اس کا ذکر اپنے ہاں فرشتوں میں کرتا ہے۔

35. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا قَالُوا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ[2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو تم چر لیا کرو لوگوں نے پوچھا ریاض الجنۃ کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کے حلقے اور ذکر کی مجالس۔

[1] جامع الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِی الْقَوْمِ يَجْلِسُونَ فَيَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مَا لَهُمْ مِنَ الْفَضْلِ، رقم: 3378

[2] جامع الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب إن للہ تسعة و تسعين اسما، رقم: 3510

36. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ [1]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور عصر اور فجر کی نمازوں میں دو وقت کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ فرشتے اوپر جاتے ہیں جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ بندوں کے احوال کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

صحبتِ صالحین و متقین کا باعثِ شفاعت ہونا

37. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ [2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب كَلَامِ الرَّبِّ مَعَ جِبْرِيلَ وَنِدَاءِ اللهِ الْمَلَائِكَةَ، رقم: 7429

[2] صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ، رقم: 3209

محبت رکھنے لگتے ہیں، پھر جبرئیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکارتے ہیں (آواز دیتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔ اس لیے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد روئے زمین والے بھی اس کو مقبول سمجھتے ہیں۔

38. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مُجَادَلَةُ أَحَدِكُمْ فِي الْحَقِّ يَكُونُ لَهُ فِي الدُّنْيَا بِأَشَدَّ مُجَادَلَةً مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِرَبِّهِمْ فِي إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ أُدْخِلُوا النَّارَ قَالَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِخْوَانُنَا كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا وَيَصُومُونَ مَعَنَا وَيَحُجُّونَ مَعَنَا فَأَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ قَالَ فَيَقُولُ اذْهَبُوا فَأَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ قَالَ فَيَأْتُونَهُمْ فَيَعْرِفُونَهُمْ بِصُوَرِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ النَّارُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلَى كَعْبَيْهِ فَيُخْرِجُونَهُمْ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا قَدْ أَخْرَجْنَا مَنْ أَمَرْتَنَا قَالَ وَيَقُولُ أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ دِينَارٍ مِنَ الْإِيمَانِ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ نِصْفِ دِينَارٍ حَتَّى يَقُولَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْ فَلْيَقْرَأْ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ إِلَى عَظِيمًا[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا میں اپنے حق کی خاطر اتنا نہیں جھگڑتے جتنا جھگڑا مومن اپنے رب تعالیٰ سے اپنے ان مسلمان بھائیوں کے بارے میں کریں گے جو آگ میں داخل کیے جائیں گے۔ وہ مومن کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ مسلمان بھائی ہیں جو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اور حج کرتے تھے۔ تو نے ان کو آگ میں ڈال دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنھیں تم پہچانتے ہو، ان کو نکال لاؤ۔ وہ جائیں گے اور ان کو ان کی صورتوں سے پہچانیں گے۔ ان میں سے کسی کو نصف پنڈلیوں تک آگ لگی ہو گی اور کسی کو ٹخنوں تک۔ وہ ان کو نکال لائیں گے اور کہیں گے: اے ہمارے رب! جن کے بارے میں تو نے

[1] سنن النسائی، کتاب الإیمان وشرائعه، باب زِیَادَةُ الْإِیمَانِ، رقم: 5013

فرمایا تھا، وہ تو ہم نے نکال لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ان کو بھی نکالو جن کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہے۔ پھر فرمائے گا: (ان کو بھی نکالو) جن کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان ہے حتیٰ کہ فرمائے گا: (ان کو بھی نکالو) جن کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔،، حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا: جو شخص اس حدیث کی تصدیق میں متذبذب ہو، وہ یہ آیت پڑھ لے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا[1]

ترجمہ: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اسکے علاوہ جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

39. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُوفًا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمُرُّ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عَلَى الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ فَسَقَيْتُكَ شَرْبَةً قَالَ فَيَشْفَعُ لَهُ وَيَمُرُّ الرَّجُلُ فَيَقُولُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ نَاوَلْتُكَ طَهُورًا فَيَشْفَعُ لَهُ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَيَقُولُ يَا فُلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ بَعَثْتَنِي فِي حَاجَةِ كَذَا وَكَذَا فَذَهَبْتُ لَكَ فَيَشْفَعُ لَهُ[2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن "لوگ" اور ابن نمیر (اسی حدیث پاک کے دوسرے راوی) نے کہا ہے کہ "جنت والے" صفیں بنائے ہوئے ہوں گے۔ ایک جہنمی ایک (جنتی) آدمی کے پاس سے گزرے گا اور اس سے کہے گا: اے فلاں صاحب! کیا آپ کو یاد نہیں جس دن آپ نے پانی مانگا تھا تو میں نے آپ کو ایک گھونٹ

---

[1] النساء4: 48

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب فَضْلِ صَدَقَةِ الْمَاءِ، رقم: 3685

پانی پلایا تھا؟ چنانچہ وہ (جنتی اس دنیا میں کیا ہوا احسان یاد کر کے) اس کے حق میں شفاعت کر دے گا، اور دوسرا آدمی گزرے گا تو وہ کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں جس دن میں نے آپ کو وضو کے لئے پانی دیا تھا؟ چنانچہ وہ (جنتی) اس کے حق میں شفاعت کر دے گا۔ ابن نمیر (اپنی روایت میں) نے کہا کہ: وہ کہے گا: اے فلاں صاحب! کیا آپ کو یاد نہیں جس دن آپ نے مجھے فلاں فلاں کام کے لئے بھیجا تھا تو میں آپ کے لئے گیا تھا؟ چنانچہ وہ (جنتی) اس کے حق میں شفاعت کر دے گا۔

40. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: لَيَدْخُلَنَّ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا، أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ، لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ، وُجُوهُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ [1]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ لوگ (راوی کو تعداد میں شک ہے) جنت میں ایک ہی وقت میں داخل ہوں گی اور ان سب کے چہرے ایسے چمکیں گے جیسے چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔

41. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةٌ وَاحِدَةٌ، مِنْهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ [2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے ستر ہزار افراد کی ایک جماعت جنت میں داخل ہو گی ان میں سے بعض کی صورتیں چاند کی طرح ہوں گی۔

[1] صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ، رقم: 3247

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ، رقم: 217

مرشدِ کامل۔ مقصدِ تخلیقِ انسانی (بندگی) کے حصول کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے یعنی جتنی بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی ان میں سے سب سے زیادہ عزت و تکریم انسان کو عطا فرمائی سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد رب العزت ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[1]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی۔

اس آیت کریمہ میں بنی آدم یعنی انسان کو تکریم و فضیلت والا فرمایا ہے اور دوسری جگہ سورۃ التین میں ارشاد فرمایا

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ[2]

ترجمہ: بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔

اس آیت میں تخلیق انسانی کو سب سے حسین بنانے کا ذکر فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم کی دولت بھی عطا فرمائی۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے کہ

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[3]

ترجمہ: اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

---

[1] بنی اسرائیل 15:70

[2] التین 30:4

[3] العلق 30:5

اور دوسرے مقام پر فرمایا

> خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ[1]
>
> ترجمہ: انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔

تمام کائنات کو انسان کیلئے بنایا زمین و آسمان میں، دن و رات اور ان گنت نعمتیں صرف حضرت انسان کیلئے بنائیں چنانچہ ارشاد رب العزت ہے

> وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا[2]
>
> ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو نہیں شمار نہیں کر سکو گے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنی عزتوں، فضیلتوں والا انسان اور اس کیلئے اتنی وسیع و عریض کائنات بنائی گئی تو اس کی تخلیق کا کوئی مقصد بھی تو ہو گا۔ کیونکہ عربی مقولہ ہے کہ فِعۡلُ الۡحَکِیۡمِ لَا یَخۡلُوۡا عَنِ الۡحِکۡمَۃِ (حکمت والے کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔

تو اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ "حَکِیۡم" ہے۔ تو اس نے انسان کو اتنی فضیلتوں اور عزتوں کا حامل بنایا ہے تو انسان کے پیدا کرنے کا مقصد اور اتنی فضیلت اور شرف کی ذمہ داری بھی تو بتائی ہو گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق بیان فرما کر وجہ شرف بیان فرمادی۔

> وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ[3]
>
> اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

[1] الرحمٰن 4:27

[2] النخل 18:14

[3] الذاریات 56:26

معلوم ہوا کہ یہ بزم کونین سجانے کا مقصد یہ کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے، جو باقی مخلوقات میں سے سب سے زیادہ تکریم و فضیلت کا حامل ہے وہ اپنے مالک کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر زندگی گزارے تاکہ اس کا شرف، عزت، تکریم قائم رہے اور اس میں اضافہ ہو۔

تو ثابت ہوا کہ بندگی خداوہ راز ہے، وہ کنجی ہے، جو انسان کے شرف و عزت کے ساتھ جینے کا ذریعہ ہے۔

چنانچہ بندگی خدا ہی اس جہاں اور حشر میں شرف اور کامیابی کا راز ہے۔ یعنی انسان کا مقصد تخلیق ہے۔ اب اگر انسان بندگی میں ہے تو شرف والا ہے، عزت و تکریم والا ہے، ورنہ اس کا شرف و تکریم ضائع ہے۔ کیونکہ بندگی والوں کو اللہ تعالیٰ نے مزید عزتوں سے نوازا ہے۔ اور اپنے پاک کلام میں اپنی بندگی کرنے والے بندوں کی تکریم اور شرف کو جابجا بیان فرمایا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[1] کہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ[2] کہیں اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ[3] اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا[4] کہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ[5] کہیں فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ[6] کہیں السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ[7] وغیرہ وغیرہ۔

اور جو اتنے شرف کے باوجود اس بندگی کے راستے سے بھٹک گئے اور اپنے مقصد زیست کو بھول گئے تو ان کو انسان ہونے کے باوجود چوپائیوں سے بھی بدتر کہہ کر انکی ذلت اور مذمت کو بیان فرمایا۔ چنانچہ سورۃ فرقان میں کفار کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] التوبۃ10:119

[2] الحجرات15:26

[3] یوسف12:24

[4] الانفال9:4

[5] البقرۃ2:82

[6] الواقعہ27:9

[7] الواقعہ27:10

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا [1]

ترجمہ: یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سُنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ اُن سے بھی بدتر گمراہ۔

اسی طرح رازِ بندگی سے روگردانی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ [2]

ترجمہ: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

معلوم ہوا کہ انسان میں کمال و شرف ذاتی نہیں بلکہ بندگیٔ خدا کی وجہ سے ہے۔ اگر انسان بندگیٔ خدا میں ہے تو اشرف ہے اگر بندگیٔ خدا میں نہیں تو شرف سے خالی ہے۔

اس شرف کو قائم رکھنے کیلئے یعنی انسان کو اپنی بندگی میں ڈھالنے اور رکھنے کیلئے، بندگی کا ہنر سکھانے کیلئے اپنی بندگی والے بندے بھیجے جن کے پاس بیٹھ کر، جن کے پیچھے چل کر انسان بندگی سیکھ سکے اور بندگی بجا لانے کے قابل ہو سکے۔ ان برگزیدہ اور چنی ہوئی ہستیوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو اپنی بندگی سکھانے کیلئے استاذ، رہبر، راہنما اور مرشد دیئے۔ تاکہ انکے پاس بیٹھ کر اس سے نور حاصل کر کے بندے خود بھی بندگی کے زیور سے آراستہ اور مزین ہو جائیں۔

---

[1] الفرقان18: 44

[2] الاعراف8: 179

ارشادِ رب العزت ہے کہ

> وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ[1]
>
> اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا

> يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ[2]
>
> ترجمہ: ملائکہ کو وحی کے ساتھ جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو۔

اور سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا

> وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ[3]
>
> ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔

ان آیات مقدسہ کے مضامین سے یہ بات پختہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسان کی ہدایت کیلئے اپنے مخصوص بندے مبعوث فرمائے جو لوگوں کو بندگیٔ خدا سکھانے کا ذریعہ تھے۔

اور بندگیٔ خدا سکھانے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف احکامات خدا سنا دیے جائیں بلکہ احکامات کی تبلیغ و تعلیم کے ساتھ ان احکامات کو بندوں کے دلوں کا حصہ بنانا، ان احکامات کو ماننے میں طبعیت کی رکاوٹوں کا دور کرنا، اصل بندگی کا حصول ہے۔

[1] الانبیاء25:17

[2] النحل2:12

[3] النساء4:64

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[1]

ترجمہ: جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

اس آیت کریمہ میں بندگی سکھانے کے اسلوب میں تزکیہ اور طہارت بھی شامل ہے۔ جس کو کتاب و حکمت سے مقدم رکھا گیا ہے۔ بندگی سکھانے والی ذات وحدہ لاشریک نے اپنے کلام میں اسی تزکیہ کو کامیابی کا ذریعہ بھی بتایا ہے اور اس سے محروم رہنے والوں کو خائب اور خاسر فرمایا۔ ارشاد رب العزت ہے کہ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا[2]

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

---

[1] البقرۃ 2:151

[2] الشمس 91:10

ان آیات مقدسات سے معلوم ہوا کہ اصل بندگی وہ ہے جس میں انسان کو ترکِ غفلت اور ترکِ معصیت حاصل ہو، اس کا دل اور باطن گناہوں کی آلودگی، اپنی خواہشات اور مرضی کی میل سے پاک ہو کر اپنے مالک کی مرضی ورضا میں ڈھل جائے۔

تو یہ بندگی بغیر استاد کامل کے حاصل نہیں ہوتی یعنی ایسا استاد، رہبر، رہنما، مرشد جب خود سراپائے بندگی ہو اس کی محبت اور معیت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۝

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

(التوبۃ، 9: 128)

رسول اللہ ﷺ (مرشدِ حقیقی)۔ نعمتِ عظمیٰ

استاذ اور رہبر کا رشتہ، یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ نعمت اس کیلئے ایمان، صراطِ مستقیم، رجوع الی اللہ، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، حصول بندگی اور باقی ہر ہر نعمت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ استاذ کی اس عظیم نعمت کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[1]

ترجمہ: بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے لاتعداد نعمتوں سے نوازتے ہوئے کبھی ان کا ذکر یوں نہیں فرمایا کہ یہ میں نے تم پر احسان کیا، مگر نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتے ہوئے خبردار کیا کہ اس عظیم نعمت کو ہلکا جاننے کی جسارت نہ کرنا، یہ میرا احسان ہے کہ میں نے تم میں ایسا کامل رہبر و رہنما بھیجا ہے۔ جو علم کی ہر جہت میں کامل و اکمل ترین ہے۔ یہ رہبر کامل تمہیں نہ صرف میری آیتوں کے ذریعے میرے احکامات پہنچاتا ہے بلکہ اس کی سنگت، صحبت اور نورانی توجہ نفوس کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ کر کے بندے کو بندگی میں ڈھالتی ہے اسکے نتیجے میں احکامات خدا بندے کی طبیعت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ انکی حکمت بندے کے دل میں اس طرح اتر جاتی ہے گویا کہ شریعت مطہرہ پر بلا تکلف عمل فطرت ثانیہ بن جاتا ہے۔

[1] آل عمران 3: 164

تزکیہ نفس و تصفیہ قلب، رجوع الی اللہ اور بندگی میں ڈھلنے کیلئے استاذ، رہبر، راہنما، مرشد و مربی کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ابوالانبیاء، خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آنے والی قوم کیلئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان کو بندگی سکھانے اور تزکیہ نفس کرنے کیلئے ان میں برکت والا عظیم المرتبت رسول بھیج جس کی صحبت انکو بندگی والا، تزکیہ نفس والا اور علم و حکمت والا بنادے۔

ارشاد ہوتا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[1]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول ﷺ مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے کر (دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

قرآن عظیم الشان کے فرمان کے مطابق حصولِ بندگی یعنی کہ کھلی گمراہی سے نکلنے کیلئے احکامات خدا کے علم کے ساتھ ساتھ نفس اور قلب و زبان کا تزکیہ و تصفیہ ضروری ہے۔ یہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کامل و اکمل استاذ، رہبر، راہنما، مرشد کے بغیر ممکن نہیں انکی صحبت پر اثر اور نگاہ توجہ بندے کو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی دولت عطا کرتی ہے اور احکامات خدا کو طبیعت کا حصہ بناتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[2]

[1] البقرۃ 2:129

[2] الجمعۃ 62:2

ترجمہ: وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول ﷺ کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ تمہیں گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی تک پہنچانے کیلئے ایسا کامل معلم ﷺ عطا کیا جو علم وہدایت عطا کرنے والا اور تمہارے نفوس کا تزکیہ کرنے والا ہے۔

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[1]

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسًا و قلبًا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اَسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخروئی و کامیابی حاصل کرنے، یعنی کہ تزکیہ نفس کرنے، بندگی میں آنے اور گمراہی سے نکلنے کیلئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے احسان کرتے ہوئے امت کی آسانی کیلئے اپنا خاص بندہ اور رسول ﷺ بھیج دیا جس کی نسبت، سنگت و صحبت بندوں کے نفوس کو تزکیہ، خشیہ الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری سے مزین کر کے ہدایت یافتہ بنا دیتی ہے۔

انسان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیکھنے کی صلاحیت سے معمور کیا ہے۔ اس کیلئے انسان کو حواس خمسہ عطا کیے ہیں۔ دیکھنے، سننے، محسوس کرنے، چکھنے، سونگھنے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے، جس کا استعمال کر کے یہ اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔ فقط علم حاصل کر لینا، جان لینا نفع بخش نہیں ہوتا کہ یہ معلومات حاصل کرنا ہے۔

---

[1] البقرہ 2: 151

علم کو عمل میں ڈھالنے کیلئے ایک اور جہت کی حاجت پھر بھی رہتی ہے اور وہ ہے طبیعت کا میلان، دل کا لگاؤ، جس طرح معلومات کی آماجگاہ ذہن ہے۔اسی طرح میلان، لگاؤ، چاہت اور محبت کا مرکز دل ہے۔

جیسا کہ کریم آقا ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: الحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى المُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ: كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ القَلْبُ[1]

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گا سارا بدن درست ہو گا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

[1] اخرجہ بخاری فی الصحیح، کتاب الایمان، بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، رقم: 52

حدیث شریف میں ہے:

> إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً، وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ[1]
>
> ترجمہ: ہر چیز کیلئے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی ذکر اللہ ہے۔

جب تک کہ معلومات جو انسان نے اپنے حواس کو بروئے کار لاتے ہوئے حاصل کی ہیں اس کے دل کو نہ بھا جائیں، طبیعت ان کی طرف مائل نہ ہو جائے، وہ اس کے عمل کا حصہ نہیں بنتی، گویا نفع بخش نہیں ہوتی۔

استاذ و مرشد کے کامل ہونے کا انحصار بھی اسی پر ہے کہ وہ ہر جہت پر یوں عبور رکھتا ہو کہ نہ صرف معلومات سے ذہن کو منور کر دے بلکہ ان کی حکمت کھول کر ذہن میں بٹھا دینے کے ساتھ ساتھ انہیں دل کا حصہ بنا کر اس پر علم کے ساتھ یوں مزاج آشنائی پیدا کر دے کہ وہ ذات کا حصہ بن کر عمل کی صورت میں جھلکتا دکھائی دینے لگے۔ یہ امر زندگی کے ہر پہلو میں کارگر ہے۔ بندگی کے حصول کیلئے بھی یہی اصول کارفرما ہے کیونکہ تزکیہ نفس تو وہ فعل ہے جو دل کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہے۔ چونکہ جذبات واحساسات کا ماخذ دل ہے اور تزکیہ نفس کا تعلق بھی دل ہی کے ساتھ ہے۔

کامل واکمل رہبر ﷺ سے نوازنے اور ان کی صفات بیان کرنے کے بعد خالق کائنات نے ان سے بہرہ مند ہونے کا یہ اسلوب سکھایا کہ ہر نعمت کے حصول کا ذریعہ آقا کریم ﷺ کی ذات کو قرار دیا۔ اس حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر نعمت بشمول ایمان، بندگی، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الی اللہ، رقم: 2176

صرف اور صرف مرشدِ حقیقی یعنی بارگاہ نبوت ﷺ کے توسل سے ہی ملے گی۔ کیونکہ آقا کریم ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رضی الله عنه يَخْطُبُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ يُرِدْ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللهُ وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اس امت کا معاملہ ہمیشہ درست رہے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو (یا یہ فرمایا) یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ اور نظریہ تھا کہ ہمیں ظاہری اور باطنی نعمتیں، انوار و تجلیات، سینہ مبارک رسول ﷺ سے ہی نصیب ہوں گے یہاں تک کہ سب نیکیوں کی بنیاد یعنی ایمان کی دولت بھی صحبت نبوی ﷺ سے ہی ملے گی۔

[1] اخرجہ بخاری فی الصحیح، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، رقم: 71

مرشد کی ضرورت واحتیاج کی تلقین

دنیا کا کوئی علم اور فن ایسا نہیں جس کی تحصیل کسی راہ نما اور استاد کے بغیر ممکن ہو۔ نہ دنیوی علوم کا حصول ماہر اساتذہ اور اسپیشلسٹ حضرات کی صحبت میں بیٹھے بغیر میسر آتا ہے اور نہ ہی علوم شرعیہ کسی کامل استاذ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کئے بغیر نصیب ہوتے ہیں۔

ہر آں کارے کہ بے استاذ باشد
یقین می دان کہ بے بنیاد باشد

جب کوئی بھی علم اور فن کسی کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو پھر صفائے باطن کی منزل اور بارگاہ ایزدی کا قرب ووصال کسی مرشد کامل کے بغیر کس طرح نصیب ہو سکتا ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا راستہ کسی سرپرست کے بغیر سلامتی کے ساتھ طے نہیں ہوتا۔

قرآن کریم میں رب لم یزل ارشاد فرماتا ہے:

> اهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [1]
>
> ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

ہر انسان جب بارگاہ ایزدی میں اپنی جبین نیاز جھکانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسے حکم ہوتا ہے کہ اپنے معبود حقیقی سے یوں التجا کرے، اس کی حمد وثنا کے نغمے الاپے، پھر میری شان معبودیت اور اپنے تعلق عبودیت کا اظہار کرنے کے بعد یوں عرض گزار ہو کہ بار الٰہی! ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان کے راستے پر نہ چلا جو گمراہ اور مغضوب ہیں۔ امام رازی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کے تحت یوں فرمایا ہے۔

[1] الفاتحہ 1:6،7

قال: صراط الذين أنعمت عليهم، وهذا يدل على أن المريد لا سبيل له إلى الوصول إلى مقامات الهداية والمكاشفة إلا إذا اقتدى بشيخ يهديه إلى سواء السبيل ويجنبه عن مواقع الأغاليط والأضاليل، وذلك لأن النقص غالب على أكثر الخلق، وعقولهم غير وافية بإدراك الحق وتمييز الصواب عن الغلط، فلا بد من كامل يقتدي به الناقص حتى يتقوى عقل ذلك الناقص بنور عقل ذلك الكامل؛ فحينئذ يصل إلى مدارج السعادات ومعارج الكمالات[1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (صراط الذین انعمت علیہم) اور یہ (فرمانِ الٰہی) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے لیے ہدایت اور مکاشفہ کے مقامات تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں مگر ایسے شیخ کی اقتدا جو اسے سیدھے راستے کی ہدایت دے اور اسے غلط مواقع اور گمراہی کے مواقع سے بچائے ،اور یہ اس لیے کہ نقص اکثر مخلوق پر غالب ہے اور ان کی عقلیں حق کے ادراک اور غلط اور درست کے مابین تمیز کرنے کی اہل نہیں پس ناقص کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی کامل کی اقتدا کرے یہاں تک کہ اس ناقص کی عقل کامل کی عقل کے نور سے پاکیزہ ہو جائے پس اس وقت وہ (ناقص) سعادات کے مدارج اور کمالات کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدھی راہ کون سی ہے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سیدھی راہ قرآن وسنت کی ہی راہ ہے۔ دنیا کے اندر ہر ایک دعوے دار ہے کہ ہم سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ ہر مذہب ہر فرقہ اور ہر دھرم ہی اعلان کر رہا ہے کہ ہم صراط مستقیم پر ہیں۔ کوئی قرآن کا حوالہ دے کر کہتا ہے چونکہ ہم قرآن زیادہ پڑھتے ہیں اور شیخ القرآن کہلاتے ہیں لیکن قرآن فرما رہا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا[2]

ترجمہ: اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔

[1] تفسیر کبیر سورۃ الفاتحہ آیت 7

[2] البقرۃ 26:1

بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن سے انہیں ہدایت نہیں ملتی، قرآن پڑھنے کے باوجود بھی منزل مقصود کو نہیں پاسکتے بلکہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی سوچ کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ جادۂ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔

آج کے مسلمان معاشرہ کے ہر بندے کا دعوٰی، ہر جماعت کا دعوٰی تو ہے کہ وہ سیدھے راستہ پہ ہے الغرض ہر ایک اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے لیکن قرآن نے کچھ اور ہی اسلوب دیا ہے جس نے خود ہی صراط مستقیم کو متعین فرمادیا ہے کہ ان لوگوں کا راستہ صراط مستقیم ہے جو انعام یافتہ ہیں۔ گویا اس آیت کریمہ نے آگاہ فرما دیا کہ انعام یافتہ بندوں کے دامن سے منسلک ہونے کی خیرات طلب کر اگر ان سے میرا تعلق منقطع ہو گیا تو پھر جتنی کاوشیں کرتا رہ سیدھے راستہ سے بہک جانے کے امکانات ہمیشہ موجود رہیں گے۔

وہ کریم ذات تو یوں بھی فرماسکتی تھی کہ اے میرے بندے! میری بارگاہ صمدیت سے اس طرح طلب کر کہ اے باری تعالی! مجھے سیدھا راستہ دکھا جو تیری کتاب اور تیرے محبوب کی سنت کی راہ ہے۔ لیکن قرآن مجید نے افراد کا ذکر فرمایا ہے کہ تیرے انعام یافتہ بندوں کی راہ چاہئے تاکہ ہم بھی ان کے پیچھے ان کے نقش قدم پر چلتے جائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ انعام یافتہ بندے کون ہیں، جن سے منسلک ہونے کی قرآن تعلیم فرمارہا ہے۔ تو قرآن پاک ادھوری بات نہیں کرتا بلکہ جامع ومانع کرتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

> وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـٰئِكَ رَفِيقًا[1]

---

[1] النساء 4:69

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

یعنی میری اور میرے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے میرے انعام یافتہ بندوں کے ساتھ ہوں گے اور وہ انعام یافتہ بندے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور ان کی سنگت کتنی اچھی ہے ان بندوں میں سب سے پہلا درجہ انبیاء کرام کا ہے جن کو لفظ النبیین سے تعبیر فرمایا گیا۔

النبیین

"چار انعام یافتہ طبقات میں سے پہلا طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے یہ بہر صورت انعام یافتہ ہی ہیں کیونکہ انہیں اللہ جل شانہ کی طرف سے نبوت ورسالت جیسی نعمت عظمیٰ عطا ہوئی۔ نبی" عربی زبان کا لفظ ہے، جو کہ "نبأ" سے ماخوذ ہے، جس کے لفظی معنی "خبر" کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں "نبی" سے مراد وہ شخصیت ہے جسے اللہ کی طرف سے شرعی احکامات و تعلیمات کی خبر دی جاتی ہے تاکہ وہ ان احکامات و تعلیمات کو اللہ کے بندوں تک پہنچادے۔

انبیاء کرام کی آمد کا مقصد ہی لوگوں کی ہدایت ہے یعنی انبیاء کرام وہ برگزیدہ بندے ہیں جو وحی الٰہی کی روشنی میں خلق خدا کا خالق حقیقی کے ساتھ تعلق استوار کرتے ہیں اور ان کی غلامی سے ان کے سینے میں موجود محبت خدا کا نور ان کے غلاموں کے سینے میں پہنچتا تھا پھر نہ صرف وہ لوگ خود حقیقی بندگی والے بنتے تھے بلکہ وہ اتنے کامل واکمل ہو جایا کرتے تھے کہ دوسروں کے لیے ھادی رہنماء بن جاتے تھے۔ انبیاء کرام کی صحبت مبارکہ سے نور ہدایت حاصل کرکے انعام یافتہ لوگوں میں صدیقین، شہداء، صالحین کہلائے جنکو قرآن کریم نے انعام یافتہ فرمایا۔ انبیاء کرام کی جماعت کے بعد انعام یافتہ لوگوں میں سب سے پہلا طبقہ صدیقین کا ہے۔

الصدیقین

صدیقین سے مراد حضور ﷺ کے خلفاء راشدین ہیں جن کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی ہے

> عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ [1]
>
> ترجمہ: میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفاء راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں ان کو دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ کر رکھو

دوسری حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے خلفاء راشدین کے عرصہ کا تعین بھی فرمادیا جیسا کہ آپکا ارشاد گرامی ہے۔

> قال رسول الله ﷺ الخلافة فی أمتی ثلاثون سنة، ثم ملك بعد ذلك [2]
>
> ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس سال تک خلافت رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت آجائے گی۔

اور یہ عرصہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت تک ہے صداقت کے مصداق اولین یہی ہستیاں ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو نہ صرف دینی امور میں حضور ﷺ کی اتباع میں مکمل ڈھلے ہوئے تھے بلکہ دنیاوی امور جیسے معاملات خلافت و عدالت کے انجام دینے میں بھی اپنی مثال آپ تھے انکے بعد جس جس کو صدق نصیب ہوا انکی نسبت اور برکت سے ہی نصیب ہوا یعنی انکے بعد مرتبہ صدیقین کو پہنچنے والے ان ہی کی خیرات سے اس مقام تک پہنچے۔

---

1 ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: 4608، ترمذی، رقم: 383، دارمی: ج6 ص2، مسند احمد: ج4 ص27

2 ترمذی، ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی الخلافة، رقم: 2226

صدیقین صدیق کی جمع ہے ، صدیق فعّیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا لغوی معنیٰ (المبالغ فی الصدق)نہایت راست بازاور راست گفتار ہے اور مقامات قرب الٰہی میں سے ایک مقام کا نام بھی ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صدق کی تعریف میں یوں رقم طراز ہیں:

إن طلبت الله بالصدق أعطاك مرأة تبصر فيها كل شي من عجائب الدنيا و الاخرة[1]

ترجمہ:(اے انسان! جب تو جملہ خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر) اللہ عزوجل سے صدق دل سے مانگے گا تو وہ تجھے ایسا آئینہ دے گا کہ تو اس (آئینے) میں دنیا و آخرت کے اسرار و حقائق دیکھ سکے گا۔

الشیخ محمد عبدہ صدیقین کے بارے میں لکھتے ہیں،

الذين زكت فطرتهم و اعتدلت امزجتهم و صفت سرائرهم حتیٰ انهم يميزون بين الحق والباطل والخير والشر بمجرد عروضه

ترجمہ: صدیقین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر گرد و غبار سے یوں پاک و صاف ہوتا ہے کہ جب ان پر محض حق پیش کیا جاتا ہے تو حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان (انہیں التباس نہیں ہوتا بلکہ نگاہ جیسے سیاہ وسفید کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے) امتیاز کر لیتے ہیں۔

الغرض صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے قلوب و نفوس، فضلِ الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی رحمت و نسبت سے اتنے مزکّیٰ و مصفّیٰ ہو چکے ہیں کہ جو وحی اللہ تعالی کے رسول پر نازل ہوئی ہے وہ فوراً اس حکم کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ احکامات بلا تکلف ان کی طبیعتوں کا حصہ بن کر عمل میں آجاتے ہیں۔

[1] الرسالۃ القشیریہ، 1/3، ص:97

یہ صدیقیت کا مرتبہ حضور سید العالمین ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کو حاصل تھا لیکن ہر ایک کو صدق اس کے مرشد کے ساتھ تعلق کے مطابق نصیب ہوا ان میں سے سب سے فضیلت والی ذات حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی آپ وہ ہستی ہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی صدیقیت کبریٰ کا مظہر اتم تھا کہ انہوں نے آئینہ الٰہی سے نور حاصل کیا۔

نبی کریم ﷺ آئینہ ربوبیت ہیں جیسا کہ حضور سید العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا،

> مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ [1]
>
> ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

> ماصب اللہ فی صدری شیئاً إلا صببتہ فی صدر ابی بکر [2]
>
> ترجمہ: نہیں ڈالا اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں کچھ بھی مگر میں نے وہ ابو بکر کے سینے میں ڈال دیا۔

تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئینہ نبوت ہیں۔ جو بھی ان کی صحبت میں محبت کے ساتھ بیٹھا اس کو آپکے ذریعے سے آفتاب نبوت ﷺ کا فیض نصیب ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبر ضی اللہ عنہ کی صحبت مبارکہ سے بھی محبت الٰہی کی خیرات تقسیم ہوتی رہی اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محبت الٰہی کی دولت سے متلاشیان حق کی جھولیاں بھرتے رہے۔ اب قیامت تک قطبیت، غوثیت اور عبدیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہو جائے وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے ایک صحابی کی گرد پا (پاؤں کی خاک) کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور آپ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد شرف صحابیت پانا محال ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کِتَابُ التَّعْبِيرِ، بَابُ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ، رقم 6996

[2] تفسیر کبیر، الحاوی للفتاوٰی

جب حضور ﷺ کی ظاہری صحبت مبارکہ کے بعد انسانوں کی ہدایت کے لیے امت کو صدیقین عطا فرمادیئے گئے۔جو کوئی ان کی صحبت میں جائے گااسے بالواسطہ محبت نبوی کا فیض نصیب ہو گا۔

وہ آئینہ پھر عکس جمال نبوت بن کر آفتاب نبوت سے فیوضات الٰہیہ حاصل کرتا ہےاور تشنگان امت مصطفیٰ میں تقسیم کرنے کافریضہ ادافرماتا ہے۔

الشہداء

شہداء سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رضاءالٰہی کے حصول کے لیے اپنی جانیں اپنے رب کی راہ میں قربان کردیں یہ سلسلہ ابتداء اسلام سے چلایعنی جب بھی راہ خدامیں کسی قربانی کی ضرورت پڑی تو عشاق نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیااور اسکی اعلیٰ ترین مثالِ حضور ﷺ کی اولاد پاک کی میدان کربلا کی ہے کہ جب انسان بندگی کے اصل منصب سے گرنے لگایعنی نظام مملکت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے انسان کی حاکمیت میں ڈھلنے لگاتو نبی اکرم ﷺ کے خون نے قربانی کااسلوب اس طرح دیا کہ شہادت بھی عبادت کا درجہ پاگئی۔

حضرت امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ،

> الشَّهِيدُ فَعِيلٌ بِمَعْنَى الْفَاعِلِ، وَهُوَ الَّذِي يَشْهَدُ بِصِحَّةِ دِينِ اللهِ تَعَالَى تَارَةً بِالْحُجَّةِ وَالْبَيَانِ، وَأُخْرَى بِالسَّيْفِ وَالسِّنَانِ، فَالشُّهَدَاءُ هُمُ الْقَائِمُونَ بِالْقِسْطِ، وَهُمُ الَّذِينَ ذَكَرَهُمُ اللهُ فِي قَوْلِهِ: شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ وَيُقَالُ لِلْمَقْتُولِ فِي سَبِيلِ اللهِ شَهِيدٌ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ بَذَلَ نَفْسَهُ فِي نُصْرَةِ دِينِ اللهِ، وَشَهَادَتِهِ لَهُ بِأَنَّهُ هُوَ الْحَقُّ وَمَا سِوَاهُ هُوَ الْبَاطِلُ[1]

[1] تفسیر کبیر،ج10،ص:135

ترجمہ: شہید کا وزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ وہ شخص جو بھی نور برہان اور قوت بیان سے اور کبھی شمشیر و سنان سے دین الٰہی کی حقانیت کی شہادت دے وہ شہید کہلاتا ہے۔ اور راہ خدا میں قتل ہونے والے کو اسی مناسبت سے شہید کہا جاتا ہے، کہ اس نے اپنی جان قربان کر کے دین کی حقانیت کی گواہی دی۔

جنہیں اللہ پاک اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکام کی صداقت کا اتنا پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اور اس سے بھی ان کی آتش محبت سرد نہیں ہوتی۔

کشتگان خنجر تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جان دیگر است

اسی طرح جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لئے، اپنی طبیعت اپنی مرضی اپنی خواہشات کو قربان کرتے ہوئے احکاماتِ الٰہی اور سنتِ رسول ﷺ کو اپنا لیتا ہے اس پر بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت ہو جاتی ہے۔

الصالحین

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَالصَّالِحُ هُوَ الَّذِي يَكُونُ صَالِحًا فِي اعْتِقَادِهِ وَفِي عَمَلِهِ [1]

جو عقائد اور اعمال دونوں لحاظ سے صالح ہو۔

یعنی جن کا ایمان توحید باری تعالیٰ حضور سید دو عالم ﷺ کی رسالت قرآن کریم کی حقانیت اور دیگر ایمانیات پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان تمام اعمال و اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا

[1] تفسیر کبیر، ج10، ص:135

ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرک جلی و خفی و حسد، کینہ، تکبر اور ہوائے نفس و ہوس غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے وہ پاک ہوتے ہیں۔

یہی تقوٰی کا وہ بلند مقام ہے جہاں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ بلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تو قرآن کریم اعلان فرماتا ہے کہ انبیائے کرام کے علاوہ صاحب صدق صاحب شہادت اور صاحب صالحیت حضرات سب میرے انعام یافتہ بندے ہیں۔ تو نبی کے دامن سے لپٹ جاؤ یا نبی کے فیض کے حصول کے لئے کسی صدیق، شہید یا کسی صالح کی بارگاہ میں آجاؤ۔ ان میں سے جس کسی کے دامن سے لپٹ جاؤ گے تو وہی راہ میری اور میرے محبوب کریم ﷺ کی راہ ہے کیونکہ ان کی راہ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کی راہ سے جدا نہیں۔

مرشد کامل کی دینی ضرورت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے

> فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[1]
>
> ترجمہ: تو (اے لوگو) اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

یعنی اگر تمہیں کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو اہل ذکر کی بارگاہ میں آکر اپنے دامن طلب کو بھر لیا کرو کیونکہ ان صلحاء اور اتقیاء کی صحبت اور فیضان نظر کے بغیر دین سمجھ میں نہیں آسکتا۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں کے اثر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

[1] النحل 12:42

دین کتابوں کی ورق گردانی سے نہیں آتا کیونکہ کتابیں تو صرف راستہ دکھاتی ہیں۔ لیکن دین کی اصل روح اور حقیقت کتابوں سے نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالی کے مقرب بندے کی صحبت اثر بار سے نصیب ہوتی ہے۔

اگر انسان ذرا غور کرے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ قرآن کریم نے فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ فرمایا ہے فَاسْأَلُوا أَهْلَ الْعِلْمِ نہیں فرمایا کہ علم والوں سے پوچھ لو کیونکہ علم والے تو خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے۔ جب کہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل دل ہے۔ علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تختی پر منقش ہوتا ہے۔

اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔

رب قدوس نے ارشاد فرمایا۔

> الرَّحْمَنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا[1]
>
> ترجمہ: وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے تو کسی خبر والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

یعنی وہ ذات سراسر پیکر رحمت ہے لیکن اس کی خبر لینی ہو تو کسی باخبر سے پوچھ۔ اگر اس کے آداب سے شناسا ہونا چاہتے ہو اور اس کے وصال کی راہ اور معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سے پوچھو جس کو اس کی بارگاہ کا قرب نصیب ہوا ہو۔ اور اس کے وصال کی دولت سے بہرہ ور ہو۔

---

[1] الفرقان 59:18

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ کَانَتْ بَنُوْاِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ[1]

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے جب کوئی نبی فوت پایا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔

اور یہ خلفاء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد ان کے خلفاء صالحین، خاشعین، متقین یہی وہ لوگ ہیں جو انسان کو اس کی فضیلت یعنی بندگی پر قائم رکھنے کے لئے ذریعہ اور سبب ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو قیامت تک انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ ہوں گے۔ خلافت راشدہ کے بعد جب ملوکیت معرض وجود میں آئی تو حاکمیت الٰہی اب حاکمیت انسان میں ڈھل گئی اسے حاکمیت الٰہی میں رکھنے کے لیے، بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے ان صالحین کے خلفاء آتے رہیں گے قیامت تک خلافت کا نظام رائج رکھنے کے لیے ہی سلاسل طریقت چلے آرہے ہیں انہی میں تجدید کے لیے مجدد دین آتے رہتے ہیں ان کو یہ منصب بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے نصیب ہوتا ہے کیونکہ مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے،

اِن اتقاکم واعلمکم باللہ انا[2]

ترجمہ: بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔

---

1 تفسیر طبری، جزء: 22، ص: 12 شرح الطحاویہ، ص: 15

2 اخرجہ البخاری فی الصحیح، کِتَابُ الْاِیمَانِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ: «اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰهِ»، رقم: 20

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے سامنے قرآن نازل ہوا اور انہوں نے الحمد سے والناس تک پڑھا اور اس کے احکامات کو حضور سید عالم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے سنا اور سمجھا، لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود نماز پڑھنے کا کامل طریقہ میسر نہ آسکا۔ انہوں نے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں عرض کی کہ سب کچھ سنا اور پڑھا لیکن نماز کا کامل طریقہ پڑھنے اور سننے سے میسر نہ آسکا کیا کریں؟ تو آپ نے فرمایا،

> صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي [1]
>
> ترجمہ: جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں، تم بھی اسی طرح نماز پڑھو۔

اس حدیث پاک سے اشارۃ النص کے ذریعے معلوم ہوا کہ دین فقط قیل و قال سے نہیں، صاحب حال کے حال کو دیکھنے سے آتا ہے۔ تو حضور سید دو عالم ﷺ نے اسی لئے سننے اور پڑھنے کی تعلیم ہی نہیں دی۔ بلکہ حال کو دیکھنے کی تعلیم فرمائی۔ تو مرشد کامل کی نگاہ فیض اور صحبت اثر بار کے بغیر دین کی اصل روح کی سمجھ اور آشنائی میسر نہیں آسکتی۔

اب معاملہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کے احکامات ہم تک پہنچ گئے اور حضور سید دو عالم ﷺ کی سنت اور حدیث کا بیان بھی صحابہ کرام نے ہم تک روایات کے ذریعے پہنچا دیا تو قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن کریم اور سنت رسول کے ہوتے ہوئے ہمیں مرشد کامل کی ضرورت کیوں ہے؟۔

تو جاننا چاہئے کہ سنت الٰہیہ یہ ہے کہ وہ ذات لوگوں کو ہدایت صرف تعلیمات کے بیان کرنے سے نہیں دیتی، بلکہ کامل شخصیتوں کو بھیج کر ان کے اعمال واحوال دکھا کر عطا کرتی ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محبوب رب العالمین ﷺ تک جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور وہ کتب وصحائف سماویہ جو انبیاء کو عطا کئے گئے اگر رب قدوس چاہتا تو انبیاء علیہم السلام کی بجائے براہ راست بندوں کی طرف بھیج دیتا توحید اور ہدایت کی جملہ کلیات و جزئیات سے آگاہ فرما دیتا۔

---

[1] اخرجہ بخاری فی الصحیح، کتاب الاذان، باب من قال: لیؤذن فی السفر مؤذن واحد، رقم: 631

لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے ایسا نہ کیا بلکہ کامل شخصیتوں کو لوگوں کے اندر مبعوث فرمایا۔انہوں نے اپنی زندگی کے ماہ وسال ان کے اندر بسر فرمائے۔زبان سے اللہ تعالی کے احکامات کو بیان فرمایااور اپنے عمل سے اس کی توضیح وتشریح فرمائی۔اور منشاء ایزدی کے مطابق اپنے اعمال واحوال کو لوگوں کے سامنے رکھا۔ اگر حضور سید دوعالم ﷺ چاہتے تو اپنی تعلیمات واحکامات کی کروڑہا کاپیاں اور نقلیں کرواکے اطراف و اکناف عالم میں تقسیم کروادیتے اور حکم فرماتے یہ قرآن ہے یہ میری سنت اور یہ میری بیان کردہ تفصیلات۔انہیں پڑھو سمجھواور ان پر عمل کرو۔

لیکن آقائے کل جہاں ﷺ نے ایسا ہر گز نہ کیا صرف قرآن کریم کو بھی کتابی صورت میں مرتب نہ فرمایا۔اور نہ ہی احادیث مبارکہ کے مجموعے اطراف عالم میں بھیجے۔بلکہ شخصیات کو تیار فرمایا۔اپنی صحبت اثر بار سے حضرت صدیق، فاروق عثمان اور علی رضی اللہ تعالی عنہم کو خلافت کا امین بنایا۔عبادلہ اربعہ میں سے کسی کو مفسر قرآن، کسی کو محدث، کسی کو قاریٔ قرآن اور کسی کو فقیہ بنایا۔حضرت سلمان وبلال رضی اللہ تعالی عنہما پر صبغت اللہ کا نورانی رنگ چڑھایا۔حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالی عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر اپنے غلاموں کو تیار کر کے اطراف عرب میں بھیجا اور فرمایا لوگو!اس قرآن کو پڑھو اور میری سنت کا مطالعہ کرو اور اس کے فہم اور حقائق سے آگہی حاصل کرنے کے لئے ان کے حال کو دیکھو تو پھر قرآن وسنت کو سمجھو۔

توجس طرح حضور نبی رحمت ﷺ کے عمل کو دیکھے بغیر صحابہ کرام کو قرآن سمجھ نہیں آسکتا تھا اسی طرح اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کو دیکھے بغیر تابعین عظام کو قرآن کا فہم کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔

صحابہ کرام آقائے دوعالم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھے۔ قرآن مجید ان کے پاس آگیا اور سنت عمل کے طور پر ان کے سامنے موجود تھی۔ تو سنت ان کے لئے علم نہیں بلکہ عمل کا مشاہدہ تھا۔ تو آقائے نامدار ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جنہوں نے اس نورانی روئے زیبا کا دیدار نہ کیا ان کے لئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے جس طرح قرآن علم ہے اسی طرح حدیث بھی علم ہے عمل نہیں، شفیع عاصیاں ﷺ کی سنت متشکل شکل میں موجود نہیں۔

اب ان کامل ہستیوں کی ضرورت تھی جو قرآن وسنت کا عملی نمونہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ تو حضور سید العالمین ﷺ نے صحابہ کو تیار کیا۔ صحابہ کرام نے تابعین کو انہوں نے تبع تابعین کو تیار کیا۔ علی ھذا القیاس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کامل شخصیات نسلاً بعد نسل قرآن وسنت کے علم کو عملی جامہ پہنا کر امت مرحومہ کے سامنے پیش کرتی رہیں اور کرتی رہیں گی۔

جب تک قرآن وسنت کا علم ہمارے سامنے رہے گا اور کامل شخصیتوں کا عمل اور ان کا حال ہماری آنکھوں کے سامنے نہ آئے گا تو اس وقت تک نہ قرآنی مفاہیم ومطالب سے صحیح طور پر آشنائی ہوسکتی ہے اور نہ ہی سنت رسول کا صحیح ڈھنگ ہمیں نصیب ہوسکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب تک کامل نمونہ نظروں کے سامنے نہ ہو علم پر عمل کرنا ممکن نہیں رہتا۔ آیئے ان بزرگ اور برگزیدہ ہستیوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں جو علم کے بحر ذخّار تھے اور انہوں نے علم کی کوئی حد نہ چھوڑی تھی۔ لیکن محض علم کے بل بوتے پر حق تک رسائی حاصل نہ کرسکے۔ جب تک کہ کامل نمونہ ان کی زندگی میں نہ آیا تھا۔

دین میں مرشد حقیقی رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی مبارک ذات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جس طرح حج کے دوران حاجی خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ کعبہ شریف کو مرکزیت حاصل ہے۔ اسی طرح دین کے تمام پہلو بھی کریم آقا ﷺ کے گرد ہی گھومتے نظر آتے تھے۔ یہی اسلوب ہمیں دین کے ارکان کی ادائیگی میں بھی نظر آتا ہے۔ دین کے ارکان کی کماحقہ ادائیگی بھی امام، استاد، رہنما یعنی کہ مرشد کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ نماز بھی ایک ہی امام کے اقتداء میں ادا کی جاتی ہے۔ نماز جمعہ بھی امامِ وقت کے ساتھ یا اس کے مقرر کردہ خلیفہ کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ روزہ کے معاملے میں بھی رؤیت کا فیصلہ امام ہی کرتا ہے۔ زکوۃ کو اکٹھا کر کے امام/حاکم وقت کے پاس بیت المال میں جمع کرنے کے اسلوب سے بھی ایک رہبر و رہنما کا تصور ملتا ہے۔ حج میں بھی ایک امامِ حج مقرر کیا جاتا ہے۔ اور باقی سب اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ اسی طرح دین کی کماحقہ سمجھ اور احکامات خدا اور فرامینِ مصطفیٰ ﷺ کو دلوں کا حصہ بنانے کیلئے بھی استاد و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔

حجت الاسلام والمسلمین امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے قرآن فہمی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ قرآن، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ اور علم کلام الغرض دنیا کے تمام علوم کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ آپ نظامیہ یونیورسٹی بغداد شریف کے وائس چانسلر تھے۔ اطراف و اکناف عالم سے تشنگان علم اپنی علمی تشنگی مٹانے کے لئے آپ کے قدموں میں کشاں کشاں حاضر ہوتے اور علم کے سمندر سے سیراب ہو کر اکناف عالم میں خدمت دین کے لئے پھیل جاتے۔

لیکن وہی امام غزالی فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے علم اور فن کی دنیا میں میں شہسوار تھا لیکن حق کا پھر بھی طلب گار تھا۔ میں ہر فن کے ماہرین کے پاس گیا کہ کہیں سے حقیقت میسر آجائے لیکن کہیں سے بھی ساحل مراد تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ بالآخر میں صوفیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان سے مرید ہو کر تزکیہ نفس حاصل کیا اس کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ

تصوف علم نہیں سراسر عمل کا نام ہے۔ اور حق، حقیقت میں اسی در فیض بار سے ہی میسر آسکتا ہے۔ اور حقیقت کو پانے کے لئے عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور عمل کی دنیا میں قدم رکھنے کے لئے کسی سرپرست اور مرشد کامل کا ہونا ضروری ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

الغرض امام غزالی وقت کے امام ہو کر ایک مرد قلندر کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتے ہیں اور پھر ان کی صحبت سے شاد کام ہونے کے بعد، طریقت و معرفت کے جملہ مراحل طے کر کے بالآخر اپنا فیصلہ ثبت فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

وانکشف لی فی اثناء ھذہ الخلوۃ أمور لا یمکن إحصاؤھا واقتصاؤھا ولقدر الذی أذکرہ لینفع به آنی قد علمت یقینا أن الصوفیة هم السالکون بطریق الله خاصة وأن سیرتهم أحسن السیر وطریقهم أصوب الطریق وأخلاقهم ازکی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء وحکم الحکماء وعلم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیروا شیا من سیرهم وأخلاقهم ویبدلوہ بما هو خیرہ لن یجدوا إلیه سبیلا فإن جمیع حرکاتهم وسکناتهم فی ظاهرهم وباطنهم مقتبسة من نور مشکوۃ النبوۃ ولیس وراء النبوۃ علی وجه الأرض نور یستضاء بها

اس پر مشقت خلوت نشینی کے دوران مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا جس کا بیان احاطہ سے وراء ہے۔ صرف نفع کے لئے چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیائے کرام کا گروہ ایسا گروہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی راہ پر گامزن ہے۔ ان کی سیرت جملہ سیرتوں سے بہتر ہے۔ ان کا راستہ صحیح ترین راستہ ہے۔ ان کا اخلاق سب سے اچھا اخلاق ہے۔ اگر تمام عقل مندوں کی عقول کو تمام حکماء کی حکمتوں کو جمع کر لیا جائے اور تمام اسرار شریعت سے آگاہی رکھنے والے علماء کے علم

کو اکٹھا کر لیا جائے تا کہ وہ صوفیاء کی سیرت و اخلاق کو تبدیل کر سکیں اور ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر نمونہ پیش کر سکیں تو ایسا کرنا محال ہے۔ کیوں کہ ان کے ظاہر و باطن کی جملہ حرکات و سکنات سینہ مصطفیٰ ﷺ سے مستفیض ہیں۔ اور اس کائنات میں نور نبوت محمدی ﷺ سے بہتر کوئی اور نور ہے ہی نہیں۔ جس سے اکتساب فیض کیا جا سکے۔

اسی کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ[1]

جس نے فقہ کا علم سیکھا اور تصوف نہ پڑھا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف کا علم پڑھا اور فقہ نہ پڑھی وہ زندیق بن گیا اور جس نے دونوں کو جمع کیا (حاصل کیا) وہ کامل بن گیا۔

چاروں امام فقہ بھی اپنے زمانے کے اولیاء کرام سے روحانی فیوض حاصل کرتے رہے تھے. مثلاً حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام جعفر صادقؓ کے صادق العقیدہ مرید تھے.

خود حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لولا السّنتان لهلك النعمان[2]

ترجمہ: اگر وہ دو سال نہ ہوتے (جن میں، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شاگردی کی) تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

[1] ملا علی قاری، شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، جلد 1، ص: 268

[2] اعلام الهدایه ج 8، ص 229

لفظ "السنتان" کو اگر "سین" کی زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اسکا معنیٰ "سال" ہوتا ہے اور اگر اس کو "سین" کی پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنیٰ "طریقہ" ہوتا ہے جب اس لفظ کا پہلا معنیٰ مراد ہوتا مفہوم یہ بنے گا کہ کہ اگر نہ ہوتے دو سال (جو امام جعفر صادق کی صحبت میں گزارے) تو نعمان (امام ابو حنیفہ) ہلاک ہو جاتا اور اگر دوسرا معنیٰ مراد ہو تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ اگر دو طریقے (علم ظاہر اور علم باطن) نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

اسی طرح امام شافعیؒ مشہور صوفی بزرگ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے معتقد اور فیض یافتہ تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بغداد کے صوفی حضرت بشر حافیؒ کے ارادت مند اور صحبت یافتہ تھے۔ لوگ آپ سے کہتے کہ حضور آپ اتنے بڑے عالم ہو کر بھی بشر حافیؒ کی محفل میں جاتے ہیں تو آپ فرمایا کرتے کہ مجھے خدا کے احکام کا علم ہے لیکن بشر حافی کو خدا تعالیٰ کا علم حاصل ہے، جس مالک (اللہ تعالیٰ) کی صفات کو میں جانتا ہوں، بشر حافیؒ نہ صرف اسے جانتے ہیں بلکہ پہچانتے بھی ہیں اور پاس بیٹھنے والوں کو اس کی پہچان کروا بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح امام مالک بھی حضرت حبیب طائی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے اور اکثر ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تا کہ علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علمِ باطن کے نور سے بھی مزین ہوں۔

صحبت و معیتِ انبیاء علیہم السلام

انبیاء نبی کی جمع ہے اور نبی کی تعریف یہ ہے:

النبی إنسان بعثه الله لتبليغ ما أوحى إليه[1]

ترجمہ: نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی جو احکام عطاء فرمائے انکو لوگوں تک پہنچاتا ہے۔

بعض نے نبی کی تعریف یوں فرمائی:

أنّ النبی من أوحی إلیه بشرع[2]

ترجمہ: نبی وہ (ذات) ہے جس کی طرف (امور) شریعت وحی کیے جاتے ہیں

انبیاء کرام علیہم السلام وہ مخصوص نفوس قدسیہ ہیں جن کو معیت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بنی اسرائیل کا ہجرت کرنا اور فرعون کا بمع افواج ان کا پیچھا کرنے کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ آگے دریا اور پیچھے فرِعون اوراس کا لشکر ہے تو ڈر گئے کہ ہم تو پکڑ لئے جائیں گے۔ تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ[3]

ترجمہ: (موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا یوں نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث الأوّل فی تعریف النبی والرسول: ج3، ص268

[2] المعتقد المنتقد الباب الثانی فی النبوّات، ص105

[3] الشعرآء19:62

تو آپ کو دریا نے راستہ دے دیا۔ جدھر سے آپ اور آپ کی قوم گزری اور اسی دریا میں فرعون غرق ہوا معلوم ہوا کہ منزل پر راستے نہیں رہبر پہنچاتے ہیں۔

اور جناب رسول اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار ثور میں تشریف فرما تھے۔ تو کفار مکہ ان کا پیچھا کرتے ہوئے جب غار ثور کے پاس پہنچے تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی وجہ سے خطرہ لاحق ہوا۔ تو کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

> لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا[1]
>
> ترجمہ: غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ان دونوں آیات سے انبیاء کرام علیہم السلام کا معیت خدا سے فیض یاب ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اور دوسری آیت مبارکہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جو ان نبیوں کی معیت اور سنگت اختیار کرتا ہے جن کو معیت خدا نصیب ہے اس کو بھی بالواسطہ وہ انوار و تجلیات حاصل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کی صحبت و معیت کی وجہ سے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وہ صحبت اور معیت میسر آئی۔

انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ صرف الفاظ کے ذریعے احکامات خدا لوگوں تک پہنچاتے تھے بلکہ اپنے پاکیزہ نفوس و قلوب سے اپنے امتیوں کے نفوس و قلوب کا تزکیہ فرما کر ان کے باطن کو احکامات الٰہی پر میلان کے ساتھ عمل پیرا کر دیتے تھے اسی وجہ سے ان کی صحبتوں میں بیٹھنے والوں کو توحید خالص اور اعمال حسنہ اخلاص سے بھرپور میسر آتے تھے اور ان صحبتوں سے دوری ان کو عقائد حقہ اور اعمال صالحہ سے دور کر دیتی ہے۔

---

[1] التوبہ 40:10

جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت مبارکہ کا اثر

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے بنی اسرائیل کو توحید الٰہی نصیب ہوئی لیکن جونہی آپ چالیس دنوں کیلئے کوہِ طور تشریف لے گئے تو وہی بنی اسرائیل جنہوں نے توحیدِ خدا کو جنابِ کلیم اللہ علیہ السلام سے سیکھا۔ جب آپ کی صحبت سے دوری ہوئی تو ایک بچھڑے کو خدا مان بیٹھے اور صحبت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہونے والی توحید خالص آپ علیہ السلام کی صحبت سے دوری کی وجہ سے ان سے دور ہوگئی اور دوبارہ شرک میں مبتلا ہوگئے اور دوبارہ صحبت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے انہیں توبہ نصیب ہوئی۔

جناب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی صحبت مبارکہ کا اثر

جناب سیدنا سلیمان علیہ السلام کو ہدہد نے بتایا کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ ان کی عورت ہے اور اس کے بادشاہی میں ہر چیز موجود ہے یعنی دنیا کے اعتبار سے بڑی خوشحال ہے۔ اور اس کا اتنا بڑا تخت ہے۔ لیکن وہ عورت (ملکہ) اور اس کی قوم بجائے خدا کے سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کیلئے اسی گمراہی کو مزین کیا ہوا ہے۔ جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں شاہانہ انداز میں بلایا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی معیت اور صحبت نے اس کو توحید پرست بنایا اور وہ خود بول اٹھی۔ جس کو قرآن کریم نے یوں ذکر فرمایا

> قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[1]
>
> ترجمہ: عورت نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب سلیمان کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا۔

[1] النمل 19: 44

تو معیت جناب سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو توحید خالص عطا کر دی جو "مَعَ سُلَيْمٰنَ" سے واضح ہے۔

صحبت صالح کیوں ضروری ہے؟

جب تک صحبت صالح میسر نہ ہو تو، دین انسان کے مزاج کا حصہ نہیں بنتا۔ جب مزاج کا حصہ نہیں بنتا تو انسان مسلمان تو رہتا ہے لیکن مؤمن کامل نہیں بن سکتا۔ کلمہ توحید تو پڑھتا ہے لیکن جس کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر ماننا ہے۔ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کر کے جانا ہے اس کی بات بوجھ لگتی ہے۔ اور دل کا میلان اور کشش نہیں بنتی۔ جس سے شریعت کا رنگ بھی ادھورا رہتا ہے۔ پھر رسالت مصطفیٰ ﷺ کی شہادت تو دیتا ہے لیکن جس کام سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا اس سے رکتا نہیں۔ جو کرنے کا حکم دیا اس کو پوری طرح کرتا نہیں۔ سنت رسول مکرم کی بجائے اغیار کے طریقے اپناتا ہے۔ کیونکہ کسی نیک صحبت سے بندگی کا نور حاصل نہیں کیا۔

نماز مشکل لگتی ہے۔ اگر عادت ہو تو پڑھ لیتا ہے لیکن ایسی نماز پڑھتا ہے جو اپنے مقاصد اور تقاضوں سے خالی ہے۔ کیونکہ نماز کا مقصد تو یہ تھا کہ اس کو رب یاد رہے۔ اور نماز اس کو فحش اور منکر سے روکے لیکن نماز پڑھنے والے نے نماز بھی پڑھی لیکن نماز میں رب یاد نہ رہا اور نماز کے بعد فحش اور منکر کا ارتکاب بھی ہوتا رہا۔ جبکہ مقصد نماز جو تھا اس سے سینہ خالی ہے۔ روزہ ایسی عبادت ہے جو انسان کو تقویٰ دیتی ہے۔ اور اس کے فرض کرنے کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ ہی بیان فرمایا، تقوٰی کا معنی ہے رکنا ماننا لیکن آج کے مسلمان نے روزہ بھی رکھا ساتھ جھوٹ، غیبت، حسد اور کئی طرح کے کام بھی کئے۔ جو اسکے مالک کو ناپسند ہیں اور تقویٰ کے خلاف ہیں۔ تو روزے کا مقصد ماننے کی عادت تھا وہ تو حاصل نہ ہوا۔ اسی طرح زکٰوۃ عبادت مالیہ ہے اس کے ادا کرنے سے اس کا مال پاک ہوتا ہے لیکن جب اس کا تعلق کسی صحبت صالح سے نہیں ہوتا تو اس کو زکٰوۃ دینا بوجھ لگتا ہے۔ اور اس کو نقصان سمجھتا ہے۔ اور دی بھی تو اکثر طور پر نمود و نمائش

کر کے دیتا ہے۔ تاکہ شہرت حاصل ہو تو جس مالک کا حکم تھا اس کا حکم اس کی پاکیزگی اور اس کے مال کی پاکیزگی تھی۔ جو باوجود ادا کرنے کے حاصل نہ ہوئی۔ اسی طرح دیگر عبادات کا حال ہے۔ تو صحبت صالح یعنی نیک لوگوں کی غلامی اور سنگت انسان کو خالص بندگی دیتی ہے۔

کیونکہ انسان کی پیدائش اور زندگی کا مقصد بندگی ہے۔ اور یہ مقصد کسی نیک صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسے دنیا میں ہر فن اور علم کیلئے کسی استاد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح انسان کیلئے بندگی کا ہنر سیکھنے کیلئے بھی بندگی والے استاذ کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔ صحبت صالح بندگی کو انسان کے مزاج میں اتار کر اسکا حصہ بنادیتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ جان لینے کے باوجود جب تک مزاج میں نہ اتریں عمل میں نہیں آتے، آج علم ہونے کے باوجود عمل کا فقدان ہے، جبکہ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے والے لوگ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہماری طرح کے انسان ہی تھے لیکن آپ کی صحبت کی برکت سے ہر حکم پر عمل پیرا ہو گئے تھے، ان سرشت اور مزاج شریعت میں ڈھل گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی معیت وسنگت اور توجہ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر اثرات

انسان کی پیدائش اور زندگی کا مقصد بندگی ہے۔اور یہ مقصد کسی نیک صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے۔جیسے دنیا میں ہر فن اور علم کیلئے کسی استاد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح انسان کیلئے بندگی کا ہنر سیکھنے کیلئے بھی بندگی والے استاد کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔اسی مقصد کیلئے اللہ تعالٰی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کرام ورسل علیہم السلام بھیجے جو اپنے اپنے ادوار واوقات میں لوگوں کو گناہوں سے نکال کر رب کے احکام کے مطابق ڈھالتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو جو جو آپ کی صحبت میں آتا گیا اس کو توحیدِ الٰہی نصیب ہوتی گئی۔اور کفر وشرک کے بت ٹوٹنے لگ گئے۔اسی صحبت مبارکہ نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عثمان المعروف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تاجدارِ صداقت ،جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تاجدارِ عدالت ،اور جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو تاجدارِ حیاء، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پیکر شجاعت بنا دیا۔اسی صحبت سے کفر کے اندھیرے دور ہوتے گئے اسکے بعد توحید خالص اور اعمال صالحہ خالصہ نصیب ہوئے وہی معاشرہ جہاں قتل ناحق ،زبردستی دوسرے کی عزت کو خراب کرنا،دوسرے کے اموال کو بزور طاقت ہتھیا لینا بہادری سمجھی جاتی تھی۔اس صحبت مبارکہ نے سب جرائم دھوڈالے، اور عیوب والے لوگوں کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ[1] کے عظیم مقصد پر فائز کر دیا،ان کے آپس میں معمولی باتوں پر نسل در نسل لڑائیاں چلتی تھیں ان لوگوں کو خلق عظیم کا پیکر بنا دیا،ماؤں کو بازاروں میں نیلام کرنے والوں کو ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت تلاش کرنے والا بنا دیا،اپنی سگی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والوں کو دوسروں کی بیٹیوں پر رحم کھانے والا بنا دیا یہاں تک کہ پورا معاشرہ یوں سنور گیا کہ اس کو انسانیت کی معراج نصیب ہوگئی وہ لوگ حقیقی طور پر زمین میں اللہ تعالٰی کا خلیفہ ہونے کا مصداق بن گئے۔

---

[1] البینہ8:30

معیت مصطفیٰ ﷺ کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پسند ہونا

معیت مصطفیٰ ﷺ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بہت پسند تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعارف کئی مقامات پر ان کے ناموں کی بجائے قوموں، قبیلوں کی بجائے یوں کروایا کہ۔ وہ ایمان والے جو میرے نبی (ﷺ) کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ سورۃ الفتح میں جب صحابہ کی شانیں ذکر کیں تو فرمایا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ[1]

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ۔

سورۃ المزمل میں فرمایا،

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ[2]

ترجمہ: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حضور ﷺ کے ساتھ صفت معیت کو ذکر فرمایا۔

صحبت صالح ایسی اکسیر ہے۔ جو انسان کو اپنے مالک کے سامنے جھکنا، عاجزی اختیار کرنا سکھاتی ہے۔ سچی توبہ کا ذریعہ بھی صحبت صالح ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے 99 قتل کیے،

---

[1] الفتح 29:26

[2] المزمل 20:29

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللهَ فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سَوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ قَالَ قَتَادَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَتَاهُ الْمَوْتُ نَأَى بِصَدْرِهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا اس نے ننانوے قتل کیے، پھر اس نے زمین پر بسنے والوں میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کون ہے۔) اسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور پوچھا کہ اس (میں نے) نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کے لیے (میرے لئے) توبہ (کی کوئی سبیل) ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور اس (کے قتل) سے سو قتل پورے کر لیے۔ اس نے پھر اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا۔ اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ تو اس نے (جا کر) کہا: اس نے (میں نے) سو قتل کیے ہیں، کیا اس کے لیے (میرے لئے) توبہ (کا امکان) ہے؟ اس (عالم) نے کہا: ہاں، اس کے

[1] صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قَبُولِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ وَإِنْ كَثُرَ قَتْلُهُ، رقم: 2766

اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ تم فلاں فلاں سرزمین پر چلے جاؤ، وہاں (ایسے) لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اپنی سرزمین پر واپس نہ آو، یہ بُری (باتوں سے بھری ہوئی) سرزمین ہے۔ وہ چل پڑا، یہاں تک کہ جب آدھا راستہ طے کر لیا تو اسے موت آلیا۔ اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتا ہوا اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کر کے آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کبھی نیکی کا کوئی کام نہیں کیا۔ تو ایک فرشتہ آدمی کے روپ میں ان کے پاس آیا، انہوں نے اسے اپنے درمیان (ثالث) مقرر کر لیا۔ اس نے کہا: دونوں زمینوں کے درمیان فاصلہ ماپ لو، وہ دونوں میں سے جس زمین کے زیادہ قریب ہو تو وہ اسی (زمین کے لوگوں) میں سے ہو گا۔ انہوں نے مسافت کو ماپا تو اسے اس زمین کے قریب تر پایا جس کی طرف وہ جا رہا تھا، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

اس حدیث مبارکہ میں تو صحبت صالح میں پہنچ کر ہی توبہ کرنا تو درکنار صرف ارادہ کیا نیک لوگوں کی طرف جانے کا تو راستے میں موت واقع ہوئی تو صرف ارادے کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی گئی۔

جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی صحبت میں بیٹھ کر ان کی معیت، سنگت اور غلامی اختیار کرتے گئے ان کو بندگی ملتی گئی۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں جائیں تو مجرموں کو قربت الٰہی اور احکام الٰہی پر عمل کرنے والا بنا دیں۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں تو فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کو توحید الٰہی کا جام پلا دیں اور ہمارے اور سب نبیوں کے امام ﷺ ہوں تو ظلم و بربریت کے ماحول میں اپنے قلب منور کی روشنی سے سب اندھیروں کو مٹا دیں، کفار اور مشرکین کو مُوَحِّد اور مخلص مسلمان بنا دیں۔ ظلم

کرنے والوں کو رحم کرنے والا بنا دیں، ظلم کرنے والوں کو منصف بنا دیں۔ یہ سب آپ ﷺ کی صحبت مبارکہ کی برکات تھیں۔

پھر جب سلسلہ نبوت امام الانبیاء ﷺ پر ختم ہو گیا تو اب نبی تو نہیں آ سکتا لیکن دین پھر بھی قیامت تک قائم رہے گا۔ وہ کیسے قائم رہے گا؟ جیسے آپ ﷺ کے وصال باکمال ظاہری کے بعد آپ کی صحبت سے فیض یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت و سنگت کی برکت سے اسلام پھیلتا رہا۔ جو ان کے ساتھ جڑتا گیا اس کو دین کی اصل نصیب ہوتی گئی۔ اور وہ کامل بندے بنتے گئے۔

یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ قیامت تک انسان رہیں گے یعنی انسانیت قائم رہے گی۔ تو جب تک انسانیت قائم ہے ان کی ہدایت کا بندوبست اور انتظام مالک الملک نے فرمایا ہے اور یہ حکم كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ[1] سے ظاہر ہے کیونکہ قرآن کریم ہر دور کے افراد کیلئے ہدایت ہے اور قرآن کا حکم کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ قیامت تک کیلئے ہے۔ کیونکہ یہ حکم منسوخ نہیں نہ ہی مقید ہے اور نہ ہی مؤخر ہے۔ اس کیلئے جب تک لوگ یعنی انسان ہوں گے تب تک سچوں کا وجود بھی رہے گا۔ جن سے صدق و صفا کی روشنی خالص دین اور للہیت کا فیض ملتا رہے گا۔ عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے یہ بات واضح ہے کہ انسان جس طرح کی صحبت اختیار کرتا ہے اس پر اسی طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں قرآن کریم کی متعدد آیات سے صحبت صالحہ کے اثرات کا ثبوت ملتا ہے۔

---

[1] التوبۃ 9:119

اسی طرح فرامین مصطفیٰ ﷺ سے بھی صحبت کے اثرات مرتب ہونے کے بارے میں ثبوت ملتے ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً [1]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پالو گے۔ یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پاسکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پالو گے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے اچھی صحبت و معیت کو خوشبو والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ کہ اس کے پاس بیٹھنے سے بھلا ہی ہو گا۔ اچھائی ہی ملے گی۔ یا تو خوشبو سے معطر ہونے کی صورت میں یا خوشبو خریدنے کی صورت میں۔ اور بری صحبت کو لوہار کی دکان کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جہاں سے ناچاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کچھ ناپسندیدہ چیز انسان پر اثر کرتی ہے۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ: قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُولُ! قَالَ: قُلْتُ: نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَوَاللهِ إِنَّا

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ، رقم: 2101

لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا. فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَمَا ذَاكَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلاَدَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً. ثَلاَثَ مَرَّاتٍ[1]

ترجمہ: حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا: اے حنظلہ! تم کیسے ہو؟ میں نے کہا: حنظلہ منافق ہو گیا، حضرت ابو بکر نے کہا: سبحان اللہ! تم کیسی بات کر رہے ہو، میں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحت کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہم گویا کہ جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بہ خدا! اس قسم کا معاملہ تو ہمیں بھی پیش آتا ہے، پھر میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے کہا: یارسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے ہیں، حتیٰ کہ گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور نار کو دیکھتے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت

[1] صَحِيح مُسْلِم، كِتَابُ التَّوْبَةِ، باب فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ، رقم: 6966

میں میری جان ہے، تم میرے پاس اور دورانِ ذکر جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمہاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمہارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ ! یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی صحبت مبارکہ کے اثرات خود حضور ﷺ سے عرض کیے۔ جن کو سن کر آپ علیہ السلام نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ یہ کیفیت اعلیٰ ہے یعنی فرشتے بھی اس کیفیت والے اشخاص سے مصافحہ کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ کیفیت ہر وقت نہیں ہوتی یہ صرف صحبت مصطفیٰ ﷺ میں قائم رہ سکتی ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِی حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. فَقَالَ عِنْدِی خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلْنِی تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ. حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ. فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. فَقَالَ عِنْدِی مَا قُلْتُ لَكَ. فَقَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، يَا مُحَمَّدُ وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى الأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَیَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَیَّ، وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَیَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَیَّ، وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضُ إِلَیَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلاَدِ إِلَیَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِی وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ

قَائِلٌ صَبَوْتَ. قَالَ لَا، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَا وَاللهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے (سرداروں میں سے) ثمامہ بن اثال نامی ایک شخص کو پکڑ کر لائے اور مسجد نبوی شریف کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور پوچھا: ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ (میں تیرے ساتھ کیا کروں گا) انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! میرے پاس خیر ہے (اس کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کردیں تو آپ ایک شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے، اس نے جنگ میں مسلمانوں کو مارا اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو (احسان کرنے والے کا) شکر ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کرسکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے، دوسرے دن آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ثمامہ، اب تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا، وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں، کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو شکر ادا کرتا ہے۔ آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے، تیسرے دن پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: اب تو کیا سمجھتا ہے، ثمامہ؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ ﷺ سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی شریف سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کرکے مسجد نبوی شریف میں واپس حاضر ہوئے اور پڑھا: **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ** اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے انور سے زیادہ میرے لئے برا نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے اقدس سے زیادہ کوئی چہرہ میرے لئے محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ، رقم: 4372

دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ برا مجھے نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا ہوں اور بخدا! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ صحبت صالح اور کامل کی توجہ انسان کے دل کو کفر سے ایمان اور بغض مصطفیٰ ﷺ سے محبت مصطفیٰ ﷺ میں بدل دیتی ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ کی نگاہِ پر فیض اور توجہ سے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے دل میں ایمان داخل ہو گیا، اور ان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کامل ہو گئی۔ اور جس کو آپ سے محبت ہو گئی اس کو دین کی اصل حاصل ہو گئی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی محبت حقیقت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے محبت ہے۔

دوسرے الفاظ میں دین ہے ہی آپ ﷺ کی محبت کا نام کیونکہ جس نے آپ سے جتنی محبت کی اس کو اتنی ہی دین کی آگاہی نصیب ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت آپ کے ساتھ سب سے زیادہ تھی تو ان کو ہی گہرائی کے ساتھ دین کی سمجھ آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثٌ : النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ وَإِنْفَاقُ مَالِيْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ وَأَنْ تَكُوْنَ ابْنَتِيْ تَحْتَ رَسُوْلِ اللهِ[1]

[1] منبہات لابن الحجر العسقلانی

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا میں تین ہی چیزیں مجھے محبوب ہیں: آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ ﷺ کے عقد میں آنا۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ نے اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ مجھے جان ومال، اولاد سب سے زیادہ لگن اور محبت آپ ﷺ کے ساتھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی توجہات سے ترک معصیت اور اصلاح احوال

رحمتِ عالم ﷺ کی صحبت مبارکہ سے فیض پانے کے باعث، یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم سے مستفیض ہو کر ان کے قلوب یوں روشنی پا چکے تھے کہ ان پر معصیت و نافرمانی کی ماہیت حقیقتاً واضح ہو چکی تھی۔ ان کو گناہ نجس محسوس ہوتا تھا اس برا محسوس ہونے کی بنا پر دل نافرمانی سے یوں اچاٹ ہوئے تھے کہ پھر کسی دنیاوی فائدہ کی کشش ان کو اس طرف دوبارہ نہ کھینچ سکی۔

حدیث مبارکہ میں بیان ہوتا ہے:

عَنْ نَافِعِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَتَّجِرُ بِالْخَمْرِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَّهُ أَقْبَلَ مِنَ الشَّامِ وَمَعَهُ خَمْرٌ فِي الزِّقَاقِ يُرِيدُ بِهَا التِّجَارَةَ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي جِئْتُكَ بِشَرَابٍ جَيِّدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا كَيْسَانُ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ بَعْدَكَ قَالَ أَفَأَبِيعُهَا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ وَحُرِّمَ ثَمَنُهَا فَانْطَلَقَ كَيْسَانُ إِلَى الزِّقَاقِ فَأَخَذَ بِأَرْجُلِهَا ثُمَّ أَهْرَقَهَا[1]

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الكوفيين، حديث كيسان، رقم: 18960

ترجمہ: حضرت کیسان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں شراب کی تجارت کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ شام سے واپس آئے تو ان کے ساتھ شراب کے بہت سے مٹکے تھے جو تجارت کے ارادے سے وہ لائے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے پاس بڑی عمدہ شراب لے کر آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیسان! وہ تو تمہارے پیچھے حرام ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں اسے بیچ سکتا ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شراب بھی حرام ہو چکی اور اس کی قیمت بھی، چنانچہ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ واپس آئے اور پاؤں سے ٹھوکریں مار مار کر ان مٹکوں کو توڑ ڈالا اور شراب بہا دی۔

غور کریں کہ پہلے پہل ان کا کسب ہی شراب کی تجارت سے تھا مگر حکم سنتے ہی دل نے اسی طرح تسلیم کیا کہ اک لمحہ کو بھی یہ نہ سوچا کہ یوں تو سارا ہی سامانِ تجارت غارت ہوا چاہتا ہے۔ دل نے نجس تسلیم کیا، طبیعت ایسی اچاٹ ہوئی کہ دوبارہ اس کی طرف مائل ہو کر کوئی مادی فائدہ حاصل کرنا بھی گوارا نہ کیا۔

اس ضمن میں حدیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہے:

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَأَبَا دُجَانَةَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَنْصَارِ رضی اللہ عنہم فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ فَقَالَ حَدَثَ خَبَرٌ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ فَكَفَأْنَا قَالَ وَمَا هِيَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الْفَضِيخُ خَلِيطُ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ قَالَ وَقَالَ أَنَسٌ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَإِنَّ عَامَّةَ خُمُورِهِمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخُ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو دجانہ رضوان اللہ علیہم اور کچھ دوسرے انصاری لوگوں کو

1 اخرجہ النسائی فی السنن، کتاب الأشربة، ذکر الشراب الذی اھریق بتحریم الخمر، رقم: 5544

کچی کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ ہمارے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: ایک نیا حکم جاری ہوا ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم اتر آیا ہے۔ ہم نے شراب انڈیل دی، حالانکہ وہ اس دن کچی کھجوروں اور خشک کھجوروں کو ملا کر تیار کی گئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شراب حرام کی گئی تو لوگوں کی عام شراب کھجوروں سے تیار کردہ تھی۔

ترک معصیت اور اصلاح احوال ان کے شب و روز کا حصہ بن جانا، اس صحبت مبارکہ سے حاصل کردہ تزکیہ باطن کا مرہون منت تھا۔ نور نبوت سے دلوں کے منور ہو جانے کا اعجاز تھا کہ وہ حکم سننے سے پہلے اس پر عمل پیرا ہونے کو تیار ہوا کرتے تھے اور معلومات حاصل ہوتے ہی فوراً عمل میں نہ صرف جھلکنے لگتی تھی بلکہ وہ دائمی طور پر مزاج کا حصہ بن کر خود بخود استقامتِ احوال کی منزل کو پہنچ جایا کرتے تھے۔

پیر کامل ﷺ کی صحبت اور تربیت یافتہ مکرم حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک حیات ہمارے لئے راہنمائی کا چراغ روشن کئے ہوئے ہے۔

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ لاَ أَدَعَ شَيْئًا مِنَ الْبِرِّ وَالإِثْمِ إِلاَّ سَأَلْتُهُ عَنْهُ ، وَإِذَا عِنْدَهُ جَمْعٌ ، فَذَهَبْتُ أَتَخَطَّى النَّاسَ ، فَقَالُوا : إِلَيْكَ يَا وَابِصَةُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، إِلَيْكَ يَا وَابِصَةُ ، فَقُلْتُ : أَنَا وَابِصَةُ ، دَعُونِي أَدْنُو مِنْهُ ، فَإِنَّهُ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ أَنْ أَدْنُوَ مِنْهُ ، فَقَالَ لِي : ادْنُ يَا وَابِصَةُ ، ادْنُ يَا وَابِصَةُ ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى مَسَّتْ رُكْبَتِي رُكْبَتَهُ، فَقَالَ: يَا وَابِصَةُ أُخْبِرُكَ مَا جِئْتَ تَسْأَلُنِي عَنْهُ ، أَوْ تَسْأَلُنِي فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ فَأَخْبِرْنِي ، قَالَ : جِئْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْبِرِّ وَالإِثْمِ قُلْتُ : نَعَمْ ، فَجَمَعَ أَصَابِعَهُ الثَّلاَثَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهَا فِي صَدْرِي ، وَيَقُولُ : يَا وَابِصَةُ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ ، الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ ، وَاطْمَأَنَّتْ

إِلَيْهِ النَّفْسُ ، وَالإِثْمُ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ ، وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ. قَالَ سُفْيَانُ : وَأَفْتَوْكَ.[1]

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرا ارادہ تھا کہ میں کوئی نیکی اور گناہ ایسا نہیں چھوڑوں گا جس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھ نہ لوں۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں لوگوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھنے لگا، لوگ کہنے لگے اے وابصہ! حضور نبی اکرم ﷺ سے پیچھے ہٹو۔ میں نے کہا کہ میں وابصہ ہوں، مجھے ان کے قریب جانے دو، کیونکہ مجھے تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان کے قریب ہونا پسند ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے وابصہ! قریب آجاؤ۔ چنانچہ میں اتنا قریب ہوا کہ میرا گھٹنا حضور نبی اکرم ﷺ کے گھٹنے سے لگنے لگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے وابصہ! میں تمہیں بتاؤں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنے کے لئے آئے ہو یا تم خود ہی پوچھو گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہی بتایئے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے کے لئے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی تین انگلیاں اکٹھی کیں اور ان سے میرے سینے کو کریدنا شروع کر دیا، آپ ﷺ نے (میرے باطن کا تزکیہ فرمانے کے بعد) فرمایا: وابصہ! اپنے نفس سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہوتی ہے جس میں دل مطمئن ہوتا ہے اور نفس کو سکون ملتا ہے، اور گناہ وہ ہوتا ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتا ہے اور دل میں تردد رہتا ہے، اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیتے رہیں۔

[1] مسند أحمد بن حنبل ، مسند الشاميين ، حديث وابصة بن معبد الأسدي نزل الرقة رضى الله عنه، رقم:18001 وكذا في مسند أبي يعلى ، مسند وابصه بن معبد، رقم:1587 ، وشرح مشكل الآثار ، الجزء5 ، باب بيان مشكل ماروى عن رسول الله ﷺ في البر والاثم ماهما؟، رقم:2131 وحلية الأولياء، ذكر اهل الصفة ، يسار ابوفكيهه ، ج2 ، ص:24

رسول اللہ ﷺ کے توجہ فرمانے کا انداز

رحمتِ دو عالم ﷺ جب توجہ فرماتے تو ساتھ اپنے دستِ اقدس اور مبارک انگلیوں سے صحابہ کرام کے سینوں پر ضربیں لگاتے، دستِ مبارک دلوں پر رکھتے اور سینوں اور سروں پر بھی پھیرتے۔

یہاں آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توجہ و تصرف فرمانے کی پیاری سنت اور پر نور اداؤں کا تذکرہ مستند احادیث شریفہ کی روشنی میں پیش خدمت ہے۔

عَنْ أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: کُنْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ یُصَلِّی فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْکَرْتُهَا عَلَیْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوَی قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَیْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِیعًا عَلَی رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْکَرْتُهَا عَلَیْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَی قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَرَأَا فَحَسَّنَ النَّبِیُّ ﷺ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِی نَفْسِی مِنَ التَّکْذِیبِ وَلَا إِذْ کُنْتُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا رَأَی رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِیَنِی ضَرَبَ فِی صَدْرِی فَفِضْتُ عَرَقًا وَکَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَی اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَقًا فَقَالَ لِی یَا أُبَیُّ أُرْسِلَ إِلَیَّ أَنِ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَی حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَیْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَی أُمَّتِی فَرَدَّ إِلَیَّ الثَّانِیَةَ اقْرَأْهُ عَلَی حَرْفَیْنِ فَرَدَدْتُ إِلَیْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَی أُمَّتِی فَرَدَّ إِلَیَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلَی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَلَکَ بِکُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُکَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِیهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِی اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِی وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِیَوْمٍ یَرْغَبُ إِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّهُمْ حَتّٰی إِبْرَاهِیمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ[1]

[1] صَحِیح مُسْلِم، کِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِینَ، باب بَیَانِ أَنَّ الْقُرْآنَ عَلَی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَبَیَانِ مَعْنَاهُ، رقم: 820 و مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث عبد الرحمٰن بن ابی لیلی عن ابی بن کعب، رقم: 21171 و صحیح ابن حبان، النوع العشرون، ذکر تفضل اللہ جل وعلا علی صفیه ﷺ بکل مسألة سأل بها التخفیف عن أمته فی قراءة القرآن بدعوة مستجابة، رقم: 3770 و السنن الکبری للبیهقی، باب وجوب القراءة علی ما نزل من الأحرف السبعة دون غیرهن من اللغات، رقم: 3987 و مستخرج أبی عوانة، مبتدأ فضائل القرآن وما فیه، باب بیان السعة فی قراءة القرآن إذا لم یحل المعنی ولم یختلف فی حلال ولا حرام، وأن النبی ﷺ أعطی بکل حرف مسألة یسألها، رقم: 4283

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لیے غیر مانوس تھی۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ایک اور طرح سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس شخص نے اس طرح قرآن مجید پڑھا جو میرے لیے غیر مانوس تھا اور دوسرا شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا جس سے میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے (اندر کے) اس حال کو دیکھا تو میرے سینہ پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابی! پہلے مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے تیسری بار سات حروف (لغات) پر پڑھنے کا حکم ہوا، اور فرمایا تم نے جتنی بار امت پر آسانی کے لیے دعا کی ہے اتنی بار کے عوض تم ہم سے ایک دعا مانگ لو! میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما! اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری بار کی دعا میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتّٰی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف متوجہ ہونگے۔

نبی اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ میں بیٹھنے سے صحابہ کے دل آپ کی توجہ مبارکہ سے پاک ہو جاتے تھے جیساکہ حدیث پاک میں ارشاد ہے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ضَرَبَ صَدْرَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِيَدِهِ حِينَ أَسْلَمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهُوَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِهِ مِنْ غِلٍّ وَأَبْدِلْهُ إِيمَانًا يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثًا[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ ان کے سینے پر ضرب لگائی، یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ ان کے سینے سے ہر طرح کا کینہ نکال دے اور اس کے بدلے انہیں ایمانِ کامل عطا فرما۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

صحبتِ نبوی ﷺ کی برکت سے کفار کو بھی نہ صرف ایمان کی دولت میسر آتی تھی بلکہ سینہ میں پائی جانے والی دشمنی محبت میں بدل جاتی تھی جیساکہ حدیث پاک ہے

عَنْ شَيْبَةَ رضی الله عنه، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ، وَاللهِ مَا أَخْرَجَنِيَ الإِسْلامُ، وَلا مَعْرِفَةٌ بِهِ، وَلَكِنِّي أَنِفْتُ أَنْ تَظْهَرَ هَوَازِنُ عَلَى قُرَيْشٍ، فَقُلْتُ وَأَنَا وَاقِفٌ مَعَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَرَى خَيْلا بَلْقَاءَ. قَالَ: يَا شَيْبَةُ، إِنَّهُ لا يَرَاهَا إِلا كَافِرٌ. فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى صَدْرِي، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِ شَيْبَةَ، ثُمَّ ضَرَبَهَا الثَّانِيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِ شَيْبَةَ، ثُمَّ ضَرَبَهَا الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِ شَيْبَةَ، فَوَاللهِ مَا رَفَعَ يَدَهُ مِنْ صَدْرِي مِنَ الثَّالِثَةِ حَتَّى مَا كَانَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ[2]

[1] مستدرك الحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، ومن مناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه، رقم: 4492 و المعجم الكبير للطبرانى، باب العين، سالم عن ابن عمر، رقم: 13191

[2] المعجم الكبير للطبرانى، كتاب الشين، باب من اسمه شيبة، رقم: 7191

ترجمہ: حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے دن میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا۔ اللہ کی قسم میں اسلام یا اس کی معرفت کی بناء پر نہیں نکلا تھا، بلکہ قریش پر ہوازن کا غلبہ مجھے ناپسند تھا۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں تو سیاہ اور سفید داغوں والے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بجز کافر کے کسی اور کو دکھائی نہیں دیتے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میرے سینے پر ضرب لگائی اور دعا کی: اے اللہ! شیبہ کو ہدایت نصیب فرما۔ پھر دوسری مرتبہ اپنے دست مبارک سے میرے سینے پر ضرب لگائی اور دعا کی: اے اللہ! شیبہ کو ہدایت نصیب فرما اور تیسری مرتبہ اپنے دست مبارک سے میرے سینے پر ضرب لگا کر آپ ﷺ نے یہی دعا کی۔ اللہ کی قسم، تیسری مرتبہ میرے سینے سے آپ ﷺ کا ہاتھ اٹھانا ہی تھا کہ آپ ﷺ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

صراط مستقیم پر ثابت قدمی اور شریعتِ مطاہرہ پر دوام

صحبت صالح نہ ایمان کا ذریعہ بلکہ انسان کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے

عَنْ جَرِيرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلاَ رَآنِي إِلاَّ تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي. وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لاَ أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ: اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا.

كذا في دلائل النبوة للبيهقي المجلد الخامس، باب قصة صفوان بن أمية وعكرمة بن أبي جهل وقصة امرأتيهما، ج5، ص:97، وأخبار مكة في قديم الدهر وحديثه للفاكهي، ذكر حدود مسفلة مكة الشامية وما يعرف فيها من الأسماء والمواضع والجبال فيما أحاط به الحرم، ذكر المواضع التي دخلها رسول الله ﷺ وأصحابه رضي الله عنهم والتابعون بعده بالقرب من مكة للحرب وغيرها وتفسير ذلك، رقم 2899 وتفسير ابن كثير ج4، ص129

وفی روایة أخری : فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ[1].

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا آنحضرت ﷺ نے (اپنے پاس آنے سے) کبھی نہیں روکا اور جب بھی آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرائے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ پاتا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) اور دعا کی کہ اے اللہ! اس کو ٹھہرا دے اور اسے ہدایت کرنے والا نیز ہدایت یافتہ بنادے۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے: پس آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا تو میں نے آپ کے دستِ انور کا اثر اپنے سینے کے اندر محسوس کیا اور پھر آپ نے یہ دعا مانگی، اے اللہ! اس کو ٹھہرا دے اور اسے ہدایت کرنے والا نیز ہدایت یافتہ بنادے۔ یہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

حضور ﷺ کی صحبت اور توجہ سے کاملیتِ ایمان کا ملنا

صحبت مصطفیٰ ﷺ کی برکات سے صحابہ کرام کی زندگیوں کا ہر ہر پہلو ہی مزین و منور تھا اور ہر اچھائی کی بنیاد ان کے لیے ذات مصطفیٰ ﷺ تھی اور آپ کی توجہ مبارکہ ان کی ہدایت کا ذریعہ تھی۔

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ قَرَأَ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ، فَأَخَذَ عَلَيْهِ عُمَرُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللهِ لَقَدْ قَرَأْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَمَا غَيَّرَ عَلَيَّ فَقَضَى لَهُمْ أَنَّهُمُ اجْتَمَعُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَرَأَ الرَّجُلُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ: قَدْ أَحْسَنْتَ، وَكَانَ عُمَرُ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ، قَالَ: وَعَرَفَ نَبِيُّ اللهِ ذَاكَ مِنْهُ،

[1] صَحِيحُ الْبُخَارِيّ ○ كِتَابُ الأَدَبِ ○ باب التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ، رقم: 6089 ، کذا فی السنن الکبری للنسائی، کتاب السیر، توجیه البشری، رقم 8618

فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِ عُمَرَ، فَقَالَ: لِيَقَرَّ الشَّيْطَانُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا عُمَرُ، إِنَّ الْقُرْآنَ كُلَّهُ صَوَابٌ، مَا لَمْ يَجْعَلِ الْعَذَابَ مَغْفِرَةً، وَالْمَغْفِرَةَ عَذَابًا[1].

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن سنا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ٹوکا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم، میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایسی قرأت کی ہے اور انہوں نے مجھے نہیں ٹوکا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ حضرت ابو طلحہ نے قرأت کی اور حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے ٹھیک پڑھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس میں (شک) پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات جان لی اور اپنا دست مبارک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر تین بار مارا اور فرمایا: یہ شیطان کو بھگانے کے لیے تھا۔ اے عمر! بیشک سارا قرآن ٹھیک ہے۔

اگر جناب عمر رضی اللہ عنہ کہ جن کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے، ان کو بھی تو اپنی تربیت کے لیے صحبت مرشد کی احتیاج ہے کہ ان کے سینے کی طہارت بھی توجہ مصطفیٰ ﷺ سے ممکن ہوئی تو چودہ سو سال کے بعد ایک مسلمان صحبت مرشد کے بغیر صراط مستقیم پر تقویٰ و طہارت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہے؟

حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ هِشَامٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْآنَ يَا عُمَرُ[2]

[1] مسند الرویانی ○ أبو طلحة له صحبة، رقم: 1492

[2] صحیح البخاری، کتاب الْأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ، باب کیف کانت یمین رسول اللہ ﷺ، حدیث: 6632

ترجمہ: مجھ سے ابو عقیل زہرہ بن معبد نے بیان کیا، انہوں نے اپنے دادا عبد اللہ بن ہشام سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوا میری اپنی جان کے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔) ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا (جب تک میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت اور توجہ سے ہی کاملیتِ ایمان کا درجہ حاصل ہوا اسی لیے آپ کبھی کبھی اپنے دور خلافت میں اس بات کا ذکر کر کہ رو پڑتے تھے کہ مجھ سے تو نسبت مصطفی ﷺ سے پہلے چند اونٹ بھی نہیں سنبھالے جاتے تھے اور اب (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو کہ حضور ﷺ کی نظر مبارک و صحبت مبارکہ سے نصیب ہوا) اتنا بڑا نظام خلافت چل رہا ہے۔

صحبت مصطفیٰ ﷺ کی برکات انسان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خلیفہ ہونے کے ناطے دنیا و آخرت، حکومت و سیادت، منصب قضاء کو مرضیٔ خدا کے مطابق چلانے کا اہل بھی بنا دیتی ہیں۔

عَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَهْلِ حِمْصَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ. قَالَ: أَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ. قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ

رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلاَ فِي كِتَابِ اللهِ. قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلاَ آلُو. فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَدْرَهُ وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللهِ.[1]

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بھتیجے حارث بن عمر نے حضرت معاذ بن جبل کے حمص والے کئی اصحاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ارشاد ہوا، جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہوگا تو کیسے فیصلہ کروگے؟ عرض گذار ہوئے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ فرمایا کہ اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ عرض گذار ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ۔ فرمایا کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نہ پاؤ اور نہ اللہ کی کتاب میں، تب؟ عرض کی کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کرونگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انکے سینے پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) اور فرمایا: خدا کا شکر ہے جس نے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے شخص کو اس چیز کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو خوش کرے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رضي الله عنه، قَالَ لَمَّا اسْتَعْمَلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الطَّائِفِ جَعَلَ يَعْرِضُ لِي شَيْءٌ فِي صَلاَتِي حَتَّى مَا أَدْرِي مَا أُصَلِّي فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ رَحَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ابْنُ أَبِي الْعَاصِ. قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: مَا جَاءَ بِكَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ عَرَضَ لِي شَيْءٌ فِي صَلاَتِي حَتَّى مَا أَدْرِي مَا أُصَلِّي. قَالَ: ذَاكَ الشَّيْطَانُ ادْنُهْ. فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَجَلَسْتُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيَّ. قَالَ: فَضَرَبَ صَدْرِي بِيَدِهِ وَتَفَلَ فِي فَمِي وَقَالَ: اخْرُجْ عَدُوَّ اللهِ.

[1] سنن أبي داود ○ كتاب الأقضية ○ باب اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ، رقم: 3592، كذا في السنن الكبرى للبيهقي، كتاب آداب القاضي، باب ما يقضي به القاضي ويفتي به المفتي، فإنه غير جائز له أن يقلد أحدا من أهل دهره، ولا أن يحكم أو يفتي بالاستحسان، رقم: 20339 والسنن الصغرى للبيهقي، كتاب آداب القاضي، باب ما يحكم به الحاكم، رقم: 3250، وشرح مشكل الآثار، الجزء9، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ في القضاة: من منهم في النار ومن منهم في الجنة قال أبو جعفر: قد ذكرنا فيما تقدم منا في كتابنا هذا في بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ من قوله لأبي ذر: لا تقضين بين اثنين، رقم: 3582 ومسند عبد بن حميد.

فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ : الْحَقْ بِعَمَلِكَ. قَالَ : فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَعَمْرِي مَا أَحْسِبُهُ خَالَطَنِي بَعْدُ[1].

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جب مجھے طائف کا گورنر بنایا تو میرے دل میں اس قسم کے خیالات آنے لگے کہ مجھے یہ بھی یاد نہ رہتا کہ کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ جب میں نے اپنی یہ حالت دیکھی تو سفر کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر کہا: ابو العاص کا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے دل میں اس قسم کے خیالات آتے ہیں کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطان ہے، آگے آؤ۔ میں ادب سے دوزانو سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سینہ پر اپنے دست مبارک سے ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) اور اپنا لعاب مبارک میرے منہ میں ڈالا اور تین بار فرمایا: اے اللہ کے دشمن نکل جا۔ اس کے بعد فرمایا: اے عثمان، اپنے کام پر جاؤ۔ عثمان فرماتے ہیں: خدا کی قسم اس دن سے شیطان نے اس قسم کے وسوسے میرے دل میں کبھی پیدا نہیں کیے۔

شیطان جو کہ انسان کا ازلی دشمن ہے اسکے حملوں سے بچاؤ بھی صحبت صالح کے بغیر ممکن نہیں

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عَمْرٍو رضى الله عنه قَالَ : أَرَدْتُ قَتْلَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ قَالَ : يَا فُضَالَةُ ، قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : مَا كُنْتَ تُحَدِّثُ بِهِ نَفْسَكَ. قُلْتُ : لَا شَيْءَ ، فَضَحِكَ وَاسْتَغْفَرَ لِي وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي ، فَسَكَنَ قَلْبِي ، فَوَاللهِ مَا رَفَعَهَا حَتَّى مَا خَلَقَ اللهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ[2].

---

[1] سنن ابن ماجه ○ كتاب الطب ○ باب الفزع والأرق وما يتعوذ منه. ، رقم: 3548

[2] الشفا بتعريف حقوق المصطفى ○ القسم الأول في تعظيم العلي الأعلى لقدر النبي المصطفى قولاً وفعلاً ○ الباب الرابع فيما أظهره الله على يديه من المعجزات وشرفه به من الخصائص والكرامات ○ فصل في عصمة الله تعالى له من الناس وكفايته من آذاه.

ترجمہ: فضالہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے فتح مکہ کے دن قصد کیا کہ آپ ﷺ کو شہید کر دوں درآنحالیکہ آپ ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ پس جب میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو فرمایا: کیا فضالہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو اپنے دل میں کیسی باتیں کرتا ہے؟ میں نے کہا: کچھ نہیں۔ تو آپ ﷺ مسکرا دیئے اور میرے لئے استغفار کیا اور اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا، میرے دل میں سکون و قرار ہو گیا۔ خدا کی قسم، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک نہ اٹھایا یہاں تک کہ مخلوق الٰہی میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی چیز مجھے محبوب نہ رہی (یعنی مجھے آپ کی ذات مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئی)۔

قَالَ شَيْبَةُ بن عُثْمَانَ: لَمَّا غَزَا النَّبِيُّ ﷺ حُنَيْنَ، تَذَكَّرْتُ أَبِي، وَعَمِّي قَتَلَهُمَا عَلِيٌّ، وَحَمْزَةُ، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أُدْرِكُ ثَأْرِي فِي مُحَمَّدٍ، فَجِئْتُهُ فَإِذَا الْعَبَّاسُ مِنْ يَمِينِهِ عَلَيْهِ دِرْعٌ بَيْضَاءُ كَأَنَّهَا الْفِضَّةُ فَكَشَفَ عَنْهَا الْعَجَاجَ، فَقُلْتُ: عَمُّهُ لَنْ يَخْذُلَهُ، فَجِئْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَإِذَا أَنَا بِأَبِي سُفْيَانَ بن الْحَارِثِ، فَقُلْتُ: ابْنُ عَمِّهِ وَلَنْ يَخْذُلَهُ، فَجِئْتُهُ مِنْ خَلْفِهِ، فَدَنَوْتُ وَدَنَوْتُ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلا أَنْ أُسَوِّرَهُ سَوْرَةً بِالسَّيْفِ رُفِعَ إِلَيَّ شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ كَأَنَّهُ الْبَرْقُ، فَخِفْتُ أَنْ يَمْحَشَنِي، فَنَكَصْتُ الْقَهْقَرَى، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ: تَعَالَ يَا شَيْبُ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي، فَاسْتَخْرَجَ اللهُ الشَّيْطَانَ مِنْ قَلْبِي، فَرَفَعْتُ إِلَيْهِ بَصَرِي، وَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ سَمْعِي وَمِنْ بَصَرِي وَمِنْ كَذَا، فَقَالَ لِي: يَا شَيْبُ قَاتِلِ الْكُفَّارَ[1] ...إلخ

كذا في والسيرة النبوية لابن هشام والسيرة النبوية لابن كثير والبداية والنهاية لابن كثير والسيرة الحلبية لعلي بن برهان الدين الحلبي والسيرة ابن هشام كذا في التفسير المظهري وشرح صحيح البخاري للامام شمس الدين السفيري وسبل الهدى والرشاد والروض الأنف في شرح غريب السير

[1] المعجم الكبير للطبراني ○ كتاب الشين ○ باب اسمه شيبة، رقم: 7192

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان نے کہا (جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) کہ جب نبی اکرم ﷺ نے حنین کی جنگ لڑی تو مجھے اپنے باپ اور چچا یاد آئے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ آج کے دن ان کا بدلہ محمد رسول اللہ ﷺ سے لے سکتا ہوں۔ میں حضور ﷺ کے پاس پچھلی طرف سے چھپ کر آیا اور اتنا قریب آگیا کہ تلوار کا وار کر کے باآسانی ان کو شہید کر سکتا تھا۔ فوراً آگ کا ایک شعلہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میری طرف بڑھا تو میں الٹے پاؤں واپس ہونے لگا۔ میری آنکھیں چندھیا گئیں اور ڈرا کہ کہیں میری بینائی زائل نہ ہو جائے۔ الٹے پاؤں پیچھے کی طرف بھاگا کہ فوراً حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے شیبہ! ادھر آؤ۔ میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے دست اقدس میرے سینے پر رکھا۔ (اس کی برکت سے) اللہ نے شیطان کو میرے سینے سے نکال دیا۔ جب میں نے نگاہ اٹھائی اور چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے زیادہ محبوب نظر آنے لگے

یعنی آپ ﷺ کی **صحبت اور توجہ** ہی محبتِ رسول (جو کہ ایمان کی بنیاد ہے) کے حصول کا، شیطان سے بچنے کا حتیٰ کہ اچھائی کے ہر اصول و ضابطے کے ملنے کا مکمل ذریعہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرح صدر اور ہدایت — صحبتِ رسول ﷺ کی توجہات کا فیضان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، کہ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ[1]

[1] الانعام 7:125

ترجمہ: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین کی سمجھ، شرح صدر، ہدایت، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات کی معرفت و پہچان وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی توجہ، سنگت اور صحبت میں میسر آتی تھی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بن الْعَبَّاسِ رضی اللہ عنهما، أَنّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ عَبْدِ اللهِ بن الْعَبَّاسِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَعْطِهِ الْحِكْمَةَ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ فَوَجَدَ عَبْدُ اللهِ بن الْعَبَّاسِ بَرْدَهَا فِي ظَهْرِهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ احْشُ جَوْفَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا، فَلَمْ يَسْتَوْحِشْ فِي نَفْسِهِ إِلَى مَسْأَلَةِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَلَمْ يَزَلْ حَبْرَ هَذِهِ الأُمَّةِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ إِلَيْهِ [1].

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت عطا فرما، قرآن کا علم عطا فرما۔ پھر حضور ﷺ نے ان کے سینے پر اپنا دست اقدس رکھا تو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پیٹ پر بوجھ محسوس کیا۔ پھر حضور ﷺ نے دعا کی: یا اللہ! علم و حکمت سے اس کا پیٹ بھر دے۔ چنانچہ آپ حکمت سے بھرپور تھے، لوگوں کے محتاج نہیں ہوئے حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے حِبرِ امت (آپ کا لقب) کو اپنے پاس بلا لیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ: أَجْلَسَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَرِيباً مِنْهُ وَمَسَحَ بِرَأْسِيْ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِيْ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ [2].

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ○ کتاب التاء، ومن مناقب عبد اللہ بن عباس واخبارہ، رقم: 10585

کذا فی حلیة الأولیاء، عبد اللہ بن عباس، ج1، ص: 316

[2] المعرفة والتاریخ لأبي یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی ○ أخبار عبد اللہ بن عباس وأخبار أبیه العباس بن عبد المطلب، ج1، ص: 518

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے مجھے اپنے قریب بٹھایا اور میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور (پھر) اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دین کی یہ سمجھ رسول اللہ ﷺ کی توجہ، سنگت اور صحبت میں میسر آتی تھی۔اس کی تائید درج ذیل حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ، خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ[1]

ترجمہ: ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، ان سے حمید بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہما نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے۔

یعنی کہ علم دین کا کما حقہ حصول اور سمجھ بغیر مرشدِ کامل کی توجہ کے ممکن نہیں اور علم دین کے بغیر انسان کی ہدایت ممکن نہیں۔

[1] اخرجہ بخاری فی الصحیح، کتاب العلم، باب من یرد اللہ خیرا یفقھہ فی الدین، رقم: 71

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ ، قَالَ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ ، وَأَنَّهُ يَرِدُ عَلَيَّ مِنَ الْقَضَاءِ مَا لَا عِلْمَ لِي بِهِ ، قَالَ : فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي ، وَقَالَ : اللَّهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهُ ، وَاهْدِ قَلْبَهُ فَمَا شَكَكْتُ فِي الْقَضَاءِ أَوْ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ [1].

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں جوان ہوں اور لوگوں کے درمیان مجھے فیصلے کرنے ہوں گے اور میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ فیصلہ کیسے ہوتا ہے۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا: اے اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی شک پیدا نہیں ہوا۔

جس پر بھی رسول اللہ ﷺ کی توجہ اور نگاہِ رحمت و برکت پڑ گئی، اسے کاملیت ایمان، حب رسول اور دین پر مکمل عمل عطا کر گئی۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَيْرِيزٍ أَخْبَرَهُ وَكَانَ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي مَحْذُورَةَ حِينَ جَهَّزَهُ إِلَى الشَّامِ قَالَ : فَقُلْتُ لِأَبِي مَحْذُورَةَ : أَيْ عَمِّ إِنِّي خَارِجٌ إِلَى الشَّامِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ أُسْأَلَ عَنْ تَأْذِينِكَ فَأَخْبَرَنِي قَالَ : نَعَمْ ، خَرَجْتُ فِي نَفَرٍ فَكُنَّا فِي بَعْضِ طَرِيقِ حُنَيْنٍ ، فَقَفَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ ، فَلَقِيَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالصَّلَاةِ ، قَالَ : فَلَمَّا سَمِعْنَا صَوْتَ الْمُؤَذِّنِ وَنَحْنُ مُتَنَكِّبُونَ

[1] سنن ابن ماجة ○ كتاب الاحكام ○ باب ذكر القضاة

المستدرك على الصحيحين للحاكم ○ كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم ○ ، وأما قصة اعتزال محمد بن مسلمة الأنصاری عن البيعة، رقم: 4658

كذا فى مسند الإمام أحمد بن حنبل ، مسند الخلفاء الراشدين ، مسند على بن أبى طالب رضى الله عنه مسند على بن أبى طالب رضى الله عنه ، رقم882 و النسائى فى السنن الكبرى ، كتاب الخصائص، ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لهذا الخبر، رقم8366 و صاحب معجم ابن الأعرابى ، باب الدال، رقم1719 و صاحب المعجم فى أسامى شيوخ أبى بكر الإسماعيل والبداية والنهاية.

فَصَرَخْنَا نَحْكِيهِ وَنَسْتَهْزِئُ بِهِ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ الصَّوْتَ فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا إِلَى أَنْ وَقَفْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّكُمُ الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ قَدِ ارْتَفَعَ فَأَشَارَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ إِلَيَّ وَصَدَّقُوا فَأَرْسَلَ كُلَّهُمْ وَحَبَسَنِي، فَقَالَ: قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ، فَقُمْتُ وَلَا شَيْءَ أَكْرَهُ إِلَيَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَا يَأْمُرُنِي بِهِ، فَقُمْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ التَّأْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: قُلِ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَالَ لِي: ارْجِعْ فَامْدُدْ مِنْ صَوْتِكَ، ثُمَّ قَالَ لِي: قُلْ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ دَعَانِي حِينَ قَضَيْتُ التَّأْذِينَ وَأَعْطَانِي صُرَّةً فِيهَا شَيْءٌ مِنْ فِضَّةٍ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى نَاصِيَةِ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ أَمَرَّهَا عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ أَمَرَّ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ عَلَى كَبِدِهِ حَتَّى بَلَغَتْ يَدُهُ سُرَّةَ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بَارَكَ اللهُ فِيكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مُرْنِي بِالتَّأْذِينِ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: قَدْ أَمَرْتُكَ بِهِ، وَذَهَبَ كُلُّ شَيْءٍ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ وَعَادَ ذَلِكَ كُلُّهُ مَحَبَّةً لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَدِمْتُ عَلَى عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ عَامِلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَذَّنْتُ بِالصَّلَاةِ عَلَى أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ[1].

ترجمہ: عبد اللہ بن محیریز بیان کرتے ہیں، جو کہ (بچپن میں) یتیم ہو جانے کی وجہ سے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت رہے تھے۔ جب انہوں نے ابن محیریز رحمہ اللہ کو شام بھیجا تو انہوں نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے چچا جان! میں شام جا رہا ہوں اور مجھے خدشہ ہے کہ (وہاں) مجھ سے آپ کی اذان کے بارے میں سوال کیا جائے گا (لہٰذا مجھے اذان کا مسئلہ سمجھا

[1] سنن الدارقطني ○ كِتَابُ الصَّلَاةِ ○ بَابٌ فِي ذِكْرِ أَذَانِ أَبِي مَحْذُورَةَ وَاخْتِلَافِ الرِّوَايَاتِ فِيهِ، رقم: 901

دیجیے)۔ تو سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں (میں تمہیں بتلا دیتا ہوں) میں چند افراد کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوا، ہم ابھی حنین کے راستے میں ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس لوٹ رہے تھے۔ چنانچہ راستے میں رسول اللہ ﷺ ہم سے ملے، پھر آپ ﷺ کے مؤذن نے نماز کے لیے اذان کہی۔ اس وقت ہم آپ ﷺ سے برگشتہ تھے (یعنی ابھی ہم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا)۔ جب ہم نے مؤذن کی آواز سنی تو ہم اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے بلند آواز سے اس کی نقل اُتارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری آواز سنی تو چند افراد کو ہماری طرف بھیج دیا، وہ ہمیں لے کر آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے وہ کون ہے جس کی آواز مجھے (زیادہ) بلند سنائی دی تھی؟ سب کے سب لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا۔ ان کی بات درست تھی (واقعتاً میری آواز سب سے بلند تھی)، چنانچہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اُٹھو اور نماز کی اذان کہو۔ میں کھڑا تو ہو گیا لیکن (اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے اور آپ کے اس حکم سے انتہائی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ بہر حال میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود (ایک ایک کلمہ کر کے) اذان سکھائی اور فرمایا: کہو اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، پھر فرمایا: (انہی کلمات کو) دوبارہ پڑھو اور بلند آواز سے کہو: أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ ، اللَّهُ أَكْبَرُ ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ. جب میں نے اذان پوری کر لی تو آپ ﷺ نے مجھے بلا کر ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا، پھر ان کے چہرے پر پھیرا، پھر ان کے سینے پر، پھر ان کے جگر پر، یہاں تک

کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ناف تک جا پہنچا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے مکہ میں اذان کہنے کی اجازت دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں اس کی اجازت دی۔ پھر میرے دل میں رسول اللہ ﷺ سے جتنی بھی نفرت تھی سب ختم ہو چکی تھی (بلکہ) وہ ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ گورنر عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اذان دینے لگا۔

یعنی حضور ﷺ کی توجہ کی برکت سے محبتِ رسول اور ایمان مل گیا

رسول اللہ ﷺ کی توجہ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر کیفیاتِ وجد و حال

صحبت مرشد کامل میں بیٹھنے اور توجہ سے انسان کے اوپر توجہ کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں وہ اثرات ہر انسان کی بناوٹ کے لحاظ سے مختلف ہو سکتے ہیں کسی پر آہ و بکا کسی پر جسم کی حرکت کی صورت میں اور دیگر کئی طرح سے توجہ مرشد کامل کا اظہار ہو سکتا ہے۔ اسے وجد و حال کی کیفیت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر تفصیل کی لیے ہماری کتاب (الأربعین فی الوجد والحال، کیفیاتِ وجد و حال- چالیس احادیث کی روشنی میں) کا مطالعہ کریں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَجَعْفَرُ وَزَيْدٌ قَالَ فَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ مَوْلَايَ فَحَجَلَ قَالَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَنْتَ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي قَالَ فَحَجَلَ وَرَاءَ زَيْدٍ قَالَ وَقَالَ لِي أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ قَالَ فَحَجَلْتُ وَرَاءَ جَعْفَرٍ.[1]

[1] مسند أحمد بن حنبل، مسند الخلفاء الراشدین، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم:856

کذا فی مسند البزار والسنن الکبری وشعب الإیمان للبیہقی. باب الخوف من اللہ تعالی، رقم935

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں، حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو میرا مولیٰ ہے! تو حضرت زید رضی اللہ عنہ (اس قول کی لذت سے وجد میں آکر) حجل یعنی ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم سیرت و صورت میں میری طرح ہو! تو حضرت جعفر رضی اللہ بھی عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے ہوں! تو میں بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رقص کرنے لگا۔

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی الله عنه، أَنَّ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ دَخَلَتْهُ خَشْيَةٌ مِنَ النَّارِ فَكَانَ يَبْكِي عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ حَتَّى حَبَسَهُ ذَلِكَ فِي الْبَيْتِ، وَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَهُ فِي الْبَيْتِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ اعْتَنَقَهُ الْفَتَى، وَخَرَّ مَيِّتًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: جَهِّزُوا صَاحِبَكُمْ، فَإِنَّ الْفَرَقَ فَلَذَ كَبِدَهُ[1].

ترجمہ: حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انصار کے ایک جوان کے دل میں جہنم کا خوف بیٹھ گیا تھا۔ جب بھی آگ کا ذکر ہوتا تو وہ رونے لگ جاتا، یہاں تک کہ اس خوف نے اسے گھر میں بند کر دیا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی۔ حضور ﷺ اس کے گھر میں اس کے پاس تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو اس نے حضور ﷺ کے ساتھ معانقہ کیا، یعنی گلے ملا اور گر کر مر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو، بے شک خوف نے اس کے جگر کو پھاڑ دیا ہے۔

[1] شُعَبُ الْإِيمَانِ لِلْبَيْهَقِي ○ الْحَادِي عَشَرَ مِنْ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَهُوَ بَابٌ فِي الْخَوْفِ مِنَ اللهِ تَعَالَى، رقم: 909

یعنی سینہ مبارکِ رسول ﷺ سے خشیہ الٰہی دوسرے سینوں میں منتقل ہوتا تھا جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رضی الله عنها، تَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِي يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِي قَبْرِهِ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي أَيْ بَارَكَ اللهُ لَكَ مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي آخِرِ قَوْلِهِ قَالَ: قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ[1].

ترجمہ: حضرت ابن شہاب، حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے سنا کہ فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر فرمایا جو انسان کو قبر میں ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ نے اسے بیان فرمایا تو مسلمان (خوفِ الٰہی سے وجد و حال میں) چیخنے لگے جس کی وجہ سے میں حضور ﷺ کا ارشاد نہ سُن سکی۔ جب ان کا چیخنا ختم ہوا تو میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے ایک شخص سے دریافت کیا کہ اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے، حضور ﷺ نے آخر میں کیا ارشاد فرمایا؟ اس نے بتایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر وحی آئی ہے کہ قبر میں تمہاری آزمائش ہو گی اور یہ آزمائش فتنہ دجال کی آزمائش کے برابر ہو گی۔ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ پاک میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حافظہ کی کمزوری کے بارے میں عرض کی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے،

[1] سُنَن النسائی ○ کتاب الجنائز ○ باب التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ رقم: 2062

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنْسَاهُ، قَالَ: ابْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهُ، قَالَ: فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ضُمَّهُ، فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ[1]

ترجمہ: وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں آپ ﷺ سے بہت باتیں سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چلو بنائی اور میری چادر میں ڈال دی (فرمایا کہ) چادر کو (لپیٹ لو۔ میں نے چادر کو) اپنے بدن پر (لپیٹ لیا، پھر) اس کے بعد (میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ اور نظریہ تھا کہ ہمیں ظاہری اور باطنی نعمتیں، انوار و تجلیات، سینہ مبارک رسول ﷺ سے ہی نصیب ہوں گے یہاں تک کہ سب نیکیوں کی بنیاد یعنی ایمان کی دولت بھی صحبت نبوی ﷺ سے ہی ملے گی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا

فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے ہر شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

(الأحزاب، 33: 21)

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث: 119

اولیائے کاملین-وارثین رسولِ اکرم ﷺ

لفظ مرشد اور ولی

"مرشد" ارشاد سے بنا ہے جس کے معنی ہیں راستہ دکھانا، راہنمائی کرنا۔ اس لفظ کا مادہ "ر ش د" ہے۔ اور یہ لفظ اور اس کے مختلف متعلقات "مُّرْشِدًا[1]، یَرْشُدُوْنَ[2]، الرُّشْدُ[3]، رُشْدًا[4،5]، رَشَدًا[6،7،8،9،10]، رُشْدَهٗ[11]، الرُّشْدِ[12،13]، الرَّشَادِ[14،15]، بِرَشِیْدٍ[16]، الرَّشِیْدُ[17]، الرّٰشِدُوْنَ[18]، رَّشِیْدٌ[19]"۔

---

[1] الکہف15:17

[2] البقرۃ1:186

[3] البقرۃ1:256

[4] الکہف15:66

[5] النساء4:6

[6] الکہف15:10

[7] الجن29:21

[8] الجن29:14

[9] الجن29:10

[10] الکہف15:24

[11] الانبیاء17:51

[12] الجن29:2

[13] الاعراف:146

[14] المؤمن24:38

[15] المؤمن24:29

[16] الھود11:97

[17] الھود11:87

[18] الحجرات26:7

[19] الھود11:78

قرآن مجید میں، **ہدایت**، **نیک چلنی**، **سیدھا راستہ**، **بھلائی کی راہ** کے معنوں میں وارد ہوئے ہیں۔

مرشد کے معنی ہیں راہنمائی دینے والا، سیدھی راہ دکھانے والا، سیدھا راستہ بتانے والا، ہدایت کرنے والا ، پیر، ہادی اور ولی۔

لفظ **ولی** مشترک ہے اس کے متعدد معانی ہیں جن میں سے معبود، دوست، مددگار، وارث، قریب، حامی کے معنٰی میں قرآن کریم میں مذکور ہے

ولی بمعنٰی معبود

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی[1]

ترجمہ: جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے اور کہتے ہیں کہ نہیں پوجتے ہم انکو مگر اسلئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ۔اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا[2]

تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو معبود بنالیں۔ بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا[3]

ترجمہ: ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا۔ مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔

---

[1] الزمر23:3

[2] الکھف15: 102

[3] العنکبوت20:41

ان آیات میں ولی کا معنیٰ معبود ہے۔

ولی بمعنیٰ وارث

فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ [1]

ترجمہ: تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث و جانشین ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ [2]

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ان کے بعض بعض کے وارث ہیں

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا [3]

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی۔ انہیں ان کی وراثت سے کچھ نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ [4]

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کافر ہیں بعض بعض کے وارث ہیں۔

أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ 5

ترجمہ: رشتہ دار بعض بعض کے وارث ہیں۔

---

[1] مریم16:6

[2] الانفال9:72

[3] التوبہ10:72

[4] الانفال9:73

[5] الانفال9:75

ان آیات میں ولی کا معنیٰ وارث ہے

ولی بمعنیٰ حامی

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِینَ اٰمَنُوا یُخرِجُهُم مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ وَالَّذِینَ کَفَرُوا اَولِیٰٓءُ هُمُ الطَّاغُوتُ یُخرِجُونَهُم مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلُمٰتِ [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی والی ہے کہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حامی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ولی کا معنیٰ حامی ہے

ولی بمعنیٰ قریب یا مالک

اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِهِم وَاَزوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُم [2]

نبی کریم ﷺ زیادہ قریب یا زیادہ مالک ہیں مسلمانوں کے بمقابلہ ان کی جانوں کے اور انکی بیویاں انکی مائیں ہیں۔

اس آیت میں ولی کا معنیٰ قریب یا مالک ہے

ولی بمعنیٰ مددگار

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِینَ اٰمَنُوا الذین یقیمون الصّلٰوة ویُؤتُونَ الزَّکٰوةَ وَهُم رَاکِعُونَ [3]

ترجمہ: تمہارا مددگار صرف اللہ اور اس کے رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔

---

[1] البقرۃ 257:1

[2] الاحزاب 6:21

[3] المائدۃ 55:6

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰىہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ[1]

ترجمہ: بیشک اللہ خود ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

فَاجعَل لَّنَا مِن لَّدُنکَ وَلِیًّا وَاجعَل لَّنَا مِن لَّدُنکَ نَصِیراً[2]

ترجمہ: پس بنادے تو ہمارے لئے اپنے پاس سے ولی اور بنادے ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار۔

وَمَن یَّلعَنِ اللّٰہُ فَلَن تَجِدَ لَہٗ نَصِیرًا[3]

ترجمہ: اور جس پر خدا لعنت کردے اس کے لئے مددگار کوئی نہ پاؤ گے۔

وَمَن یُضلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِن وَّلِیٍّ مِن بَعدِہٖ[4]

ترجمہ: اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے پیچھے کوئی مددگار نہیں۔

ان آیات میں ولی کا معنٰی وارث ہے

ولی بمعنٰی دوست

نَحنُ اَولِیَآءُ کُم فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَفِی الاٰخِرَۃِ[5]

ترجمہ: ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں۔

---

[1] التحریم 4:28

[2] النساء 74:4

[3] النساء 52:4

[4] الشوریٰ 44:25

[5] حم السجدۃ 31:24

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ [1]

ترجمہ: خبردار! بے شک اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ [2]

ترجمہ: اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان آیات میں ولی کا معنٰی دوست ہے

ولی بمعنٰی ہادی

مَن يُضْلِلْهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا [3]

ترجمہ: جسے اللہ گمراہ کر دے اس کیلئے ہادی مرشد آپ نہ پائیں گے۔

اس آیت میں ولی کا معنٰی ہدایت دینے والا ہے

اصطلاح شریعت و طریقت میں (ولی) اس نیک و صالح شخص کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو دین کا راستہ بتلاتا ہو اور ''مرشد'' اس شیخ و پیرِ کامل کو کہتے ہیں جس نے اتباع شریعت اور احوال طریقت میں خود میں کمال پیدا کر لیا ہو اور اس کے کامل یا قابل ارشاد و تلقین ہونے کی تصدیق کسی دوسرے شیخ کامل نے کر دی ہو۔ جس کی علامت یہ ہے کہ گناہوں سے بالخصوص کبائر سے بچنے کا اہتمام کرتا ہو، فرائض و واجبات کے ساتھ دیگر باتوں میں احکام شرع کا پابند ہو، حرص دنیا سے مجتنب ہو کر فکر آخرت کی طرف متوجہ ہو نیز اس نے کسی کامل کی صحبت میں رہ کر اپنے باطن کا تزکیہ کیا ہو اس کی یہ خوبی بھی ہو کہ دوسروں کو اس کی صحبت میں

---

[1] یونس 11: 63

[2] البقرۃ 1: 107

[3] الکہف 15: 17

بیٹھنے سے دنیا سے بے توجہی و آخرت کی رغبت اور اللہ تعالی کی یاد پیدا ہوتی ہو۔ مرشد کے ساتھ تعلق اور اس کے اثر کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے

> يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ[1]
>
> ترجمہ: قیامت میں ہم سب کو امام کے ساتھ بلائیں گے۔
>
> مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا[2]
>
> ترجمہ: جس کو خدا ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی ولی اور مرشد نہ پاؤ گے۔

جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو تو اس کے لئے کوئی مددگار ہدایت دینے والا نہیں پائے گا۔ یعنی وہ گمراہ ہے جو کہ ولی اور مرشد کی نسبت سے محروم رہتا ہے۔

صحبتِ مرشد اختیار کرنے کا حکم

تزکیہ نفس کے حصول اور قرب الٰہی کیلئے صحبت مبارکہ اختیار کرنے کا حکم نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جَاءُوكَ فرما کر تزکیہ نفس اور حصولِ توبہ کیلئے حضور ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی طریق آنے والی امت کیلئے بھی قرآنی نص کے عین مطابق حکم جاری فرمایا گیا ہے۔

> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ[3]
>
> ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔

---

[1] بنی اسرائیل 15 :71

[2] الکہف 15 :17

3 التوبہ 10 :119

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

ایمان والوں کو خطاب فرمایا گیا کہ اے ایمان والو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرو، ڈرتے رہو اور یہ حالت کیسے میسر آئے گی؟ بتادیا گیا کہ صادقین، صالحین، اللہ سبحانہ و تعالیٰ والوں کی نسبت و صحبت میں رہو یہ نسبت سنگت و صحبت تمہارے دلوں کو تقویٰ والا بنا کر تزکیہ نفس عطا کر دے گی۔ ارشاد پاک میں لفظ "کونوا" کا ذکر آیا۔ یہ فعل امر ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ اپنے آپ کو اولیاء اللہ اور صالحین کی نسبت و سنگت میں رکھو تاکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہو جائے اور تمہاری زندگیاں منشاءالٰہی کے مطابق ہو جائیں۔

مزید فرمایا گیا:

إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں (یعنی نیکوکاروں) کے قریب ہوتی ہے۔

واضح طور پر فرمایا گیا کہ رحمت کی تلاش ہو تو محبین اور عارفین کے قرب میں چلے آؤ۔ اور پھر ان صادقین کی صحبت کو لازم پکڑے رہو۔ ان کی سنگت دائمی طور پر اختیار کیے رکھو تاکہ رحمتوں کا رخ تمہاری جانب رہے اور تمہیں تزکیہ نفس حاصل ہو جائے، خشیت الٰہی تمہارے قلوب کا حصہ رہے۔ تاکہ ترکِ معصیت اور اصلاح احوال بلا تکلف عمل میں جاری ہو سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں انقلاب آقا کریم ﷺ کی صحبت مبارکہ کے فیض سے تھا۔ پیرِ کامل کے ساتھ نسبت اختیار کرنے اور اس فیض رساں صحبت کو اختیار کئے رکھنے کا اعجاز تھا کہ انہیں

1 المائدۃ 6: 35

2 الاعراف 8: 56

رضائے الٰہی کی سند عطا ہوئی اور قرآن میں متعدد مقامات پر انہیں رضی اللہ عنہم سے پکار کر یہ اعزاز عطا کیا گیا۔ سلسلہ نبوت پورا ہونے کے بعد بھی تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور بندگی کے حصول کا یہی طریقہ جاری رہا اور قیامت تک جاری رہنے والا ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین کا حضور ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد نسبت اور صحبت اختیار کرنا

آقا کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین اور پھر ان سے تبع تابعین نے یوں ہی نسبت اختیار کی، صحبت سے فیض پایا اور مقصد حیات یعنی بندگیِ خداوندی حاصل کی رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ آنے والی امت کیلئے یونہی جاری وساری کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.[1]

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔

[1] خرجه بخاری فی الصحیح کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: 3455

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بعد امت کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اقتداء کا حکم دیا اور فرمایا،

فَاقْتَدُوا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي - وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ[1]

ترجمہ: ان دو شخصوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضوان اللہ علیہما۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا،

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ[2]

ترجمہ: میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا،

مَا صَبَّ اللهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا صَبَبْتُهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے کے اندر رکھا میں نے اسے ابو بکر کے سینے کے اندر منتقل کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علوم و معارف، اسرار و رموز اور معرفت الٰہی کے انوار کی منتقلی کی نسبت اپنے اَلَمْ نَشْرَحْ[4] کی شان والے سینہ مبارک سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف فرمائی ہے۔ اسی طرح دیگر احادیث صحیحہ میں ان انوار و تجلیات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ

[1] سنن الترمذی- ابواب المناقب- باب (اقتدو بالذین من بعدی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنهما، رقم: 3663

[2] سنن ابوداؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة، رقم: 4607

[3] الحاوی للفتاوی: عبد الرحمن بن أبی بکر، جلال الدین السیوطی، کتاب الادب و الرقائق، باب آخر العجاجة الزرنبية فی السلالة الزینبیة، ج 2، ص: 41

[4] الم نشرح 1:30

علیہم اجمعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین سے تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں منتقل ہونا ثابت ہے۔

عَنْ حَاطِبٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : قَالَ أَبُو ذَرٍّ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا مِمَّا صَبَّهُ جِبْرِيلُ، وَمِيكَائِيلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ، فِي صَدْرِهِ، إِلَّا قَدْ صَبَّهُ فِي صَدْرِي، وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا صَبَّهُ، فِي صَدْرِي، إِلَّا قَدْ صَبَبْتُهُ فِي صَدْرِ مَالِكِ بن ضَمْرَةَ[1]

ترجمہ: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ حضرت جبریل امین اور حضرت میکائیل علیہما السلام نے (اللہ عزوجل کی طرف سے) حضور نبی اکرم ﷺ کے سینے میں ڈالا وہ آپ نے میرے سینے میں ڈال دیا۔ جو کچھ آپ نے میرے سینے میں ڈالا وہ میں نے حضرت مالک بن ضمرۃ رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

حضرت مالک بن ضمرہ رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اور انہوں نے صحابی رسول حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، ان کی سنگت، صحبت اور معیت میں بغرض تربیت رہے۔

مفسر قرآن علامہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ بالصراحت فرماتے ہیں

حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرمودہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد رسول کریم ﷺ بیعت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کردند مقصود ازیں بیعت فقط امور دنیا نبود بلکہ کسب کمالات باطنی هم بود[2]

[1] المعجم الکبیر للطبرانی، کتاب الجیم، اسمہ جندب، رقم: 1624

[2] ارشاد الطالبین ص 125

ترجمہ: حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیعت کی اس بیعت کا مقصد صرف امور دنیاہی نہ تھا۔ بلکہ کمالات باطنی کا حصول بھی تھا۔

مرشدینِ کاملین کی نسبت اور صحبت

ہادی دو عالم ﷺ نے اپنے سچے وارثین سے نسبت اختیار کرنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کا واضح حکم دیا اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یوں بھی ارشاد فرمایا:

إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي[1]

ترجمہ: میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان کے اتباع کو لازم پکڑا تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے، ایک خدا کی کتاب، دوسری میری عترت و اہل بیت۔

اور بعد میں آنے والے اپنے وارثین اولیائے کاملین کے بارے میں بھی فرمایا،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، فِيمَا أَعْلَمُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے علم کے مطابق کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے پورا ہونے پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو ان کا دین تازہ کرتا رہے گا۔

---

[1] سنن الترمذی۔ أبواب المناقب باب مناقب أهل بيت النبي ﷺ، رقم: 3786

[2] سنن ابو داؤد، كِتَابِ الْمَلَاحِمِ، باب ما يذكر في قرن المائة، رقم 4291

کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوگا جو امت کی عملی خرابیوں کی اصلاح فرما کر ان کو نبی کریم ﷺ کی ٹھیک سنت پر قائم کرے گا، اور آپ ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ کرے گا۔

اور ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہوں گے، اور اس امت کے لئے امام ہو کر ان کی عملی خرابیوں کی اصلاح فرمائیں گے، یہاں تک کہ اپنے بعد ہونے والے خلفاء اور وارثین علوم اولیائے کاملین کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کی یہاں تک تاکید فرمائی کہ ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ ، قال أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ أَنْ أَسْمَعَ وَأُطِيعَ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ[1]

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے وصیت فرمائی کہ تم خلفاء کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام لنگڑا، لولا حاکم بنادیا جائے۔

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو علماء کی صحبت میں بیٹھا تحقیق وہ میری صحبت میں بیٹھا اور جو میری صحبت میں بیٹھا یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھا۔[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ التَّوْبَةِ اجْلِسُوا إِلَى التَّوَّابِينَ فَإِنَّهُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً[3]

---

[1] مسند احمد۔ مسند الشامیین، حدیث العرباض بن ساریة عن رسول اللہ ﷺ، ج28، ص:370، ، ابوداؤد، أحادیث أبي ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، رقم453 ، ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب طاعة الإمام، رقم: 2862

[2] کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول فی الترغیب فیه

[3] احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد و تفصیل احیاء اللیل، رقم: 132

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ علماء کی مجالس میں بیٹھو کیونکہ انکے دل زیادہ نرم ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ [1]

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے وہی ڈرتے ہیں اور تزکیہ نفس کرنے میں رہتے ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقی پہچان رکھتے ہیں۔ یہاں پر العلماء میں ال تخصیص کیلئے آیا ہے یعنی صرف ظاہری و دنیاوی علم والا نبی کا وارث نہیں بلکہ تقویٰ و طہارت سے مزین، رسول اللہ ﷺ کے سینے والے نور ایمان و معرفت الٰہی کے حاملین علماء کی بات فرمائی گئی۔

علم کی وراثت کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذٰلِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ [2]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے یہ علم تو نفع دیتا ہے اور دوسرا وہ علم ہے جو زبان کے اوپر ہوتا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی دلیل و حجت ہے اپنے بندوں پر۔

[1] الفاطر 28:22

[2] مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، ما ذکر عن نبینا ﷺ فی الزھد رقم 34361؛ البیھقی فی شعب الایمان، رقم 1686؛ مشکاۃ المصابیح، رقم 270؛ سنن الدارمی، رقم 374؛ الترغیب والترھیب، رقم 139؛ الزھد والرقائق لابن مبارک، رقم 1161

علم کی دونوں جہات کی بات کی گئی۔یتلوا علیھم والے پہلو کے ساتھ ساتھ یزکیھم کو بھی شامل رکھا گیا یہ کہ علم باطنی تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔اور یہ نبی کریم ﷺ کے سچے اور کامل وارثین کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے۔

چودہ سو سال کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سلسلہ رشد وہدایت معلم کائنات کے ارشاد کے عین مطابق ہی نظر آیا۔

قیامت تک کیلئے ہدایت کے نور سے دلوں کو مزین کرنے کا یہ سلسلہ حضور ﷺ کے خلفاء اور مقربین علیہم الرحمہ کے ذریعے رب رحیم نے یوں جاری فرمادیا کہ جو کوئی بھی نسبت اختیار کرتا گیا، صحبت میں قائم رہا، تزکیہ نفس، اصلاح احوال اور استقامت اس کا مقدر بنی اور وہ حقیقی معنی میں بندگی میں ڈھلتا گیا۔کیونکہ یہ صحبت بعینہ اسی طرح ان کو ہدایت کی تینوں جہتوں سے نوازتی ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے سامنے حاصل کی تھی۔معلومات، ان کا فہم وحکمت اور پھر سب سے بڑھ کر تزکیہ نفس، یہ بنیادی ستون ہیں جن پر قصرِ ہدایت قائم ہے۔ان میں سے ایک کی بھی غیر موجودگی سے باقی بھی اپنا وزن کھودیتی ہیں۔معلومات حاصل ہوجانے کے بعد ان کا فہم حاصل ہونا، اس کی گہرائی کو واضح کرتا ہے ،ان کی حکمت حاصل ہونے سے "مرادبہ" کا شعور وادراک حاصل ہوتا ہے۔ مگر یہ علم نافع تب تک نہیں ہوتا جب تک یہ عمل میں شامل نہ ہوجائے۔ عمل کا تعلق چونکہ دل سے ہے تو عمل میں شامل ہونے کی شرط یہ ہے کہ دل اس پر مائل اور راضی ہو۔اور دل کو معلومات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا ذریعہ "تزکیہ نفس" ہے کہ یہ وہ آلہ ہے جو طبیعت کی علم کے ساتھ مناسبت قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔طبیعت کی یہ مناسبت شریعت کے ساتھ مزاج آشنائی پیدا کرتی ہے کہ شریعت مطہرہ بلا تکلف عمل میں رائج ہوجاتی ہے۔علم اور عمل کے مرحلے سے گزر کر اخلاص حاصل ہوئے بغیر ہدایت کامل نہیں۔

عَنِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ بُدَلَاءَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَلَا صِيَامِهِمْ، وَلَكِنْ دَخَلُوهَا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ، وَسَخَاوَةِ أَنْفُسِهِمْ[1]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میری امت کے ابدال جنت میں کثرت نماز اور روزہ کے سبب داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے صدور کی سلامتی اور نفوس کی سخاوت کے سبب وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضور ﷺ نے مومنین، صالحین کی سنگت، صحبت اختیار کرنے اور ان کے ساتھ ہی تعلق اور واسطہ رکھنے کا حکم فرمایا

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ[2]

ترجمہ: حضرت ابو سعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرام ﷺ نے فرمایا: صرف مومن کی سنگت ہی اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ، يَدْفَعُ اللهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّهُمْ لَمْ يُدْرِكُوهَا بِصَلَاةٍ وَلَا بِصَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَبِمَ أَدْرَكُوهَا قَالَ: بِالسَّخَاءِ وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ[3]

[1] شعب الایمان، فصل فی زیارۃ القبور، الجود و السخاء، الحدیث رقم 146: و المنذری فی الترغیب و الترھیب؛ الجزء3، کتاب الأدب وغیرہ الترغیب فی الحیاء و ما جاء فی فضلہ و الترھیب من، ؛ الرقم: 4387

[2] الزھد و الرقائق لابن المبارک و الزھد لنعیم بن حماد، باب جلیس الصدق وغیر ذلک، رقم: 364

[3] المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، باب عبد اللہ بن عباس، رقم: 10390

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرام ﷺ نے فرمایا: میری امت میں چالیس آدمی (ابدال) ہمیشہ رہیں گے جن کے دل قلب ابراہیمی (علیہ السلام) کی مانند ہوں گے ان کے صدقے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب ٹالے گا انہیں ابدال کہا جائے گا پھر حضور نبی اکرام ﷺ نے فرمایا انہیں یہ ابدالیت والا رتبہ کثرت صوم و صلوت اور صدقے کے ذریعے نہیں ملا صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ پھر کس چیز کے ذریعے انہوں نے یہ رتبہ پایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سخاوت اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کے ذریعے۔

سلف صالحین، اکابرینِ امت کی نسبت اور صحبتِ مرشد کامل کے بارے میں فرامین

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت کا یہ سلسلہ اولیائے کرام علیہم الرحمہ کی شکل میں قیامت تک کے لئے جاری فرمایا ہے اور یہ حاصل کرنے کے لئے نسبت اور سنگت اختیار کرنے کا حکم جاری فرمایا ہے۔ صلحاء امت، علماء ملت یعنی اکابرین صوفیاء کے اقوال سے صحبت صالح ومعیت صالح کی اہمیت نہایت واضح ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں[1]۔

ترجمہ: اے محترم انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہ قدس میں پہنچنا ہے۔ لیکن چونکہ طالب شروع سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے۔ جبکہ ذات باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بلند ہے۔ اس لئے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں۔ لہذا اس کے راستے سے باخبر اور راستے کو صحیح دیکھنے والے پیر کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے۔

[1] مکتوب نمبر 159 دفتر اول حصہ سوم

اسی طرح حضرت شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کا قول ہے

مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ فَشَيْخُهُ الشَّيْطَانُ[1]

ترجمہ: جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة میں سید علی بن وفار حمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں[2] کہ، جس کا کوئی استاذ (مرشد) نہیں اس کا کوئی مولیٰ (مددگار) نہیں اور جس کا کوئی مولیٰ نہیں شیطان اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی مولیٰ نہ ہو حق تعالیٰ اس کے ساتھ یوں معاملہ کرتا ہے کہ اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ارشاد خداوندی ہے

وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ[3]

ترجمہ: اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

فقیہ عبد الواحد بن عاشر علیہ الرحمۃ اپنی منظوم کتاب "المرشد المعین" میں صحبت شیخ کی اہمیت اور اس کی تاثیر کے بارے میں فرماتے ہیں[4]۔

عارف کامل کی صحبت اختیار کرو وہ تمہیں بلاکر راستے سے بچائے گا اس کا دیکھنا تمہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد دلائے گا اور وہ بڑے نفیس طریقے سے نفس کا محاسبہ کراتے ہوئے اور خطرات قلب سے محفوظ فرماتے ہوئے تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملا دے گا۔اس کی صحبت کے سبب تمہارے فرائض، نوافل محفوظ ہو جائیں

---

[1] الرسالہ القشیریہ ص238

[2] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

[3] محمد47:26

[4] حقائق عن التصوف الباب الثانی

گے۔ تصفیہ قلب کے ساتھ ذکر کثیر کی دولت میسر آئے گی اور وہ اللہ عزوجل سے متعلقہ سارے امور میں تمہاری مدد کرے گا۔

علامہ محدث طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں[1]، کوئی عالم علم میں کتنا ہی معتبر یا یکتائے زمانہ ہو۔اس کیلئے صرف علم پر قناعت کرنا اور اسے کافی سمجھنا مناسب نہیں۔بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ مرشد کامل کی مصاحبت اختیار کرے تاکہ وہ اس کی راہ حق کی طرف راہنمائی کرے۔

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا[2]،انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی ظاہری و باطنی عیوب وامراض سے خالی نہیں لہذا ان امراض وعیوب کے کیلئے صوفیاء کے ہمراہ طریقت میں داخل ہونا ضروری ہے۔

سیدنا حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة میں فرماتے ہیں[3]، اے بھائی! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ ہے کہ شیوخ تمام لوگوں کو ہدایت دینے کے سلسلے میں شارع ﷺ کے نائب بلکہ حقیقت میں یہی لوگ رسولوں کے وارث ہیں۔انہوں نے ان کی شریعت کے علوم بطور وراثت حاصل کئے لیکن خود شریعت کے احکام جاری نہیں کرتے ان کیلئے عمومی طور پر شریعت کی حفاظت کرنا ہوتا ہے شریعت بنانا نہیں۔ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں کو ان باتوں کی طرف مائل ہونے سے محفوظ رکھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں ہے۔

---

[1] حقائق عن التصوف الباب الثانی

[2] حقائق عن التصوف الباب الثانی

[3] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الاول آداب المرید

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں[1] کہ بغیر مرشد کے میرے مجاہدات کی صورت یہ تھی کہ میں صوفیاء کی کتابوں کا مطالعہ کرتا کچھ عرصے کے بعد ایک کو چھوڑ کر دوسرے طریقے کو اختیار کرتا تھا۔ایک عرصے تک میرا یہی حال رہا کہ بندے کا بغیر مرشد کامل کے یہی حال ہوتا ہے جبکہ مرشد کامل کا یہ فائدہ ہے کہ وہ مرید کیلئے راستے کو مختصر کر دیتا ہے اور جو بغیر مرشد کے راہ طریقت اختیار کرتا ہے وہ پریشان رہتا ہے۔اور عمر بھر مقصد نہیں پاتا۔

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں[2] کہ، تیری نسبت تیرا استاد (مرشد) تجھ پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے پس تم نے اس سے جو فائدہ حاصل کیا ہے اس کی بھلائی اس کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا-هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ[3]

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ حضرت شیخ ابو عباس رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں[4] کہ،"جو عالم، قوم (صوفیاء) کے مشائخ کی صحبت اختیار کرتا ہے اس کا علم "نور علی نور" کی طرح زیادہ ہو جاتا ہے۔ پس عقلمند وہ ہے جو اپنے لئے کسی شیخ (مرشد) کا انتخاب کرتا ہے وہ اپنے ظاہری علم پر اکتفاء نہیں کرتا کیونکہ مرشد اسے بارگاہ خداوندی کے قریب تک پہنچاتا ہے پھر وہ فطری طور پر اس بارگاہ میں گناہوں کو ناپسند کرتا ہے حتٰی کہ اگر اسے کہا جائے کہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کر تو وہ اپنے پردے کو اٹھانے پر قادر نہیں ہوتا"۔آپ

[1] حقائق عن التصوف، الباب الثانی

[2] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

[3] یونس 58:11

[4] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الاول آداب المرید

مزید لکھتے ہیں کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے باوجود کہ آپ "حجۃ الاسلام" تھے۔آپ نے مرشد اختیار کیا۔ حضرت شیخ عزالدین بن عبد الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے شیخ کا انتخاب کیا حالانکہ آپ کو "سلطان العلماء" کا لقب حاصل تھا۔

شیخ علی بن وفار حمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے ہیں[1]، مرید کا شیخ کے دروازے کو لازم پکڑنا بعض اوقات مرید کے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنے سے افضل ہوتا ہے۔ کیونکہ مرشد اس لئے بنایا گیا ہے کہ وہ مرید کو اس گھر کے رب کی معرفت کی طرف ترقی دے اور وہ (رب تعالیٰ) اس گھر سے زیادہ عظیم ہے۔اور مرید اس گھر کو کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے اسرار کی معرفت کیلئے بنایا (یعنی مرشد) اور وہ اس گھر میں مشغول ہو جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے بنایا (یعنی خانہ کعبہ) کیونکہ مرشد کے ہاں حاضری بارگاہِ خداوندی میں حاضری ہے جو ہدایت کے اماموں کے اسرار پر مشتمل ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا وارث ہے۔

آپ مزید لکھتے ہیں[2]، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تمہاری راہنمائی کرنے والا (تمہارا مرشد) وہ نگاہ ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ تمہاری طرف لطف و کرم اور رحمت سے دیکھتا ہے۔اور وہ حق تعالیٰ کا پر تو ہے جس کے واسطے سے وہ تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے۔اور اس کی رضا میں رب کی رضا اور اس کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے۔پس اس بات کو پہچانو اور لازم پکڑو۔

---

[1] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الاول آداب المريد

[2] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المريد مع شيخه

آپ مزید لکھتے ہیں، مرید کی ذمہ داری میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے شکرادا کرے جس نے اسے شیخ کے ساتھ اکٹھا کر دیا کیونکہ ہر مرید کو ایسا مرد کامل نہیں ملتا جو اس کی تربیت کرے اور وہ دنیا سے یوں نکلتا ہے کہ گناہوں سے لتھڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ دو بڑی مخلوقوں (انسان و جن) کے برابر عبادت کرے۔

معلوم ہوا کہ کامل بندگی بغیر صحبت کامل کے حاصل ہوتی ہے تو امام غزالی امام رازی، امام اعظم اور دیگر آئمہ کبار اور مجدد پاک وغیرہ رحمھم اللہ اجمعین مرشد کامل کے محتاج نہ ہوتے۔ صحبت صالح انسان کو بہت سے فائدے دیتی ہے سب سے اہم اور قیمتی سرمائے کا نام بندگی خدا ہے۔ کیونکہ اسی وجہ سے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ انسان اگر دنیا میں سب کچھ بھی کرے صرف بندگی نہ کرے تو ناکام ہے اور اگر کچھ بھی خاطر خواہ کام نہ کر سکا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقے پر (یعنی کہ بندگی میں) اپنے آپ کو ڈھال لیا تو یہ اس کیلئے دونوں جہانوں میں عزت کے ساتھ کامیابی کا باعث ہے۔

کامل مرشد کی بیعت واسطوں سے حضور ﷺ کی بیعت ہے

مرشد حقیقی رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا انسان کو اس کی تخلیق کا مقصد (بندگی) پورا کرنے کے لیے اللہ کریم کا انسانوں پر احسان عظیم ہے۔ اپنے مالک اور خالق سے تعلق بندگی اس وسیلہ کے بغیر ممکن نہ تھی اس لئے کلمہ طیبہ میں اقرار ایمان بالرسالت (محمد رسول اللہ) بطور دلیل دعوئے توحید (لا الہ الا اللہ) کا جزو لازم ہے۔ ہر دور میں ہر امت کے مسلمانوں نے اسی اقرار بالرسالت کو توحید کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنا

صحابہ کرام اقرار ایمان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے، جس پر ارشاد باری تعالیٰ ہے،

> يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]
>
> ترجمہ: اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

[1] سورة الممتحنه، 28: 12

حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنْ عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنهما وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جو شخص مر گیا اور اس کی گردن میں بیعت نہیں ہے تو وہ مر گیا جاہلیت کی موت اور جس نے اپنے ہاتھ اللہ کی اطاعت سے اٹھائے وہ بروز قیامت اللہ سے ملے گا اور کوئی حجت اس کے پاس نہ ہو گی۔

ایک اور حدیث میں ہے،

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تسعةً أو ثمانيةً، فقال: أَلَا تُبَايِعُونَ رسولَ اللهِ فَبَسَطْنَا أيدينا فبايَعْناه، ثمّ قال قائلٌ: يا رسولَ اللهِ، علامَ نُبايِعُكَ، قال: على أنْ تَعبُدوا اللهَ ولا تُشرِكوا به شيئًا، وتُصَلُّوا الصَّلَواتِ الخمس، وتَسمَعوا وتُطيعوا[2]

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آٹھ یا نو لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کس امر پر آپ کی بیعت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو۔

[1] المعجم الكبير للطبراني، باب الميم ، ذكوان أبو صالح السمان، عن معاوية ، رقم769، رواه المسلم في الصحيح، ، كتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال وتحريم الخروج على الطاعة ومفارقة الجماعة، رقم1851، مشكوٰة شريف، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، رقم3674، مجتبائی 12

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب البيعة ، رقم:2867

ایک اور حدیث میں ہے،

> عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ مَعَهُ فِي مَجْلِسٍ: بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا[1]
>
> حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں فرمایا، ہم ایک مجلس میں ان کے ساتھ تھے۔اس شرط پر میرے ساتھ بیعت کرو کہ تم خدا کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔

اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا دراصل اللہ رب العزت کی بیعت تھی، جس کو قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا

> إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ[2]
>
> ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے تیری بیعت کی اُنھوں نے تیری بیعت نہیں کی بلکہ اُنکے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس سے پتا چلا کے اگرچہ کلمہ پڑھنے (اور دل میں تصدیق کرنے) سے انسان مسلمانوں کی صف میں داخل ہو جاتا ہے، لیکن اس تصدیق کو دل اور روح کا حصہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دنیا میں مقرر کردہ خلیفہ (نبی و رسول) کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے، ان کی غلامی میں آنا ضروری ہے۔

جنہوں نے حضور ﷺ کی بیعت کی، وفا اور اخلاص کے ساتھ نبھائی اور نصرتِ و غلامیِ رسول ﷺ میں استقامت کے ساتھ لگے رہے ان ہی کے دلوں پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے، ان کے لئے قرآنِ پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] سنن الدارمی، کتاب السیر، باب فی بیعۃ النبی ﷺ، رقم: 2497

[2] الفتح 10:26

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا[1]

ترجمہ: بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبہ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلیفہ بنا کر بغرضِ بیعت روانہ کرنا

نبی اکرم ﷺ نے خود صحابہ کرام سے بالفعل بیعت لی اور جو لوگ دور علاقوں میں رہائش پذیر تھے ان تک اپنے اصحاب کو اپنے نمائندگان (خلفاء) کی حیثیت سے بھیجا۔ یہ لوگ انہی کے ہاتھ پر ایمان لاتے اور انہی کی بیعت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آتے۔ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضور کی غلامی میں آئے،

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، قَالَ : بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيَّ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِي شَأْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَصْحَابِهِ ، وَكَتَبَ مَعَهُ كِتَابًا : بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ مَلِكِ الْحَبَشَةِ ، سَلَامٌ عَلَيْكَ ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الْمَلِكَ الْقُدُّوسَ الْمُؤْمِنَ الْمُهَيْمِنَ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوحُ اللهِ ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ الْبَتُولِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِينَةِ ، فَحَمَلَتْ بِعِيسَى ، فَخَلَقَهُ مِنْ رُوحِهِ وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ وَنَفَخَهُ ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللهِ ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، وَالْمُوَالَاةِ عَلَى طَاعَتِهِ ، وَأَنْ تَتَّبِعَنِي وَتُؤْمِنَ بِي وَبِالَّذِي جَاءَنِي ، فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ ، وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ ابْنَ عَمِّي جَعْفَرًا ، وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

[1] الفتح 48: 26

، فَإِذَا جَاءُوكَ فَاقْرِهِمْ وَدَعِ التَّجَبُّرَ فَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجُنُودَكَ إِلَى اللهِ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوا نَصِيحَتِي ، وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى ، وَكَتَبَ النَّجَاشِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ مِنَ النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ بْنِ أَبْجَرَ ، سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ مِنَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الَّذِي هَدَانِي إِلَى الْإِسْلَامِ ، فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ يَا رَسُولَ اللهِ ، فِيمَا ذَكَرْتَ مِنْ أَمْرِ عِيسَى ، فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ عِيسَى مَا يَزِيدُ عَلَى مَا ذَكَرْتَ ، وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثْتَ بِهِ إِلَيْنَا ، وَقَدْ قَرَيْنَا ابْنَ عَمِّكَ وَأَصْحَابَهُ ، فَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ صَادِقًا مُصَدَّقًا ، وَقَدْ بَايَعْتُكَ وَبَايَعْتُ ابْنَ عَمِّكَ وَأَسْلَمْتُ عَلَى يَدَيْهِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ ، بِأَرِيحَا بْنِ الْأَصْحَمِ بْنِ أَبْجَرَ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ آتِيَكَ ، فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ، فَإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّ مَا تَقُولُ حَقٌّ[1]

ترجمہ: محمد بن اسحاق سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ اور آپکے ساتھیوں کے ساتھ نجاشی کی طرف ایک خط دے کر بھیجا، (اس خط میں یہ لکھا ہوا تھا):

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی الاصحم حبشہ کے بادشاہ کی طرف

آپ پر سلام ہو، پس بیشک میں آپکی طرف اللہ تعالیٰ مالک، قدوس، مؤمن، مھیمن کی تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک اور باکردار خاتون حضرت مریم رضی اللہ عنہ کی طرف القاء فرمایا پس

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی، رقم الحدیث: 630

آپ رضی اللہ عنہا جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں، پس اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس طرح (اپنی شان کے مطابق) اپنی روح اور نفخہ سے پیدا فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو (اپنی شان کے مطابق) اپنے دست قدرت اور نفخہ سے پیدا فرمایا۔ اور بے شک میں آپ کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اور اس کی اطاعت پر ہمیشگی کی طرف بلاتا ہوں اور (اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ) تم میری پیروی کرو اور مجھ پر اور اس چیز پر جو میرے پاس آئی ہے (قرآن) اس پر ایمان لاؤ پس بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور تحقیق میں تمہاری طرف اپنے چچا کے بیٹے جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت کو بھیج رہا ہوں پس جب یہ لوگ آپ کے پاس آجائیں تو ان کو جگہ دینا اور تکبر کو چھوڑ دو پس بے شک میں آپ کو اور آپکے لشکر کو اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور تحقیق میں نے تمہیں (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے اور تمہیں نصیحت کی ہے پس میری نصیحت کو قبول کرو اور جو ھدایت کی پیروی کرتا ہے وہی سلامتی کا حقدار ہے۔

(جب رسول اللہ ﷺ کا خط مبارک نجاشی کو پہنچا تو اس نے بڑی تعظیم و توقیر کے ساتھ پڑھنے کے بعد حضور ﷺ کو جوابا خط لکھا: اسکا خط یہ تھا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نجاشی الاصحم حبشہ کی طرف سے اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی طرف

اے اللہ کے نبی آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور رحمت ہو

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت بخشی، مجھے آپ کا خط پہنچا ہے۔ زمین و آسمان کے رب کی قسم جو کچھ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا

ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد نہیں ہیں، وہی ہیں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے۔ جو کچھ بھی آپ لیکر ہماری طرف مبعوث کئے گئے ہیں ہم نے اسے پہچان لیا ہے اور آپکے چچا کے بیٹے اور ان کے ساتھیوں کو جگہ دی ہے پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔ میں نے آپکے چچا کے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے آپ کی بیعت کی اور میں ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے جھک گیا۔ میں آپ کی طرف اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں، اگر آپ چاہیں گے کہ میں خود آپ کے پاس حاضر ہوں تو میں ایسا بھی کروں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے۔

اس عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر احسان کرتے ہوئے ان کے لیے اپنے وارثین سے نسبت حاصل کر کے غلامی رسول میں آنے کا سلسلہ جاری فرمادیا۔

اولیاء صالحین، مرشدین کاملین کی بیعت

اب خاتم الانبیاء کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس لیے یہ سلسلہ رشد و ہدایت اس امت کے اولیاء اور ائمہ ربانیین کے سپرد کیا،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ[1]

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنادیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اُن کے

[1] صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب الْوَفَاءِ بِبَيْعَةِ الْخُلَفَاءِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، رقم: 1842

متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔

اور اسی طرح ایک حدیث میں ہے،

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ[1]

ترجمہ: بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں

لہذا کامل مرشد کی بیعت در حقیقت مختلف واسطوں سے ہوتی ہوئی حضورِ اکرم ﷺ کی بیعت ہوتی ہے کیونکہ شریعت میں بیعت وہ شخص کر سکتا ہے جسکا سلسلہ بیعت متواتر حضورِ اکرم ﷺ تک ہو۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیعت اُس شخص کی جائز ہے جسکا ہاتھ شیخین کے توسط سے حضورِ اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہو تو جسکا ہاتھ واسطوں سے ہوتا ہوا حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اُس مرشدِ کامل کی بیعت جو ہے وہ حقیقت میں حضورِ ﷺ کی بیعت ہوتی ہے۔

اس لیے جب مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے اور گناہوں سے توبہ کا وعدہ کرتا ہے کہ آج کے بعد وہ چیز چھوڑ دوں گا جو رب کو ناپسند ہے اور وہ کروں گا جو رب کو پسند ہے۔ جب یہ وعدہ کرتا ہے تو یہ وعدہ بظاہر تو مرشد کے سامنے کر رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ وعدہ حضور ﷺ کی ذاتِ پاک سے ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی لیے جو مرشد کامل کی بیعت ہے وہ واسطوں سے حضور اکرم ﷺ کی بیعت ہے۔ اسی لیے جو کامل مرشد کی اتباع میں آتا ہے وہ خود بخود حضور ﷺ کی اتباع میں آجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیعت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بیعت (بلا کیف) ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ کیونکہ حضور ﷺ کی ذات کا کوئی بھی عمل اپنی مرضی سے نہیں تھا بلکہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم تھا۔ حضور ﷺ کی ذات پاک رضائے الٰہی سے مجسم

[1] سنن أبي داود، کتاب العلم، باب فضل العلماء والْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، رقم:223

تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے جو بھی کام کیا اللہ تعالیٰ نے خود اُس کام کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرما دی۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ نے کفار پر کنکریاں پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[1]

ترجمہ: اے محبوب یہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہیں۔

اسی طرح جب حضور ﷺ نے کلام فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اُسکی نسبت بھی اپنی طرف فرمائی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[2]

ترجمہ: میرا محبوب تو اپنی مرضی سے بولتا ہی نہیں یہ تو وہی کہتا ہے جو وحی کی جاتی ہے۔

الغرض حضورِ اکرم ﷺ کے ہر فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لی تو اُسکی نسبت بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی تو پتہ چلا کہ حضور ﷺ کی بیعت حقیقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بیعت (بلا کیف) ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سے وعدہ جو ہے وہ حقیقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات سے وعدہ ہے۔

جب مرشدِ کامل کی بیعت واسطوں سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت ہے تو رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی بیعت (بلا کیف) قرار دیا ہے اسی طرح جب بندہ کامل شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرتا ہے۔ تو وہ بلواسطہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات سے وعدہ کر رہا ہوتا ہے۔ مرشد کے توسط سے خدا کی ذات سے وعدہ کرنے کے بعد اگر بندہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وہ وعدہ توڑتا ہے تو پھر اس پر خدا کی پکڑ آتی ہے۔ لیکن اللہ پاک اپنے محبوب بندوں کے صدقے اپنی رحمت کا رخ جلدی نہیں پھیرتا۔ اس کے لیے مہلت ہوتی ہے کہ شاید اس کے دل میں توبہ کا خیال دوبارہ پیدا ہو جائے اور بندہ توبہ کر کے

---

[1] الانفال 71:9

[2] النجم 3:27

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائے، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے تعلق جوڑتے ہوئے اپنے مالک کی ذات سے جڑ جائے کیونکہ حضور ﷺ سے جڑنا ہی حقیقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی سے جڑنا ہے اور حضور ﷺ سے جڑنے کا ذریعہ مرشد کی ذات ہے۔ جب سالک غلطی کر کے مرشد کے پاس آجائے اور توبہ کر لے تو حقیقت میں یہ توبہ اُسے حضور ﷺ سے جوڑ دیتی ہے اور حضور ﷺ اُسے خدا سے جوڑ دیتے ہیں اس لیے حضور ﷺ کی بیعت کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی بیعت (بلا کیف) قرار دیا ہے۔

مرشد کامل کی اطاعت حقیقت میں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے، جیسے کہ صحیحین میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (اذن یافتہ) امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو اُس نے میری نافرمانی کی۔

سیّدنا غوث الاعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"اے اللہ (سبحانہ و تعالیٰ) کے بندو! تم حکمت کے گھر میں ہو لہٰذا وسیلہ کی ضرورت ہے۔ تم اپنے معبود سے ایسا طبیب (مرشد) طلب کرو جو تمہارے دلوں کی بیماریوں کا علاج کرے۔ تم ایسا معالج طلب کرو جو تمہیں دوا دے، ایسا رہنما تلاش کرو جو تمہاری رہنمائی کرے اور تمہارے ہاتھ پکڑ لے۔ تم اللہ تعالیٰ کے

[1] صحیح البخاری، كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ، رقم: 2957

مقرب اور مؤدب بندوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور اس کے دروازہ کے نگہبان کی نزدیکی حاصل کرو[1]۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية میں فرماتے ہیں[2]، کہ جو شخص اپنے مرشد کی زیارت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور نہ ہی ان کی محبت سے قبولیت کا فائدہ حاصل کرتا ہے تو اس سے اقتداء کا نور نکل جاتا ہے۔

> مَنْ لَمْ يرى شَيْخهُ نَائِبًا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ فِي اِرْشَادِهٖ لَمْ يبلغ طَرِيْق الْحَق
>
> ترجمہ: اور جو اپنے مرشد کو ہدایت دینے میں رسول اللہ ﷺ کا نائب خیال نہیں کرتا وہ حق کے راستے تک نہیں پہنچ سکتا۔

کیونکہ جس کو اپنے مرشد کا ادب حاصل نہیں اسے حق کے ساتھ ادب بھی حاصل نہیں ہوتا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں[3]،

"وصالِ حق تعالیٰ مرشدِ کامل اکمل کی رہنمائی کے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب ووصال کی راہ چونکہ شریعت کے دروازہ سے ہو کر گزرتی ہے اس لیے شریعت کے دروازے کے دونوں طرف شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت طالبِ اللہ کی گھات لگا کر بیٹھا ہے۔ اوّل تو وہ کسی آدم زاد کو شریعت کے دروازے تک ہی نہیں آنے دیتا۔ اگر کوئی باہمت آدمی شریعت (نماز، روزہ، زکوۃ، حج) کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے تو شیطانی گروہ اسے شریعت کی چوکھٹ پر روک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے شریعت کی ظاہری زیب وزینت کے نظاروں میں محو رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ شریعت کی روح تک

---

[1] الفتح الربانی۔ ملفوظاتِ غوثیه

[2] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المريد مع شيخه

[3] عین الفقر

کسی کو نہیں پہنچنے دیتا اور اگر کوئی خوش قسمت طالبِ مولیٰ ہمت کر کے آگے بڑھتا ہے تو شیطان پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اسے روکنے یا گمراہ کرنے کے جتن کرتا ہے۔ طالبِ اللہ جب شریعت کے دروازے سے گزر کر باطن کی نگری میں داخل ہوتا ہے تو رجوعاتِ خلق (خلقت اس کی طرف اپنی دنیاوی مشکلات کے خاتمہ کیلئے رجوع کرتی ہے) کے نہایت وسیع و دشوار گزار جنگل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس موقع پر طالبِ اللہ کو اگر کسی مرشد کامل اکمل کی رفاقت اور راہبری حاصل نہ ہو تو وہ رجوعاتِ خلق کے جنگل میں بھٹک کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ جس طرح شریعت کا علم استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اسی طرح باطنی علم کا حصول مرشدِ کامل کی رفاقت کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ مرشد کی تلقین اور نگاہ ہی ایسی کیمیا ہے جو طالب کے وجود کی کثافت دور کر کے اسے روشن ضمیری کے قابل بناتی ہے''۔

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''صوفیا کرام کی جماعت (مرشد کامل کی بیعت) میں داخل ہونا فرضِ عین ہے کیونکہ انبیاء کے علاوہ کوئی بھی شخص قلبی امراض اور عیوب سے خالی نہیں''۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

صحبت پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش　　　لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف
حدیثِ دل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ　　　اللہ کرے تجھے تیرے مقام سے آشنا

صحبتِ صالح (مرشدِ کامل) کا میعار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحبت صالح کا معیار بھی بتایا کہ صحبت صالح کیا ہوتی ہے اور اس سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح بیعت ہونے سے پہلے بیعت ہونے کا مقصد جاننا ضروری ہے کہ انسان بیعت ہوتا کیوں ہے کیونکہ خالی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا مقصد نہیں بلکہ اُس کی صحبت سے وہ اندر کا نور جو سینہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے وہ حاصل کرنا ہے اسی طرح بیعت سے پہلے مرشد کی پہچان ضروری ہے کہ جسکے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا ہے کیا اُس کے اندر وہ نور ہے بھی سہی یا بیعت کرنے والا اور بیعت ہونے والا دونوں ایک جیسے ہیں۔ جو خود غافل ہو وہ دوسرے کو کیونکر ذاکر کر سکتا ہے۔ تو قرآن نے واضح طور پر مرشد کا معیار بیان فرمادیا ہے۔

> وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ه۔[1]

ترجمہ: نہ سن اُسکی بات جس کا دل میری یاد سے غافل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قلبی ذکر (دل کے ذکر) کا اسلوب بھی بیان فرمادیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ[2]
>
> ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

---

[1] الکہف 15: 27

[2] الاعراف 8: 205

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ تَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي[1]

ترجمہ: ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان شریف میں رسول اللہ ﷺ کی نماز (تہجد یا تراویح) کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ رمضان مبارک یا دوسرے کسی بھی مہینے میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (ان ہی کو تہجد کہو یا تراویح) پہلے آپ چار رکعت پڑھتے، وہ رکعتیں کتنی لمبی ہوتی تھیں۔ ان میں کتنا حسن ہوتا تھا اس کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپ چار رکعتیں پڑھتے۔ یہ چاروں بھی کتنی لمبی ہوتیں اور ان میں کتنا حسن ہوتا تھا اس کے متعلق نہ پوچھو۔ پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔

حضور ﷺ کی سنگت اور صحبت میں بیٹھنے والوں کے دل میں بھی یہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد، ذکر الٰہی انعکاس ہو کر حیاتِ قلبی عطا کر دیا کرتی تھی۔ یہ ذکرِ قلبی قیامت تک مخلوق کے دلوں تک پہنچانے کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضور ﷺ کے غلاموں، اولیائے صالحین کے ساتھ نسبت کے سلسلے جاری فرما دیئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے "الاربعین فی فضل الذکر والتقرب الی اللہ")

[1] اخرجه بخاری فی الصحیح، کتاب المناقب، باب کان النبی ﷺ تنام عینه ولا ینام قلبه، رقم: 3569

اور یہی صحبت صالح جہنم سے آزادی کا ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِی أَوْ رَآی مَنْ رَآنِی [1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان کو جہنم کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے صحابی) کو دیکھا۔

حضور ﷺ نے صحبت صالح کا معیار بھی بتایا کہ صحبت صالح کیا ہوتی ہے اور اس سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ أَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرٌ قَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللہَ رُؤْیَتُهُ وَزَادَ فِی عِلْمِکُمْ مَنْطِقُهُ وَذَکَّرَکُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ [2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے بہترین ہم نشین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا ہم نشین جس کا دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

ہمارے پیارے آقا ﷺ نے اس حدیث پاک میں اس بات کو کھول کر بیان فرما دیا کہ مجلس اور محفل، سنگت اور معیت وہی بہتر ہے جس میں صاحب مجلس کو دیکھ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد نصیب ہو جائے۔ اسکی گفتگو، علم میں اضافے کا باعث ہو اور اس کا کردار تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

[1] جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی ﷺ وصحبه، رقم: 3858

[2] مسند أبی یعلی، مسند ابن عباس، رقم: 2437

اور صحبت صالح مغفرت کا ذریعہ بھی ہے۔ یعنی نیک بندوں کی معیت میں محض بیٹھ جانا بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں کامیابی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور گناہوں کی نہ صرف معافی ملتی ہے بلکہ انکے بدلے نیکیاں مل جاتی ہیں۔ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے کہ

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا يَذْكُرُونَ اللهَ لَا يُرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ إِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قُومُوا مَغْفُورًا لَكُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّئَاتُكُمْ حَسَنَاتٍ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب کچھ لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر اجتماعی طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے: کھڑے ہو جاؤ! تمہیں بخش دیا گیا ہے، تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا ہے کہ نیک بندوں کا اجتماعی طور پر ذکر خدا بھی صرف باعث مغفرت ہی نہیں بلکہ گذشتہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور انہی لوگوں کو اہل کرم کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، قَالَ: يَقُولُ اللهُ جَلَّ وَعَلَا: سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ الْيَوْمَ مَنْ أَهْلُ الْكَرَمِ، فَقِيلَ: مَنْ أَهْلُ الْكَرَمِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: أَهْلُ مَجَالِسِ الذِّكْرِ فِي الْمَسَاجِدِ[2]

---

[1] مسند أبي يعلى، مسند أنس بن مالك، يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك، رقم: 4141

[2] صحيح ابن حبان، النوع الثاني، ذكر ما يكرم الله جل وعلا به في القيامة من ذكره في دار الدنيا، رقم: 441

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ عز و جل فرماتا ہے: قیامت کے دن اکٹھا ہونے والے جان لیں گے کہ اہل کرم کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مساجد میں مجالس ذکر منعقد کرنے والے۔

ہر انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ دوسروں سے آگے بڑھے اور بہتری کی طرف سفر کرے لیکن یہ بہتری کی دولت ملتی کہاں سے ہے اس کا پتا ہمیں حدیث مبارکہ سے چلتا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رضی اللہ عنہا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ[1]

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک ﷺ نے فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہیں تمہارے بہتر (لوگوں) کی خبر نہ دوں۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں (یا رسول اللہ ﷺ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا جن کو دیکھو تو اللہ یاد آئے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَوْلِيَاءِ اللهِ، فَقَالَ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ[2]

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے (وہ اولیاء اللہ ہیں)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بہتری یاد الٰہی سے ملتی ہے لیکن اپنے کیے سے نہیں بلکہ جن کو خدا اتنا یاد رہتا ہے کہ کبھی بھولتا ہی نہیں، ان کی زیارت اور صحبت سے بہتری اور ترقی نصیب ہوتی ہے

[1] المعجم الكبير للطبراني، مسند النساء، باب الالف، عبد الله بن عثمان بن خثيم، عن شهر بن حوشب، رقم: 423

[2] سنن كبرىٰ للنسائي، باب قوله تعالى: ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون، رقم: 11171

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنهما، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ ذِكْرِ اللهِ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ.[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے (بعض) اللہ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَيُّ جُلَسَائِنَا خَيْرٌ قَالَ مَنْ ذَكَّرَكُمْ بِاللهِ رُؤْيَتُهُ وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ[2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے بہترین ہم نشین کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ جس کا دیدار تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے۔ اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ اور جس کا عمل تمیں آخرت کی یاد دلائے۔

یاد آخرت محبت دنیا کو کم کرنے کا ذریعہ ہے کیونکہ حب دنیا ہر برائی کی بنیاد ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت سے ہی آخرت کی ایسی یاد نصیب ہوتی ہے جو دل سے فانی اشیاء کی محبت کو دور کر دیتی ہے۔

عَنْ عَمْرٍو رضی اللہ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يَحِقُّ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يَغْضَبَ لِلّٰهِ، وَيَرْضَى لِلّٰهِ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ، وَإِنَّ أَحِبَّائِي وَأَوْلِيَائِي الَّذِينَ يُذْكَرُونَ بِذِكْرِي، وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ[3]

---

[1] المعجم الکبیر، باب العین، رقم: 10476

[2] مسند أبی یعلی، مسند ابن عباس، رقم: 2437

[3] المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد: 651، و ابن و ابی الدنیا فی کتاب الاولیاء، الرقم: 19 و الدیلمی فی مسند الفردوس، ج5 ص: 152

ترجمہ: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بندہ صرف اس وقت حقیقت ایمان کو پا سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کیلیے ہی لوگوں سے ناراض اور اللہ تعالیٰ کیلیے ہی (لوگوں) سے راضی ہو۔ (یعنی اس کی رضا و ناراضگی کا مرکز و محور فقط ذات الٰہی ہو) اور جب اس نے یہ کام کر لیا تو اس نے ایمان کی حقیقت کو پالیا۔ بے شک میرے احباب اور اولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرا ذکر کرنے سے وہ یاد آ جاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے سے میں یاد آ جاتا یوں (یعنی میرا ذکر ان کا ذکر ہے اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے)۔

عَنِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ تَعَالَىٰ[1]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔

قرآن نے یہی بات بیان فرمائی کہ نہ سن اُسکی بات جسکا دل میری یاد سے غافل ہے اور وہ اپنے نفس کا غلام ہے کیونکہ جس کا دل خود غافل ہے وہ دوسرے کو کیسے ذاکر کرے گا کچھ لوگ ہماری محفلوں میں اس لیے آتے ہیں کہ چلو وہاں فیض ہے کچھ برکت مل جائے گی۔ ہاں اتنی ہی خیر و برکت ہے جتنی اگر تو خوشبو والی دکان پہ جائے تو تجھے وہاں سے ملتی ہے جب تک تو دکان کے اندر رہتا ہے تو خوشبو آتی ہے اور اگر باہر نکل جائے تو ویسے کا ویسا ہوتا ہے اسی طرح ذکر کی محفل میں جب بیٹھتا ہے اور نسبت لیے بغیر جب جاتا ہے تو اُس کی مثال بھی خوشبو کی طرح ہے۔ واپس جا کر ویسا کا ویسا ہوتا ہے۔ اس لیے خالی محفل میں بیٹھنے سے وقتی سکون ہوتا ہے جو بعد میں ختم ہو جاتا ہے۔ جب نسبت میں آتا ہے تو پھر یہ نور کی دولت ہر وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد میں ہوتا ہے۔ ہر وقت سکون میں ہوتا ہے۔

---

[1] اخرجه الاولیاء لابن ابی الدنیا، الرقم: 17، و الزهد و الرقائق لابن المبارك، باب فضل ذكر الله عز وجل، الرقم: 958

اس طرح جب تک نسبت حاصل نہ کرے تو اُس کے اندر یہ نور نہیں پہنچتا اور یہ نور پہنچنے کے بعد اگر رابطہ نہ رکھے تو پھر بھی اسکے اندر وہ نور نہیں پہنچتا۔ اگر شریعت کی پابندی نہ کرے پھر بھی اُسکے اندر وہ نور نہیں رہتا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پاک کلام اور حضور ﷺ کے فرامین کو دیکھیں تو ایسے بندے کی نسبت و محبت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے

— جس کا دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد میں ہو اور اسے اپنے مرشد سے نسبت جو کہ بالواسطہ رسول اکرم ﷺ تک جاتی ہو۔
— اس نسبت کے طفیل تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی دولت حاصل ہو۔
— وہ شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ پر پوری طرح کاربند ہو۔
— حضور ﷺ کے فرامین کے مطابق اسے دیکھ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد آجائے یعنی کہ اس کی زیارت ذکرِ الٰہی اور ایمان میں اضافے کا باعث ہو۔
— اس کی سنگت و صحبت میں بیٹھنے والوں پر بھی شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ کا رنگ نظر آتا ہو۔

مرشدِ کامل-شرِ نفس و شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ

مرشدِ کامل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ایسا ذریعہ ہے کہ جس کی نسبت کے بعد سنگت و صحبت کے دوام سے بندہ شرِ شیطان اور شرِ نفس سے محفوظ رہتا ہے۔

شرِ شیطان سے حفاظت

فقط علم اور عقل انسان کی اصلاح کیلیئے کافی نہیں۔ یہ علم ہی شیطان کی گمراہی کا باعث بنا اسی علم نے اسکی عقل کے مطابق اسکو دلیل دی اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے دلیل کو پیش کرتے ہوئے ادب سے باہر نکل گیا۔ اور وہ بھول بیٹھا کہ میں کس کے سامنے بات کر رہا ہوں۔ مرشد کامل سے اگر نسبت ہو تو گمراہی اور بہک جانے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نسبت نہ ہو تو شیطان اس کو راہ راست سے بہکا دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے اور مرد مومن کے ایمان پر ڈاکہ زنی کرتا رہے۔ جب شیطان لعین کو آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار پر دھتکار دیا گیا تو اس نے قسم کھائی۔ جس کو قرآن کریم نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

> قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ [1]
>
> ترجمہ: بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

[1] صٓ 38:82

دوسری جگہ فرمایا:

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ [1]

ترجمہ: بولا تو قسم اس کی کہ تونے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

شیطان نے حضرتِ آدم وحوا علیہما السلام کو گندم کا دانا کھلایا اور مشیت الٰہی کی وجہ سے بہشت سے نکلنا پڑا کہ رب کریم نے فرمایا:

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ [2]

ترجمہ: اے آدم کی اولاد خبردار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔

اور اس بات پر حضور سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس بھی دلالت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا: وَمِنْكَ قَالَ: وَمِنِّي، وَلَكِنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمُ [3]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ مغیبات میں مت گھسو۔ کیونکہ شیطان تمہارے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ ہم نے عرض کی

[1] الاعراف8: 17،16

[2] الاعراف8: 27

[3] أخرجه ترمذی فی السنن، ابواب الرضاع،، باب التحریر من ذلك لجریان الشیطان مجری الدم، رقم: 1172

کہ کیا آپ میں بھی فرمایاہاں، لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی حتیٰ کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان صراط مستقیم پر ڈیرے جما کر بیٹھا ہے اور اس جادۂ حق سے گزرنے والوں پر چہار اطراف سے حملہ آور ہوتا ہے اور ان کی متاعِ ایمان کو لوٹ کر انہیں وقود النار بنا دیتا ہے۔اسی طرح دین کا علم رکھنے والوں کو بھی عقیدۂ توحید اور کبھی عقیدہ رسالت کے راستے سے گمراہی میں داخل کرتا ہے۔

بر یکے بر خلقت خود می تند

مہ فشاند نور، سگ عوعو کند

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو انسان اتنا محبوب ہے کہ اس نفس کی اصلاح کرنے کیلئے بھی اللہ پاک نے رحمت کی اور دین اسلام پسند فرمایا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[1]

ترجمہ: بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔

اور اسکی بھلائی کیلئے اسلام کا راستہ بنایا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کیلئے استاذ، رہبر اور رہنما انبیاء کرام علیہم السلام کی صورت میں پیش کئے-آسان الفاظ میں، علم، استاذ اور شاگرد کے مابین ایک تعلق ہے جس کے نتیجے میں شاگرد استاذ سے فیض یاب ہو سکے، یہی وہ طریق ہے جو ابتدائے نسل انسانی سے اختیار کیا گیا اور اسی قاعدہ کو جاری فرماتے ہوئے انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا کہ وہ انسانوں تک روشنی پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔استاذ اور مرشد کا یہ رشتہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ نعمت اس کیلئے ایمان، صراطِ مستقیم، رجوع الی اللہ، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، حصول بندگی اور باقی ہر ہر نعمت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

---

[1] آل عمران3 :19

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا شیطان سے محفوظ ہونا

اللہ نے اپنی رحمت سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں، اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو شیطان سے محفوظ کیا ہوتا ہے۔ شیطان ان کے قریب نہیں آسکتا ۔اللہ کی رحمت کی وجہ سے ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ محفوظ ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ نسبت اور پھر سنگت و صحبت بندے کو شیطان سے بچانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِيهِ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر شیطان بھی تمہیں راستے پر آتا ہوا دیکھے گا تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلا جائے گا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اس امر کی مزید وضاحت سید ابو الحسن علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، کشف المحجوب میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے کرتے ہیں کہ ان کو ایک دفعہ یہ خیال گزرا کہ شیطان ملعون میرے سامنے ہو تو میں اس سے پوچھوں کہ تو نے یہ سرکشی کیوں کی؟ سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ایک آدمی بزرگ صورت جس کے چہرے پر عبادتوں کے نشانات بہت واضح تھے۔ وہ سامنے آرہا تھا۔ لیکن اس کو دیکھتے حضرت ہی جنید بغدادی رحمہ اللہ کو وحشت ہونا شروع ہو گئی۔ وہ جب قریب آیا تو آگے نہیں بڑھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کون ہے تو؟ تجھے دیکھ کر مجھے اتنی وحشت کیوں ہو رہی ہے؟ تو آگے کیوں نہیں آتا؟ اس (شیطان) نے کہا میں وہی ہوں جس کو تجھے ملنے کی

[1] صحیح البخاری. کتاب الأدب. باب التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ، رقم: 6085

خواہش تھی۔اور تو خوش نصیب ہے کہ تیرے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ نے فاصلہ مقرر کیا ہے میں تیرے قریب نہیں آسکتا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ بتا کہ تجھے تکلیف کیا تھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے ؟ تو کہنے لگا تو اتنا بڑا فقیہ ہے محدث ہے شیخ طریقت ہے کیا غیر اللہ کو سجدہ جائز ہے ؟اب اگر حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا نفس شیخ طریقت کا نفس ہوتا اگر فقیہ اور محدث کا نفس ہوتا تو جواب واضح تھا کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں۔ لیکن وہ اطاعت والا نفس تھا اس لئے اس نے فوراً جواب یہ دیا کہ تجھے ماننے کی عادت ہوتی تو تو سوچتا کہ تجھے کہا کس نے تھا۔ یہ نفس نہ کثرت عبادت سے نہ فقط علم اور عقل سے اصلاح پذیر ہوتا ہے۔ اگر علم سے اصلاح نفس ہوتی تو شیطان کے پاس بھی بڑا علم تھا۔ کثرت عبادت سے ہوناہوتا تو شیطان سے زیادہ عبادت کسی کے پاس نہیں تھی۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ بیعت کی غرض سے حضرت نجم الدین کبری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ۔اس زمانہ میں امام رازی کے پایہ کا متبحر عالم موجود نہیں تھا۔ آپ کو توحید خداوندی پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل تقریبا360 کی تعداد میں از بر تھے۔انہوں نے ساری زندگی کفر و الحاد کے خلاف جہاد کر کے عقائد اسلام کا تحفظ فرمایا لیکن نزع کے وقت شیطان لعین انسانی صورت میں عقائد کے میدان میں حملہ آور ہو کر آپ کے ایمان کی شمع کو گل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے آکر کہا اے رازی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی پر دلیل دو۔ امام رازی نے دلیل دی تو ابلیس نے اپنی دلیل سے امام رازی کی دلیل کو رد کر دیا۔ آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کر دی۔ حتی کہ امام رازی نے سارے دلائل دے دیئے جو اس لعین نے اپنے دلائل کے ساتھ رد کر دیئے۔ قریب تھا کہ امام رازی کا ایمان ڈگمگا جاتا۔ آپ کے مرشد کریم حضرت نجم الدین کبری رحمہ اللہ تعالیٰ دور ایک مقام پر وضو فرما رہے تھے۔ہاتھ میں وضو کا پانی لیا اور فضا میں پھینکتے ہوئے فرمایا، "اے رازی! تو کہہ کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے اس لئے

ایک مانتا ہوں کہ میرے محبوب کریم نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا تھا کہ خدا ایک ہے"۔ تو وہ پانی امام رازی کے سینے پر آکر گرتا ہے اور وہ شیطان کے وار سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

شیخ کامل سے نسبت تھی تو مرتے دم اپنے قوی دلائل سے تو محروم ہو گئے لیکن مرشد کامل کا سہارا اس وقت بھی کام آیا۔ کیونکہ ان کے دامن سے ہدایت وابستہ ہوتی ہے۔ جو بھی ان کے دامن سے لپٹتا ہے ان کو قرآن حکیم صراط مستقیم کی ضمانت عطا فرماتا ہے۔ تو وہ جو ان کے دامن سے وابستہ ہو شیطانی حملوں سے بچ کر بالآخر اپنی منزل مقصود اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا تک جاتے ہیں۔

یہ چیزیں ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی بلکہ اس کے لئے دل کی آنکھیں درکار ہیں۔ جب دل کی آنکھیں وا ہوتی ہیں تو انسان کو اپنی ذات کی حقیقت، اپنی بے نمائی اور ذاتِ حق اور اس کے رسول ﷺ کی رفعت، عظمت اور شان واضح ہوتی ہے اور وہ ان کی اطاعت میں آتا ہے۔۔ اسی لئے قلندر لاہوری اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب   کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

کیونکہ دل کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں اور کان بھی ہوتے ہیں جب جبریل علیہ السلام نے حضور نبی رحمت ﷺ کے شق صدر کے موقع پر قلب مطہر کو چیرا تو دیکھ کر حیران ہوئے اور فرمانے لگے۔

قَلْب سَدِيد فِيهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ [1]

ترجمہ: کتنا پیارا مضبوط دل ہے جس کی آنکھیں بھی ہیں جو دیکھتی ہیں اور کان بھی ہیں جو سنتے ہیں۔

[1] فتح الباری ابن حجر، جزء13، (قوله باب ما جاء في قوله عزوجل وكلم الله موسى تكليما)، ج13، ص: 479

اس اللہ کریم سے دل بینا کی دعا کیا کرو تاکہ وہ ایسا نور عطا کرے جس سے دل زندہ ہو جائیں۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ کسی مرد کامل کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے بغیر یہ دولت نایاب "حیات قلبی" حاصل نہیں ہوتی۔

لیکن ایک بات قابل غور ہے کہ، جو پہلے ہی گمراہ ہوا سے گمراہ کرنے کی شیطان کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جو سیدھی راہ چلنے والے ہیں ان پر شیطان کا حملہ بہت زیادہ سخت ہوتا ہے۔ مرشد کریم کی بارگاہ میں ایک قادیانی آیا جو پہلے مسلمان تھا۔ کہنے لگا: جب میں مسلمان تھا تو شیطان نماز کے اندر وسوسہ اندازی کیا کرتا تھا۔ لیکن جب سے مرزائی ہوا ہوں بڑے سکون سے نماز ادا کرتا ہوں۔ تو قبلہ حضور نے فرمایا کہ تیرے اندر وہ دولت ہی نہیں رہی، جسے لوٹنے کے لئے شیطان آیا کرتا تھا۔ کیونکہ چور کبھی خالی گھر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ جہاں قیمتی سامان پڑا ہو وہیں ڈاکہ ڈالتا ہے۔ شیطان وہیں آتا ہے جہاں دولت ایمان موجود ہو، تاکہ اس دولت لازوال کو لوٹ کر لے جائے اور تمہیں جہنم کا ایندھن بنا دے۔

لیکن شیطان کو اپنے اس دعویٰ کے باوجود ایک بات یہ بھی کہنا پڑی کہنے لگا:

> إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ[1]
>
> ترجمہ: مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

لیکن وہ نابغہ روزگار ہستیاں جنہوں نے اپنے نفس کو خواہشات نفسانی کی آلودگیوں سے پاک رکھا اور انہیں عباد الرحمن کا عظیم لقب عطا ہوا ان پر شیطان کا حملہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت کے ساتھ محفوظ رکھا ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ان مخلص بندوں کو شیطان لاکھ بہکانے کی کوشش کرے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے یہ بندے اس کے بہکاوے میں نہیں آتے۔ بلکہ ان کے پیش نظر اپنے مالک کی رضا کا حصول ہی ہوتا ہے۔

---

[1] الحجر 15: 40

جس طرح کوئی شخص خطرناک جنگل میں سفر کرے تو ڈاکو اس کا متاعِ زیست غصب کر لیتے ہیں۔ لیکن قافلے کے ساتھ سفر کرنے سے اس کے جنگل میں لٹ جانے کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جب کوئی اکیلا بارگاہ ایزدی تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے جس پر شیطان لعین ڈیرے جما کر بیٹھا ہے۔ تو اس کے سرمایہ ایمان کو لوٹ لیتا ہے۔

اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ اے میرے بندو! اگر میری بارگاہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو پھر انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کے قافلے کے ساتھ آنا جس پر اس ازلی دشمن کا حملہ کارگر نہ ہو یہی قافلہ ہے جو صبح و شام اس راستے پر گامزن رہتا ہے۔ اگر ان سے نسبت قائم کر لو گے تو پھر شیطان تمہارے ایمان پر ڈاکہ نہیں ڈال سکے گا۔

حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا — اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے

اللہ تعالیٰ نے اسی متعلق ارشاد فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[2]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

---

[1] التوبة 10:119

[2] المائدة 6:35

نفس کے شر سے حفاظت

نفس کا شر شیطان کے شر سے بہت زیادہ ہے کیونکہ شیطان کے شر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا[1]

ترجمہ: بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

نفس اپنی خصلتوں کے بعد جب اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے۔ تو اس کام میں لگا رہتا ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے کہ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ[2]

ترجمہ: یقیناً ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

اور اسی لئے اس کا شر دائمی ہے دیر تک لگا رہتا ہے۔ جب تک یہ خود اپنے آپ کو نکال کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی میں نہ ڈالے اس وقت تک فطرتاً اس کے اندر یہ شر موجود رہتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہونے کے باوجود بھی نفس کے شر سے پناہ مانگتے ہوئے نظر آئے۔ شرِ نفس کو سمجھنا انسان کے اپنے بس میں نہیں کیونکہ یہ خود جس چیز کو صحیح سمجھ رہا ہوتا ہے وہی دراصل اس کو اپنے مالک سے دور کرنے کا سبب بنتی ہے۔ جب تک اسکو اپنی معرفت نہ ملے اتنی دیر تک اسکو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت نہیں ملتی، اسلئے منقول ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ[3]

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کرلی تحقیق اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کرلی۔

---

[1] النساء4: 76

[2] البلد90: 4

[3] کشف الخفاء، حرف المیم، ج2 ص: 312

جن کو اللہ پاک نے نفس کی معرفت عطا کی جیسے انبیاء کرام علیہم السلام جو معصوم عن الخطاہیں۔ جن کے نفوس اپنی مرضی والے نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے رب کی مرضی والے ہیں۔ جن کا قول اور فعل بعینہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے۔ جس طرح اللہ پاک نے امام الانبیاء ﷺ کے قول مبارک کو اپنا قول قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [1]

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنہیں کی جاتی ہے۔

اسی طرح امام الانبیاء ﷺ کے فعل کو اللہ پاک اپنا فعل قرار دیتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى [2]

ترجمہ: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے نفوس کی معرفت حاصل تھی۔ اسی لئے ان کا اسلوب جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ وہ نفس کے شر سے پناہ مانگتے رہے ہیں۔ اس سے اپنے آپ کو بری الذمہ نہیں مانتے تھے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام رب کے ہاں عرض گزار ہوتے ہیں کہ

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [3]

ترجمہ: دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔

---

[1] النجم30: 3، 4

[2] الانفال9: 17

[3] الاعراف8: 23

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق ہے کہ انہوں نے عرض کی کہ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1]

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔ بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور علم بھی عطاء فرمایا۔ اور یہی اس کو دیگر مخلوقات سے شرف دیتے ہیں۔ اب عقل ہی کی بات لیں تو یہ عقل ہی اس کو گمراہی میں بھی لے جاتی ہے اور یہی عقل اس کو اطاعت میں بھی لے جاتی ہے۔ جب انسان عقل کو اپنے لئے اپنے مقاصد اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے ان کی تکمیل کرنے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ تو پھر وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دور اور اطاعت خداوندی سے دور لے جاتی ہے۔ اور جب انسان اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہوئے اپنے مالک اپنے خالق حقیقی سے تعلق استوار رکھتے ہوئے عقل کو استعمال کرتا ہے۔ تو پھر یہ نفس اطاعت کی طرف آتا ہے اس عقل کو عقل سلیم کہتے ہیں۔ اور اس عقل سلیم کیلئے علم کی ضرورت ہے۔ اسی لئے حضرت انسان کی بڑائی، فضیلت اور عظمت اس علم کی بدولت ہے۔ لیکن اس علم کی وجہ سے جو اس کو نفع دے یعنی معرفت خداوندی کا علم جو اس انسان کو اپنے رب کے سامنے اپنے نفس کی کمتری اور خدا وحدہ لاشریک کی کبریائی واضح کر دے۔ فقط اس اللہ کریم کی معرفت والا علم ہی اس نفس کیلئے نفع والا علم ہے۔ اس معرفت کے بغیر علم جو اس کی اپنی ذات کی خوشنودی کیلئے ہے۔ وہ سانپ کی طرح ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام پر کیا خوب فرمایا۔

علم را برائے تن زنی مار بود   علم را برائے دل زنی یار بود

علم کو اگر بدن کیلئے استعمال کیا جائے تو یہ سانپ بن جاتا ہے لیکن علم کو اگر دل سے جوڑا جائے تو یہ یار بن جاتا ہے۔

---

[1] یوسف 12: 53

علم نافع اصل میں وہ ہے جو کہ انسان کو اللہ سبحانہ و تعالی کی معرفت دیتا ہے جس علم کے ذریعے انسان اپنے آپ کو برائی سے بچا کر اور ان کاموں کی طرف جن کا اس کو اس کے پیدا کرنے والے نے حکم دیا ہے ان پر وارفتگی اور رغبت کے ساتھ عمل پیرا نہ ہو جائے وہ نافع نہیں رہتا۔

اب کوئی ایسی نگاہ، کوئی ایسی کامل صحبت چاہیے جو اس ظاہری علم کو اس کی طبیعت کا حصہ بنا دے، اس کے اندر گھول دے، اس کے دل تک پہنچا کر اس کا حصہ بنا دے اس طرح کہ اس پر عمل کرنا بغیر کسی تکلف کے ہو بلکہ اس سے شریعت مطہرہ پر عمل کئے بغیر رہا نہ جائے اور اس کو عمل میں اخلاص بھی حاصل ہو جائے۔ نسبت و صحبت کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں آئمہ و محدثین کے فرامین "مرشد کی ضرورت واحتیاج کی تلقین" کے باب میں گزر چکے ہیں۔

علم ظاہر اکیلا پڑھ کر تزکیہ نفس کے حصول کی خواہش اور تمنا رکھنا محض خام خیالی ہے۔ کیونکہ محض علم ظاہر انسان کو رغبت اور چاہت سے خالی رکھتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی اپنی مرضی سے کثیر نوافل کا پابند تو ہو گا مگر داڑھی بھی کاٹتا ہو گا۔ یا ایک شخص اپنے بیٹے کے ولیمے پر تو لاکھوں خرچ کرتا ہو گا مگر زکوۃ کی ادائیگی کو تاوان بھی سمجھتا ہو گا۔ تزکیہ نفس صرف شریعت کے ساتھ ہے اور شریعت محض معیت ادب میں صحبت کامل پیر کا ثمر ہے۔

> وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ
>
> اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدقِ دل سے) توبہ کرو وہ تمہیں وقت معین تک اچھی متاع سے لطف اندوز رکھے گا اور ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کی جزا دے گا (یعنی اس کے اعمال و ریاضت کی کثرت کے مطابق اجر و درجات عطا فرمائے گا)۔ (ھود، 11:3)

مرشدِ کامل - حصولِ ہدایت کا ذریعہ

ھادیِ اعظم ﷺ کی صحبت مبارکہ کے اثر سے ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے اندر سے برے اوصاف دور ہو جاتے تھے اور انکے نفوس اصلاح پا کر خلق نبوی کا نمونہ بن کر اخلاق کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو جاتے تھے، اسی کی برکت سے ایک احسن معاشرہ تشکیل پا گیا تھا۔ اس ہدایت یعنی باطنی امراض سے چھٹکارا اور مکارم اخلاق کا حقیقی ذریعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذاتِ مبارک رسول ﷺ کو بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

> هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی[1]
>
> ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا

اب ہدایت کا ذریعہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ہے هُدًى لِّلنَّاسِ (ترجمہ: لوگوں کیلئے ہدایت) هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (ترجمہ: ہدایت ہے ڈروالوں کو)۔ لیکن یہ ہدایت ہونے کے باوجود یہ ہدایت بندے کے اندر گھلتی نہیں وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوتے، اس سے برے اخلاق دور نہیں ہوتے، اس کی طبیعت کے امراض کا علاج نہیں ہوتا۔ جس طرح قرآن پاک میں حکم ہے نماز پڑھو! اب اس حکم کو پڑھنے کے بعد عقل والے بندے کو تو نماز ہر صورت میں پڑھنی چاہیے۔ لیکن اس کا نفس نماز پڑھنے کی طرف راغب نہیں ہوتا تو وہ نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا بھی ہے تو نماز کی تاثیر (فحش و منکر کا دور ہونا) اسکو حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے اندر ابھی ہدایت داخل نہیں ہوئی۔ اسکے ساتھ تو موجود ہے۔ اسکی مثال اسطرح ہے کہ پانی میٹھا کرنا ہو تو اس کے اندر چینی گھولنے کی ضرورت ہے۔ ساتھ رکھنے سے میٹھا نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ ہدایت وہ نور ہے جب تک انسان کے نفس کے اندر داخل نہ ہو تب تک اس کو ہدایت والا نہیں بناتا، اسکے اندر اخلاق حسنہ کو ترویج نہیں دیتا۔

---

[1] الفتح: 28

ورنہ یہی قرآن ہے کہ بہت سے قاری قرآن بھی غلط معانی کی بنا پر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی قرآن کریم کی تمثیلات، حکایات اور تعلیمات ہیں جن سے بے شمار لوگ گمراہی میں جا گرتے ہیں اور بعض منزل ہدایت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ تو جب من کی اصلاح نہ ہونے کے باعث بعض گمراہی پا رہے ہیں تو پھر کون سی راہ ہے کہ انسان قرآن پڑھے تو سوائے ہدایت کے کوئی خدشہ نہ رہے۔ تو کریم رب نے خود رہنمائی فرمادی:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ [1]

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے علم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے"۔

تو انہیں ہی قرآن صلحاء کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یہی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں جن کو اللہ تعالی نے ہدایت کی ضمانت عطا کر رکھی ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے لئے ہدایت کی ضمانت نہیں۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ [2]

ترجمہ: تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اسی قرآن کو پڑھ کر کتنے ہی مفسر، محدث، فقہاء فلاسفہ اور منطقی گمراہ ہو گئے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ جبریہ قدریہ اور خوارج یہ سب قرآن پڑھتے تھے۔ لیکن قرآن کریم سے انہیں ہدایت میسر نہ آئی۔ ہدایت تو تب میسر آتی جب کسی ہدایت کے سرچشمے سے خود کو منسلک کر کے ہدایت کا خود کو حق دار بنا لیتے۔

---

[1] المائدۃ 5: 16،15

[2] الکہف 18: 29

قرآن سراسر ہدایت اور باران رحمت ہے۔ بارش زمین پر یکساں طور پر گرتی ہے۔ اگر زمین بن چکی ہو تو بارش کے گرنے سے وہاں سبزہ اگتا ہے۔ اگر زمین بنجر ہو تو کچھ نہیں آتا اور اگر زمین میں گندگی ہو تو بارش کے گرنے سے بدبو اور تعفن جنم لیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم معارف الٰہیہ کی بارش ہے۔ اگر دل کی زمین بن چکی ہو تو قرآن پڑھنے سے ہدایت کے شجر ثمر بار اگتے ہیں۔ اگر سینے کی زمین بنجر ہو تو قرآن پڑھنے کے باوجود کچھ نہیں اگتا۔ اور اگر سینے کی زمین غلط اور فاسد عقیدے کی وجہ سے تباہ حال ہو تو قرآن کریم پڑھ کر بھی تعصب اور گمراہی پیدا ہوتی ہے۔

گل توحید نروید بہ زمینے کہ دارد
خار شرک وحسد و کبر وریا کین ست

اسی لئے فرمایا اے لوگو! ان چشموں سے منسلک ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ساری دنیا کو چھوڑ کر اسی کے ہو گئے ہیں اور وہ ان کا ہو گیا ہے۔ وہ گمراہی سے محفوظ و مامون کر دیئے گئے ہیں تاکہ تمہارے من سیراب ہو جائیں۔ تو پھر قرآن کھولو گے تو قرآن سے بھی ہدایت ملے گی حضور سید العالمین ﷺ کی سنت کا مطالعہ کرو گے تو وہاں بھی ہدایت کے سرچشمے نظر آئیں گے۔ ہر طرف سے تمہارے لئے ہدایت کے راستے کھول دیئے جائیں گے اور گمراہی کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن لوگوں کو ہدایت تقسیم کرنے کیلئے دیا تھا اسلئے پورے قرآن کا نور و ہدایت اور ہر خشک اور تر کے علم سمیت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضور ﷺ کے قلب اطہر مبارک میں ڈالا۔

> نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ[1b]
>
> ترجمہ: اُسے روح الامین لے کر اترا، تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔

[1] الشعراء: 193-194

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنا پاک کلام جو ذریعہ ہدایت و نور ہے، اپنے محبوب ﷺ کے سینہ اقدس میں ڈالا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ قرآن کریم سابقہ الہامی کتب کی طرح لکھا ہوا نہیں ملا بلکہ حضور ﷺ (مرشد اعظم ﷺ) کے سینہ اقدس، قلب اطہر پر نازل ہوا تاکہ یہ ہدایت نسبتِ رسول ﷺ میں آکر آپ ﷺ کی معیت میں بیٹھنے والوں کے دلوں کا حصہ بن کر احکامات خدا کو ان کی طبیعت کا حصہ بنادے اور انہیں شریعتِ مطہرہ پر بلا تکلف کاربند کردے۔

اسلئے حضور ﷺ کا علم مبارک تمام مخلوقات سے زیادہ ہے۔ اور اس قلب اطہر مبارک کے اندر اللہ پاک نے اپنی معرفت اور پہچان کی ایسی آگہی اور شعور رکھا تھا جو کسی اور کا نصیب نہیں تھا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ

> اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ[1]
>
> ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا؛ اسکے نور کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے؛ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

اس سے مراد حضور ﷺ کا نور بھرا دل ہے۔ اس قلب سے جس نے ادب اور محبت سے نسبت حاصل کی۔ اور اس پر استقامت اختیار کی۔ اسکے دل میں بھی یہی نور داخل ہوا اور وہ اوصاف حمیدہ والا بن گیا اور اس کو انسانیت کا شرف و تکریم نصیب ہو گئی۔

اسی بات کو امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے منظوم انداز میں یوں فرمایا۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

---

[1] النور:35

یہ بات مسلم ہے کہ کسی مرد کامل کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے بغیر یہ دولت نایاب (حیات قلبی) حاصل نہیں ہوتی۔

قرآن کریم میں ''اهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ'' میں ہدایت مانگنے کا حکم فرمایا جارہا ہے۔ تو ہمیں یہ معلوم نہیں کہ وہ کون سی ہدایت ہے جس کے طلب کرنے کا ہمیں حکم دیا جارہا ہے۔ کیونکہ ہدایت کی چار اقسام ہیں:

(1) ہدایت فطری (2) ہدایت حسی (3) ہدایت عقلی (4) ہدایت قلبی

1: ہدایت فطری

جب بچہ بطن مادر سے اس عالم گیتی میں قدم رکھتا ہے تو ہدایت فطری لے کر آتا ہے۔ مثال کے طور پر جب اس معصوم بچے کو آنکھ میں خارش ہوتی ہے تو وہ اپنے ناخن آنکھ میں نہیں مارتا۔ بلکہ مٹھی بند کر کے اس کی الٹی جانب آنکھ پر پھیرتا ہے۔ تو یہ ہدایت فطری ہے جس کا انتظام فاطر السموات والارض نے کر رکھا ہے۔

حضور نبی مکرم نے ارشاد فرمایا:

> عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنۡ مَوۡلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطۡرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوۡ يُنَصِّرَانِهِ، أَوۡ يُمَجِّسَانِهِ[1]
>
> ترجمہ: ہر نو مولود فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی عیسائی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔

لیکن اس ہدایت فطری کی ایک حد ہے ایک مقام پر جا کر یہ ہدایت رک جاتی ہے۔ اس کے بعد مزید کسی ہدایت کی ضرورت پڑتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابُ إِذَا أَسۡلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلۡ يُصَلَّى عَلَيۡهِ، وَهَلۡ يُعۡرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسۡلَامُ، حدیث 1358

2: ہدایت حسی

دوسرے مرحلے پر جس ہدایت کی ضرورت پڑتی ہے وہ ہدایت حسی ہے اور یہ ہدایت حواس خمسہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ حواس ظاہری اس نومولود کو یک بارگی عطا نہیں کئے جاتے بلکہ تدریجاً یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے حاسہ لامسہ عطا کیا جاتا ہے۔ جس کو حضور سید العالمین ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ، غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے ہی وہ چیختا چلاتا ہے ماسوائے مریم اور ان کے صاحب زادے کے۔

3: ہدایت عقلی

اس کے بعد دوسرے نمبر پر حاسۂ باصرہ عطا کیا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ اس کائنات کی رنگینیوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر قوت سامعہ سے نوازا جاتا ہے۔ پھر قوت ذائقہ کا ادراک ہوتا ہے۔

لیکن ان پانچوں حواس کے حصول کے باوجود اس کے اندر تمیز کی صلاحیت مفقود رہتی ہے۔ وہ جان نہیں سکتا کہ میرے لئے کون سی چیز مضر ہے اور کون سی مفید اور وہ سات برس تک حاسہ تمیز سے محروم رہتا ہے پھر اسے حاسہ تمیز عطا کیا جاتا ہے۔

ہدایت حسی کے بعد جس ہدایت کی ضرورت پیش آتی ہے اس کو ہدایت عقلی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى {وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا} [مریم: 16]، حدیث: 3431

عقل کے ذریعے انسان سوچتا ہے، منصوبے بناتا ہے۔ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر کے نظام شمسی تشکیل دیتا ہے۔ ہوا کو ربڑ کے پہیئے میں بند کر کے موٹر چلا دیتا ہے لوہے کا بحری جہاز بنا کر سمندر کے بپھرے ہوئے سینے میں تیرا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ جزء لایتجزیٰ کو تقسیم کر کے ایٹم بم بنا دیتا ہے۔ یہ سب عقل کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ پھر ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں عقل کی پرواز ٹھہر جاتی ہے جہاں عقل کا گھوڑا دم توڑ دیتا ہے اور عقل کی قوت ادراک ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور ہدایت کی ضرورت پڑتی ہے۔

4: ہدایت قلبی

جب تک انسان تمیز کی دنیا میں تھا تو عقل کی دنیا اس کے لئے معدوم تھی۔ جب عقل کی آنکھ بینا ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ تمیز کے جہان کے بعد ایک اور جہاں ہے جسے طور عقل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو تمیز کے طور سے فوقیت رکھتا ہے۔ جب عقل کی دنیا میں قدم رکھا تو عقل سے وراء چیزیں اس کے لئے معدوم ہیں۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور　　　　چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

جن چیزوں کی حقیقت تک آپ عقل کے ذریعے رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ تو لازمی طور پر ایسی ہستی کا دامن تھامنا پڑے گا جس کو رب لم یزل نے چشم بینا عطا کی ہو۔ بندے کو اپنی تخلیق کا مقصد کما حقہ پورا کرنے کے لئے یعنی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی میں آکر ترک معصیت اور ترک غفلت کرنے کے لئے ہدایت قلبی کی ضرورت ہے جیسے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ:

> وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ[1]
>
> ترجمہ: اور جو اللہ پر ایمان لایا اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا۔

---

[1] التغابن: 11

سیدنا حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ میں فرماتے ہیں[1]، مرید کی ذمہ داری میں یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس صرف ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے جائے اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہو گا جب وہ اپنے آپ کو اہل ہدایت کے راستے سے بھٹکا ہوا خیال کرے نیز یہ کہ وہ اس غم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مجبور ہے ورنہ جب وہ اپنے آپ کو شیخ کی تربیت سے بے نیاز خیال کرے گا تو اس ادب کے واجب کو قائم کرنے پر قادر نہیں ہو گا اگرچہ دو بڑی مخلوق (انسان اور جن) کے برابر عبادت کرے۔

آپ مزید لکھتے ہیں، سالک اور مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ وہ شیخ کی صحبت صرف تربیت حاصل کرنے کے لئے اختیار کرے کوئی دوسری وجہ نہ ہو۔ مثلاً کھانا پینا اور وظیفہ وغیرہ۔ پس جو شخص ان وجوہات یا ان کے علاوہ کی بنیاد پر شیخ کی صحبت میں داخل ہوتا ہے جب تک اس کے یہ اسباب موجود ہوں وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتا اور جب شیخ کو معلوم ہو جائے کہ مرید نے تربیت کے لیے صحبت میں کسی دوسری علت مثلاً کھانے وغیرہ کو شریک کیا ہے تو اس پر لازم ہے وہ اسے اس سے نکال دے اور اسے حکم دے کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائے اور وہ تنہائی میں کثرت سے ذکر کرے تاکہ وہ یقین کی تربیت حاصل کر سکے کیونکہ مرید کے لئے یقین کی تربیت حاصل کرنا جماعت کے ساتھ ذکر وغیرہ میں مشغول ہونے سے مقدم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے پاس بیٹھنے والے اکثر مریدین اپنے مرشد سے نفع حاصل نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے پیٹ کے غلام ہیں۔

---

[1] الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الباب الثانی فی بیان نبذۃ من آداب المرید مع شیخہ

جب انسان کو ہدایت قلبی حاصل ہوتی ہے تو اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ہدایت ان لطائف کے ذریعے حاصل ہوتی ہے (1) لطیفہ قلب (2) لطیفہ روح (3) لطیفہ سر (4) لطیفہ خفی (5) لطیفہ اخفیٰ (6) لطیفہ نفسی (7) لطیفہ قالبی۔۔ (اس موضوع کی تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری تصنیف "الاربعین فی فضل الذکر والتقرب الی اللہ تعالیٰ)۔

ان لطائف کے انوار کی تاثیر سے نفس انسان کے عناصر کی صفات رذیلہ سے تطہیر ہوتی ہے اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات کی پہچان حاصل کر کے بندگی والا بنتا ہے۔ لطیفہ قلب کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کا نور میسر آتا ہے جو بندے کے نفس کی خواہشات اعتدال پر لانے کا سبب بنتا ہے۔ اسکی علامت ذکر کے وقت ماسویٰ اللہ کا نسیان اور ذاتِ حق کیساتھ محوّیت ہے (اگرچہ تھوڑی دیر کیلئے ہو) اسکی تاثیر رفعِ غفلت اور دفعِ شہوت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی نور کی برکت سے اسے اس بات کا ادراک ہونا شروع ہوتا ہے اور لطیفہ روح میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات ثمانیہ ثبوتیہ (سے مراد وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اپنے لیے ثابت کی ہیں جیسے علم اور قدرت وغیرہ۔) ذاتیہ (وہ صفات جسے خدا کی ذات سے نسبت دی جاتی ہے جیسے حیات، علم اور قدرت) حقیقیہ کا نور آتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جن کا الٹ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ نہیں موسوم ہو سکتا ان صفات میں (1) حیات (2) علم (3) قدرت (4) سماعت (5) بصارت (6) کلام (7) ارادہ (8) تکوین شامل ہیں۔ اسکی تاثیر غصّہ و غضب کی کیفیّت میں اعتدال اور طبعیت میں اصلاح و سکون کی کیفیت کا ظہور ہے۔ اسی طرح لطیفہ سر کی فناء پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے شیونات و اعتبارات کا ظہور ہے اس کی تاثیر طمع اور حرص کے خاتمے نیز دینی اُمور کے معاملے میں بلا تکلّف مال خرچ کرنے اور فکرِ آخرت کے جذبات کی بیداری سے ظاہر ہوتی ہے۔ لطیفہ خفی جب ذاکر ہوتا ہے تو اسکی تاثیر حسد و بخل اور کینہ وغیبت جیسی امراض سے نجات حاصل ہو جانے

سے ظاہر ہوتی ہے۔اور لطیفہ اخفیٰ میں اللہ تعالی کی شان جامع کانور آتا ہے۔اسکی تاثیر تکبر، فخر و غرور اور خود پسندی جیسی مُہلک روحانی امراض سے رہائی پانے اور مکمل حضور واطمینان کے حصول سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

ان لطائف کاذکر میں آنا گویاکہ مرید کے باطن کااستنجاہے یعنی کے فرمان رسول کے مطابق ابھی اس کے باطن کی نجاست دور ہوئی ہے اس کے بعد مرشد کی توجہ اوراذن سے مرید کے اندر کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ذکر نفی اثبات کاالقاء ہوتاہے اور یہ ذکر نفی اثبات گویاکہ باطن کا وضو ہے اور اگر مرید اس امانت کا(ذکر نفی اثبات) صحیح طریقہ سے عامل ہو تو یہ اس کے باطن کی صفائی کے ذرائع میں سے ہے

یہ وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے تزکیہ نفس ہوتاہے۔دل کی آنکھیں خود ذکر کرنے سے نہیں کھلتیں بلکہ ذکر کرنے والاجب توجہ کرے۔شیخ کامل جب اپنے متوسل کو سامنے بٹھاکر توجہ کرتاہے تو پھر دل سے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔اس کے لطائف بیدار ہو جاتے ہیں اور دل سے میل اور زنگ دھل جاتے ہیں۔

اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دل بھی ذاکر ہو جائیں تو اہل ذکر کی بارگاہوں میں آجاؤ کیونکہ جب تک مرشد کامل توجہ نہ کرے ذکر کرنے کا طریقہ نہ سکھائے اس وقت تک ذکر کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ ان کی توجہ کبریت احمر سے زیادہ نایاب ہے۔اس لئے اس بارگاہ سے فیض حاصل کرو۔

مرشدِ کامل۔معدنِ تقویٰ

ارشادِ ربّ العزت ہے کہ

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اختیارِ تقوی کے بعد سچوں کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

غور کریں تو ایمان کی دولت مل جائے اور تقویٰ کی دولت سے مزین ہونے کے بعد مزید بھی سچوں کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ محض عقل والوں کیلئے یہ آیت نہ کھلنے والا عقدہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو تعلیم کتاب اور عمل بالکتاب کے بعد کسی کے پاس جانے کا جواز نہیں۔ بلکہ صرف الفاظ کو پڑھنا اور ان پر اپنی طبیعت، عقل و سوچ کے مطابق عمل کرنا پورا دین ہے۔ جبکہ یہ آیت ایمان، تقویٰ کے بعد سچوں کی معیت سکھاتی ہے۔

جبکہ تقویٰ ایک مفہوم کلی ہے جو تو جملہ اعمال و عبادات کو شامل ہیں۔ کیونکہ تقویٰ کے مشہور تین درجات ہیں۔

1. تقویٰ عوام: کفر و شرک سے بچنا۔
2. تقویٰ خواص: کبائر سے بچنا۔
3. تقویٰ اخص الخواص: صغائر اور گناہوں کے خیالات سے بھی بچنا۔

[1] التوبة:119

ان تینوں درجات میں ایمانات سے لے کر اعمال تک سب کچھ آجاتا ہے۔ لیکن معیت صادقین ان درجات کے بعد بھی لازم ہے۔

اسکی دو وجہیں ہیں۔ایک تو یہ کہ تقویٰ سے اعمال صالحہ کا حصول تو ہو جاتا ہے لیکن گناہوں میں دوبارہ مبتلا ہو کر ان اعمال کی برکات و ثواب ضائع ہو جاتے ہیں۔ تو صحبت صادقین ایسی حفاظت ہے جو اعمال کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے یعنی اس صحبت میں بیٹھ کر اتنی روشنی اور پختگی نصیب ہوتی ہے جو گناہ سے بچنے کی طاقت کو مضبوط کرتی ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اعمال کرنے میں مشکلات نہ ہوں یعنی بندے سے عادتاً نیکی کا صدور ہوتا ہو تو اعمال صالحہ کی کثرت بھی ہو تب بھی ان اعمال میں اخلاص کیلئے ان کے کھوٹا پن کو دور کرنے کیلئے سچوں کی معیت ضروری ہے یعنی بعض اوقات اعمال صالحہ کبر کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ ملائکہ علیہم السلام نے آدم علیہ السلام کو بلا تفکر سجدہ کر لیا تھا۔ کہ خالص تھے بندگی میں، لیکن ابلیس ان کا امام ہو کر اعمال صالحہ کے کبر کی وجہ سے ذات باری تعالی کے حکم کا انکار کر بیٹھا اور عمر بھر کے اعمال ضائع ہو گئے اسی طرح انسان جب نیکی کرتا ہے تو اگر اس کے اندر اخلاص نہیں ہوگا تو وہ نیکی اس کے لئے کثافت کا باعث بنتی ہے۔ لیکن صحبت صالح ایسی چیز ہے جو اعمال کے باوجود بندے کو جھکا کر رکھتی ہے۔ جس کو کہنے والے نے کہا کہ

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی　　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اہل نظر اخلاص کی نشانیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مخلص شخص کی نشانی یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے باوجود اس کو لگتا ہے کہ کچھ بھی نہیں کر سکا۔

نسیان رؤیت الاعمال فی الاعمال

اعمال کے باوجود اعمال کو بھول جانا یعنی کرنے کے باوجود اس کو نیک ہونے کا احساس نہ ہونا یہ دولت اور اثر صرف خالص بنائی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر مسلمان تو ہوتا ہے۔ لیکن جس کو مانا ہے کہ وہ میرا معبود بر حق ہے اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں یہ زبان سے پڑھ لینے سے مسلمان تو کہلائے گا لیکن یہ توحید خالص بھی صحبت اور معیت صالح کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

ان ہی بندوں کے لیے اللہ پاک نے فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوٰى[1]

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل کو اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کیلئے پرکھ لیا ہے

مزید فرمایا گیا،

مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ[2]

ترجمہ: جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے

حضور ﷺ فرماتے ہیں،

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: الْإِسْلَامُ عَلَانِيَةٌ، وَالْإِيمَانُ فِي الْقَلْبِ، قَالَ: ثُمَّ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: ثُمَّ يَقُولُ: التَّقْوَى هَاهُنَا، التَّقْوَى هَاهُنَا[3]

[1] الحجرات3

[2] الحج32

[3] رواہ أحمد(3/134) من حديث أنس رضی اللہ عنہ قال الهيثمي في ((مجمع الزوائد))(1/57): رجاله رجال الصحيح ما خلا علي بن مسعدة وقد وثقه ابن حبان وأبو داود الطيالسي وأبو حاتم وابن معين

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام واشگاف (واضح) ہے اور ایمان دل میں ہے۔اپنے سینہ (مبارک) کی طرف تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے تقویٰ یہاں ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں،

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ : عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ : إِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ مَعْدِناً وَ مَعْدِنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی کان (یعنی مخفی خزانہ) ہوتی ہے اور تقوٰی کی کان عارفوں کے دل ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں،

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ : إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَيْسُوا بِالْأَنْبِيَاءِ وَلَا شُهَدَاءَ، يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرْبِهِمْ وَمَجْلِسِهِمْ مِنْهُ، فَجَثَا أَعْرَابِيٌّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: يا رسول الله! صفهم لنا، وحلهم لنا قَالَ: قَوْمٌ مِنْ أَفْنَاءِ النَّاسِ مِنْ نُزَّاعِ الْقَبَائِلِ، تَصَافَوْا فِي اللهِ وَتَحَابُّوا فِي اللهِ، يَضَعُ اللهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فَيُجْلِسُهُمْ، يَخَافُ النَّاسُ وَلَا يَخَافُوْنَ، هُمْ أَوْلِيَاءُ اللهِ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ[2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء اور نہ ہی شہداء ہیں لیکن بروز قیامت بارگاہ

---

[1] الحدیث رقم 128 : اخرجه القضاعی فی مسند الشهاب، باب إن لكل شیء معدنا، الرقم : 1033 - 1034، والطبرانی فی المعجم الكبير، ، مالرقم 131851

[2] الحدیث رقم :8 اخرجه الحاكم فی المستدرك، ، باب إن لكل شیء معدنا ، الرقم : 7318

الٰہی میں ان کے قرب کی بدولت انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ پس ایک اعرابی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ان کا حلیہ بیان فرمائیے (تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں) آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مختلف گروہوں اور قبائل سے ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی اور محبت رکھی۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور کے منبر لگوائے گا۔ اس دن لوگ خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ پرسکون ہوں گے یہی وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے۔

عن الحارث بن مالك الأنصاری رضی اللہ عنه أنه مر برسول الله ﷺ فقال: كيف أصبحت یاحارث قال أصبحت مؤمنا حقا. قال: انظر ما تقول فإن لكل شئ حقیقة، فما حقیقة إیمانك فقال: عزفت نفسی عن الدنیا فأسهرت لیلی وأظمأت نهاری، وكأنی انظر إلی عرش ربی بارزا، وكأنی انظر إلی أهل الجنة یتزاورون فیها، وكأنی انظر إلی أهل النار یتضاغون فیها، فقال: یا حارث عرفت فالزم ثلاثا.

وفی روایة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَصَبْتَ فَالْزَمْ مَؤمِنٌ نَوَّرَ اللهُ قَلْبَهُ[1]

ترجمہ: حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ان سے استفسار فرمایا: اے حارث! تونے صبح کیسے کی؟ انہوں نے عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ!) میں نے سچے مومن کی طرح (یعنی حقیقت ایمان کے ساتھ) صبح کی، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: غور کرو کیا کہہ رہے ہو یقیناً ہر شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، سو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کیا: میرا نفس دنیا سے

[1] الحدیث رقم 47: اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، باب الحاء، الحارث بن مالك الأنصاری، الرقم 3367

بے رغبت ہو گیا ہے اور اسی وجہ سے اپنی راتوں میں بیدار اور دن میں پیاسا (یعنی روزہ سے) رہتا ہوں اور حالت یہ ہے گویا میں اپنے رب کے عرش کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، اہل جنت کو ایک دوسرے کو ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو تکلیف سے چلاتے دیکھ رہا ہوں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے حقیقت ایمان کو پہچان لیا، اب (اس سے) چمٹ جا۔ یہ کلمہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اور ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو نے حقیقت ایمان کو پالیا، پس اس حالت کو قائم رکھنا، تو وہ مومن ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے نور (حقیقت) سے بھر دیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ آلُ مُحَمَّدٍ فَقَالَ: كُلُّ تَقِيٍّ وَتَلَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: {إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ[1]} [2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آلِ محمد کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمام اہلِ تقویٰ (میری آل میں سے ہیں) اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: صرف متقین ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ[3]

ترجمہ: اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

---

[1] الانفال 34:9

[2] الحدیث رقم 131، اخرجه الطبرانی فی المعجم الاوسط، باب الجیم، من اسمه جعفر، الرقم 3332

[3] الانفال 34:9

ایک اور جگہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا-يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [1]

ترجمہ: اللہ ولی ہے مسلمانوں کا، انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ [2]

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے، ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

یعنی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دوست کون ہیں جو متقی ہیں، جو خشیہ الٰہی والے ہیں۔ جن کے دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد سے لرز جاتے ہیں، ان کے دل تقویٰ کی کان (معدن) ہوا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نسبت، سنگت اور صحبت کا دوام بندے کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد اور تقویٰ والا بنا دیتا ہے۔

[1] البقرۃ2:257

[2] الانفال8:2

مرشدِ کامل-ذریعہ حصولِ احسان

حدیث جبرئیل (علیہ السلام) کو ایمان، اسلام اور احسان یعنی کہ بالترتیب عقائد، اعمال صالحہ اور بندگی میں اخلاص کے عنوانات پر بہت اہمیت حاصل ہے۔ایک مرتبہ سیدنا جبریل امین حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں سائل بن کر حاضر خدمت ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم بھی رونق محفل تھے۔

عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اسی شخص کی حالت سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے۔اور ہم میں سے ہر شخص کے لئے وہ اجنبی تھا۔ وہ آکر حضور سید عالم ﷺ کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں کو

[1] صحیح مسلم حدیث :97 ،صحیح بخاری ،کتاب الایمان، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الإِيمَانِ وَالإِسْلاَمِ وَالإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ،حدیث :50

حضور ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں یعنی حضور کے سامنے اس طرح بیٹھا ہے جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور کہنے لگا اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دو نماز پڑھو زکوۃ ادا کرو رمضان کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو۔ اس اجنبی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا: ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بعد میں اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں (اس کی کتابوں)، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر خیر وشر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اس شخص نے عرض کی آپ نے سچ فرمایا۔ اس نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔

جبکہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے اس میں پہلے عقائد کا ذکر ہے پھر ارکان اسلام کا اور اس کے بعد احسان کا تذکرہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: مَا الإِيمَانُ قَالَ: الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ. قَالَ: مَا الإِسْلاَمُ قَالَ: الإِسْلاَمُ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ، وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ. قَالَ: مَا الإِحْسَانُ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ قَالَ: مَا المَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الإِبِلِ البُهْمُ فِي البُنْيَانِ، فِي خَمْسٍ لاَ

يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ ﷺ: {إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ} الآيَةَ، ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ: رُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا، فَقَالَ: هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: جَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الإِيمَانِ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک دن آنحضرت ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے پھر جواب دیا کہ اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ فرض ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا (البتہ) میں تمہیں اس کی نشانیاں بتلا سکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیہاتی لوگ ترقی کرتے کرتے) مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے (یاد رکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہو گی (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے واپس بلا کر لاؤ۔ لوگ دوڑ پڑے مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ ﷺ

[1] اخرجہ بخاری فی الصحیح، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان، والسلام والاحسان وعلم الساعۃ، رقم: 50

> نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ امام ابو عبد اللہ بخاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان تمام باتوں کو ایمان ہی قرار دیا ہے۔

یعنی جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ایمان کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں حضور سید العالمین ﷺ نے عقائد کو بیان فرمایا۔ تو جبریل نے خود ہی تصدیق بھی کی۔ صحابہ کرام بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیسا شخص ہے جو خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔

حضرت جبریل امین نے دوبارہ عرض کی کہ آقا! اسلام کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارکان اسلام کو بیان فرمایا۔ پھر عرض گزار ہوئے کہ احسان کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی عبادت اس حال میں کرے کہ گویا تو اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے اگر تو نہیں دیکھ سکتا تو پھر یہ یقین کامل رکھ کہ وہ کریم تجھے ملاحظہ فرما رہا ہے۔

ان تین سوالات کا یکے بعد دیگرے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف عقائد کے درست ہو جانے سے سارے مراحل پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ جاتے بلکہ کچھ اور بھی ہے جو باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ عمل کی کمی ہے جسے آپ نے (ماالاسلام) کے جواب میں ارشاد فرما کر اس کمی کو دور کر دیا۔ عقیدے اور عمل کا بیان کما حقہ بیان فرمادیا لیکن جبرئیل کے تیسرے سوال سے واضح ہوتا ہے کہ اگر عقیدہ اور عمل پختہ ہو جائیں تو پھر بھی سب کچھ مکمل نہیں ہوتا کہ کسی عمل کی کمی رہ جاتی ہے جس کا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

محض ارکان اسلام کی پابندی کرنے سے احسان کی منزل حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایمان و اسلام تو وہ بنیادی شرائط ہیں جن کو قبول کئے بغیر انسان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا تو پھر مسلم و مومن ہونے کے بعد مسلم و مومن کامل ہونے کی آرزو بھی ایک حقیقت ہے۔ تو یہ تیسرا سوال کہ آقا! اگر وہ ایمان واسلام کے

تقاضے بھی پورے کرے اور احسان کی منزل پانا چاہے تو بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں حضور سید العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ

پھر راستہ تجویز فرمادیا کہ اگر تو نہ دیکھ سکے تو کم از کم تیری یہ حالت ہو کہ میرا رب کریم مجھے رحمت سے دیکھ رہا ہے۔ جس طرح کوئی بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہو اور یہ کامل احساس اس کے من میں اتر چکا ہو کہ بادشاہ مجھے دیکھ رہا ہے تو پھر اس کے کھڑے ہونے اور ادب و نیاز کا عالم ہی کچھ اور ہوگا اور اگر خیال اس جانب نہ ہو تو پھر کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا انداز یکسر جدا ہوگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس حال کو کس طرح پایا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اسی حدیث پاک میں دے دیا گیا۔ کہ "ان لم تکن "تو خود کو مٹا دے۔ اپنی خودی اور انانیت اور میں گم رہنے کو ختم کر دے۔

اپنی خواہشات کی پیروی اور اتباع ختم کر دے۔ اپنے آپ کو اپنے مالک کے احکامات کے تابع کر دے۔ اپنی مرضی کو قربان کر دے لیکن اس کے حصول میں اگر کوئی رکاوٹ ہے تو وہ انسان کا اپنا آپ ہے۔ درجہ احسان حاصل کرنے میں کوئی حائل ہے تو یہ خود ہی ہے۔ اس کی اپنی مرضی ختم ہوتی ہے، یہ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق، ان لم تکن کے مصداق کسی کامل ہستی کی نسبت میں آکر دوامِ سنگت و صحبت اختیار کرنے سے ہے۔ اس نسبت کی تاثیر بندے سے اپنی مرضی نکال کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات میں ڈھال دیتی ہے پھر اس کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ گویا وہ خود کو ہر دم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے محسوس کر رہا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ یہ جبرئیل تھے جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ دین سیکھنے اور سکھانے کا نام ہے۔ دین کی صحیح حقیقت سیکھنے اور سکھانے سے عقل اور فہم میں آکر دلوں میں اترتی ہے اور طبیعتوں و نفوس کا حصہ بن کر عمل میں آتی ہے۔ اور اسی تعلیم و تعلم میں معلم یعنی مرشد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

جبرائیل علیہ السلام ایک نوری فرشتہ دین سکھانے کیلئے آدمی کی شکل میں آیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نور من نور اللہ کو بھی بشری لباس مخلوق کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا، تاکہ آپ ﷺ مخلوق کو احکامات پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کے قلوب کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ فرماتے ہوئے انہیں علم و حکمت کی عطا کے ساتھ درجہ احسان پر فائز کریں۔ یعنی نعمت اور رحمت امت میں قائم رکھنے کیلئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نسبتوں کے سلسلے جاری فرمادیئے۔ اور آپ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد آپ ﷺ کے غلام، اولیائے صالحین، مرشدین کاملین حصول تزکیہ و تصفیہ گویا کہ بندگی اور اطاعت میں حصول اخلاص اور درجہ احسان کا ذریعہ ہوا کرتے ہیں۔

المختصر ان میں جتنا کمال بھی حاصل کر لیا جائے پھر بھی حالت احسان میسر نہیں آتی، یہ کس طرح نصیب ہوتی ہے؟

یہ وہ حالت احسان ہے جو نہ صرف مدرسوں سے میسر آتی ہے، نہ صرف تعلیم و تعلم سے، بلکہ یہ صرف مرشدِ کامل کے ساتھ نسبت کے بعد اس کی نظر کے فیض اور صحبت سے میسر آتی ہے۔ وہ رازی ہو تو پھر بھی حضرت نجم الدین کبریٰ کا دامن پکڑنا پڑتا ہے۔ امام اعظم ہی ہو تو بھی حضرت جعفر صادق اور حضرت فضیل بن عیاض کی بارگاہ میں جانا ہی پڑتا ہے۔ امام شافعی کو ہبیرہ البصری کے پاس امام احمد بن حنبل کو بشر حافی امام ابو یوسف کو حاتم الاصم امام محمد بن حسن کو داؤد طائی اور جلال الدین مولائے روم کو شمس تبریزی

کے دامن سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح مجدد الف ثانی کو خواجہ باقی باللہ اور ابراہیم قندوزی، خواجہ اجمیری کو عثمان ہارونی بابافرید گنج شکر کو خواجہ بختیار کاکی اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کو پیر سیال علیہ الرحمۃ (رضی اللہ تعالی عنہم ورضواعنہ) سے نسبت حاصل کر کے غلامی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

اسی لئے عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کے تحت فرماتے ہیں :

> وبهذا يظهر فرضية أخذ طريقة الصوفية والتشبث بأذيال الفقراء كفرضية قراءة كتاب الله تعالى وتعلم أحكامه قال رسول الله ﷺ تركت فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي[1]
>
> ترجمہ: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیاء کے طریقے پر چلنا اور فقراء کے دامن سے وابستہ ہونا ایسا ہی فرض ہے جیسے کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے احکام سیکھنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "میں نے تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑی ہیں۔ (ایک) کتاب اللہ (دوسری) آل رسول۔

پس اللہ تعالی کی کتاب کو استنباط احکام درستی اعمال نصیحت پذیری اور مدارج کی ترقی کے لئے پکڑنا ضروری ہے۔ اور مرضی خدا کے مطابق باطن کی صفائی اور تزکیہ نفس کے لئے آل رسول کے دامن سے وابستہ ہونا ضروری اور لازم ہے۔

[1] تفسیر مظہری، ج1، ص: 443

نسبتِ مرشدِ کامل-توشۂ آخرت

مرشد کامل کی ضرورت صرف دین حق کی صحیح معرفت اور اعتقاد کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی دنیوی زندگی سنوارتی ہیں تاکہ آخرت بہتر ہوسکے۔ لیکن مرشد کامل کا تعلق اس لحاظ سے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ تعلق اپنے متوسلین کو دنیا میں ہی فائدہ نہیں پہنچاتا، بلکہ عالم آخرت میں بھی نفع بخش ہوگا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ روز محشر وہ دن ہوگا جس کے بارے میں قرآن عظیم یوں اعلان فرماتا ہے۔

> يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ[1]
>
> ترجمہ: اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے۔

اس دن ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا ہر ایک ایسی حالت میں ہوگا کہ دوسرے سے بھاگ رہا ہوگا۔ بہن بھائی سے ماں بیٹے سے اور خاوند زوجہ سے دور بھاگ رہا ہوگا۔ اس دن لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[2] کا نظارۂ کامل ہوگا ہر شخص ہیبت الٰہی سے تھر تھر کانپ رہا ہوگا اور جواب طلبی کا خوف مسلط ہوگا کوئی رشتہ کسی کے کام نہ آسکے گا۔

لیکن قرآن کریم شہادت فراہم فرماتا ہے کہ مرشدین کاملین کا رشتہ اس دن بھی کام آئے گا۔

> اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ[3]
>
> ترجمہ: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

---

[1] العبس: 34.35.36

[2] المومن: 16

[3] الزخراف: 67

یعنی وہ دوست جو دنیا میں محبت کا دم بھرتے تھے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے ساتھ نسبت اور ارادت رکھنے والوں کے دوست ہوں گے۔ وہ اپنی نہیں اپنے دامن سے وابستہ رہنے والوں کی خیر منا رہے ہوں گے۔ جن کی زندگی نیکی، تقویٰ اور پرہیز گاری سے آراستہ ہو گی وہ اس ہیبت ناک دن میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دوست ہوں گے۔ جو ان سے متعلق ہو گا وہ اس دن بھی محروم نہ ہو گا کیونکہ قرآن کریم ان کے بارے میں یوں گویا ہے،

> يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ[1]
>
> ترجمہ: ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو۔

یعنی اے میرے بندو! تمہیں اس دن بھی دوسروں کی بہتری مقصود ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے خوف کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں کسی چیز کا خطرہ اور غم نہیں ہو گا۔ پھر جب وہ خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ! یہ بندے ہم سے منسلک ہیں، ہم سے محبت کرنے والے ہیں تو بھی ان پر کرم فرما۔ تو باری تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! میری رحمت کی وسعت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ جس کے لئے تو مچل جائے اس پر میں کرم کی چادر نہ ڈالوں۔ جا اسے بھی اپنے ساتھ جنت کی بہاروں میں لے جا۔

> عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ نَاسًا ، فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
>
> فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلَّهِ فِي اسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي النَّارِ يَقُولُونَ رَبَّنَا كَانُوا يَصُومُونَ مَعَنَا وَيُصَلُّونَ وَيَحُجُّونَ .

---

[1] الزخرف:68

فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ. فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلَى رُكْبَتَيْهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں (آپ سے) عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے۔

(آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی پورا پورا حق وصول کرنے (کے معاملے) میں اس قدر اللہ سے منت اور آہ وزاری نہیں کرتا جس قدر قیامت کے دن مومن اپنے ان مسلمان بھائیوں کے بارے میں کریں گے جو آگ میں ہوں گے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! وہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے اور حج کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا: تم جن کو پہچانتے ہو انہیں نکال لو، ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی گئی ہوں گی۔ تو وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے جن کی آدھی پنڈلیوں تک یا گھٹنوں تک آگ پکڑ چکی ہو گی،

اس طویل حدیث مبارکہ سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں مرشدین کاملین کی سنگت اور معیت میں کی گئی عبادتیں، ذکر واذکار وغیرہ ان کی محافل میں بیٹھنا اور اس تواتر سے ان کے پاس آتے جاتے رہنا کہ وہ ہماری پہچان رکھتے ہوں، یہ سب روزِ قیامت بھی بخشش، مغفرت کا ذریعہ ہوں گے اور وہ اللہ کے اذن سے بارِ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گے۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب مَعْرِفَةِ طَرِيقِ الرُّؤْيَةِ، رقم: 183

اللہ والوں کی محبت، ان کے ساتھ نسبت اور مکمل اخلاص و وفا کے ساتھ ان سے تعلق نبھانا روزِ قیامت بھی حساب و کتاب کی آسانی کا ذریعہ ہو گا۔ اللہ کریم اپنی رحمت سے ہمارا حساب بھی اپنے محبوب بندوں کے ساتھ فرمائے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

> يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ[1]
>
> ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

> وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[2]
>
> ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رسی سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ جو کہ حقیقی مرشد کی حیثیت رکھتی ہے، تمام کائناتِ پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا انعام اور نعمت عظمیٰ ہے۔ اسی ذاتِ مبارکہ کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں جہنم سے نجات عطا فرمائی۔ جیسا کہ فرمانِ رسول ﷺ ہے۔

---

[1] بنی اسرائیل 17:71

[2] آل عمران 3:103

إنما أنا رحمة مهداة[1]

ترجمہ: بے شک میں وہ رحمت ہوں جو اللہ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ دی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا، قَالَ فَذَلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا[2]

ترجمہ: ہمام بن منبہ نے کہا: یہ احادیث ہیں جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ہمیں رسول سے بیان کیں۔ انھوں نے کئی احادیث بیان کیں، ان میں سے ایک یہ ہے: اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے۔ یہ مثال ہے میری اور تمہاری، میں تمہاری کمر پکڑ کر جہنم سے روکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے اسی میں گھسے جاتے ہو۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمت اللہ علیہ، اسی بات کو منظوم انداز میں لکھتے ہیں،

آستین رحمتِ عالم الٹے — کمر پاک پر دامن باندھے
گرنے والوں کو چاہِ دوزخ سے — صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

[1] رواہ الدارمی فی المسند، المقدمہ، باب کیف کان أول شأن النبی ﷺ، رقم:15، والبیہقی فی شعب الإیمان، حب النبی ﷺ، باب فی اسمائہ ﷺ، رقم:1402

[2] اخرجہ مسلم فی الصحیح، کتاب الفضائل، باب شفقتہ ﷺ علی امتہ و مبالغتہ فی تحذیرھم مما یضرھم، رقم:2284

مشائخ کے قول "اَلشَّیْخُ فِی قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ[1]" کے مطابق مرشدِ کامل بھی وہ احسان و کرم و رحمت ہے جو جہنم میں جانے والوں کو بچانے کا ذریعہ ہے۔

مرشد تو اللہ تعالیٰ کا وہ انعام ہے۔	جو ابدی زندگی کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔
اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہے۔	جو شعورِ حیات دیتا ہے۔ مقصدِ زندگی بتاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی وہ عطا ہے۔	جو ذکرِ خدا دیتا ہے۔ نور خدا دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم ہے۔	جو حقیقت بندگی دیتا ہے۔
وہ فضلِ الٰہی ہے۔	جو اندر کی گندگی نکال دیتا ہے۔
مرشد تو وہ احسان ہے	جو جہنم میں جانے والوں کو بچانے کا ذریعہ ہے۔

روزِ قیامت بخشش کا دارو مدار اعمال پر نہیں محض اللہ کریم کے فضل و کرم پر ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَ اَبْشِرُوْا لَا یُدْخِلُ الْجَنَّۃَ اَحَدًا عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِمَغْفِرَتِہٖ وَرَحْمَتِہٖ[2]

ترجمہ: اے میرے غلامو! راہ راست اختیار کرو، اللہ تعالیٰ کا قرب چاہو اور خوش رہو کیونکہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ کا عمل بھی۔ فرمایا: ہاں میرا عمل بھی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے دامن مغفرت و رحمت میں ڈھانپ لے۔

رحمت حق بہانہ می جوید   بہا، نہ می جوید۔

---

[1] کنز العمال حدیث 42632و42633 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ج 15ص:664۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج8ص: 3115)۔ کشف المحجوب۔احیاء علوم الدین وغیرہ

[2] صحیح بخاری، کِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ القَصْدِ وَالمُدَاوَمَۃِ عَلَی العَمَلِ، رقم:6467، مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل أحد الجنۃ بعملہ، بل برحمۃ اللہ تعالی، رقم:2818

رحمت خداوندی بخشش کے بہانے تلاش کرتی ہے۔اعمال کے ڈھیر تلاش نہیں کرتی، چاہے تو وہ ادنیٰ سی نیکی پر درِ رحمت کو وا کر دے، چاہے تو ادنیٰ سے گناہ پر گرفت کر لے۔

تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُهٗ بِعَفْوِكَ رَبِّیْ كَانَ عَفْوُكَ أَعْظَمَا

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے قیامت کے دن بھی اپنے متوسلین کے لئے رب کریم کے دربار سے بخشش کا سامان فراہم کر رہے ہوں گے۔دنیا کی ہر دوستی حتیٰ کہ ماں باپ کا رشتہ بھی فانی ہے۔لیکن اگر کوئی دوست باقی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں کی دوستی ہے۔یہ دنیا میں بھی کار گر ہے اور آخرت میں بھی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَيْفَ تَقُوْلُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ جو کسی قوم سے محبت رکھے لیکن اسے نہ پائے (یعنی تقویٰ اور عمل میں اس کے برابر نہیں، ان کی صحبت میسر نہیں آسکی یا اعمال کی بنا پر ان جیسا نہ ہو سکا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے۔

[1] صحیح بخاری، كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ عَلَامَةِ حُبِّ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، حدیث: 6169

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ: مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ قیامت کب ہو گی؟ فرمایا: تونے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے اس نے عرض کی: میں نماز، روزہ اور صدقہ کی کثرت کے ذریعے تو کوئی تیاری نہیں کی لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: تو ان کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھتا ہے۔

یعنی دل سے اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بندوں سے محبت ہو گی تو قیامت کے دن اس محبت کرنے والے کا حشر انہیں کے ساتھ ہو گا۔ جس کسی کو جس کسی سے محبت ہو گی اس کو اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ تو پھر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی اپنے ساتھ محبت کرنے والوں کو اعمال کی کمی کے باعث پریشان دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں ان کے لیئے عرض گزار ہوں گے۔

حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، وَاحِدٌ فِي الْمَشْرِقِ، وَآخَرُ فِي الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ تَعَالَى بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ هٰذَا الَّذِي كُنْتَ تُحِبُّهُ فِيَّ[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دو شخص ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت ہو گئی ان میں سے ایک

[1] صحیح بخاری، کِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ عَلَامَةِ حُبِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، رقم: 6171

[2] تفسیر مظہری، ج 8، ص 361

مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن (ایک مقام پر) جمع فرمائے گا اور فرمائے گا یہ ہے وہ شخصیت جس کے ساتھ تو (دنیا میں) میری رضا کی خاطر محبت کیا کرتا تھا۔

یعنی اس کو دنیا کے مال اور جاہ و منصب کی خاطر اس سے محبت نہیں بلکہ اس لئے محبت ہو گئی کہ وہ مقبول بارگاہِ خداوندی ہے حالانکہ ان کی آپس میں ملاقات بھی نہ ہو سکی ممکن ہے کہ ایک کا زمانہ کئی صدیاں پہلے بیت گیا ہو اور کئی صدیوں بعد آنے والا اس بندے سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک کو پکڑ کر اپنے اس بندۂ خاص سے ملا دے گا تو وہ بندہ حیران ہو گا کہ کہاں میں اور کہاں یہ مردِ کامل! تو فرمایا جائے گا اے بندے! تو اپنے اعمال کی بنا پر تو اس قابل نہ تھا کہ تجھے اس کے ساتھ کھڑا کیا جاتا لیکن یہ وہی ہے جس سے تو نے میری خاطر محبت کیا کرتا تھا۔ چونکہ تو نے میری خاطر میرے بندے سے محبت کی آج میں اپنی محبت کی خاطر تجھے اس کے ساتھ ملا رہا ہوں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ تَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ[1]

ترجمہ: یعنی اے محبوب ﷺ! ان سے محبت کرنا میرے ذمہ کرم پر لازم ہو گیا جو آپس میں میری خاطر محبت کرتے ہیں میں ان سے اپنی محبت کی خاطر محبت کرتا ہوں جو دور دور سے چل کر میری رضا کی خاطر ایک مجلس میں میرا ذکر اور تیری رس بھری باتیں میری رحمت کی خوش خبریاں سننے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں ان سے بھی محبت کرنا میں نے اپنے ذمہ کرم پر لازم کر لیا ہے۔

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لیا
قطرے گرے تھے جو میرے عرقِ انفعال کے

[1] مسند احمد، مسند الانصار، حدیث 21021، موطا امام مالک، کتاب الجامع، باب ما جاء فی المتحابین فی الله، رقم: 2007

اور جو میری رضا جوئی کے لئے میرے بندوں کی زیارت کے لئے دور دراز کا سفر کر کے جاتے ہیں اس لئے کہ فلاں جگہ میرا بندہ رہتا ہے اس کا چہرا تکنے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے جاتے ہیں تو میں ان سے بھی محبت کرتا ہوں اور اے پیارے حبیب ﷺ! ان لوگوں کو بھی خوش خبری سنا دیں کہ میں ان بندوں سے بھی محبت کرتا ہوں جو میری رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں احسان جتانے اور زیرِ بار کرنے کے لئے نہیں بلکہ کسی غریب کو غربت سے نجات دلا دیتے ہیں کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کر دیتے ہیں صرف اس لئے کہ رب کریم اور اس کا محبوب ﷺ راضی ہو جائیں۔

دوسرے مقام پر حضور سیّدِ عالم ﷺ نے بندۂ مومن کی زیارت کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ: أُرِيْدُ أَخاً لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُوْلُ اللهِ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ[1]

ترجمہ: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسری بستی میں گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے ایک فرشتے کو بٹھا دیا جب وہ فرشتے کے پاس آیا تو اس نے دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس بستی میں میرا بھائی ہے اس سے ملنے جاتا ہوں فرشتے نے کہا: کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے جسے تو لینے جا رہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے لئے دوست رکھتا ہوں فرشتے نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھے خبر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دوست رکھا جیسے تو نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس محبت کی۔

[1] مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی اللہ، المسند أحمد بن حنبل

حضور سیّد عالم ﷺ نے اولیاء اللہ کی شان اس انداز میں بیان فرمائی

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ أَقْبَلَ إِلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوا وَاعْقِلُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ لِلَّهِ عِبَادًا لَيْسُوا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ، النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ عَلَى مَجَالِسِهِمْ وَقُرْبِهِمْ مِنَ اللهِ. فَجَثَى رَجُلٌ مِنَ الْأَعْرَابِ مِنْ قَاصِيَةِ النَّاسِ، وَأَلْوَى بِيَدِهِ إِلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ نَاسٌ مِنَ النَّاسِ لَيْسُوا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ عَلَى مَجَالِسِهِمْ وَقُرْبِهِمْ مِنَ اللهِ انْعَتْهُمْ لَنَا حَلِّهِمْ لَنَا، يَعْنِي صِفْهُمْ لَنَا، شَكِّلْهُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لِسُؤَالِ الْأَعْرَابِيِّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هُمْ نَاسٌ مِنْ أَفْنَاءِ النَّاسِ وَنَوَازِعِ الْقَبَائِلِ لَمْ تَصِلْ بَيْنَهُمْ أَرْحَامٌ مُتَقَارِبَةٌ تَحَابُّوا فِي اللهِ وَتَصَافَوْا، يَضَعُ اللهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ فَيُجْلِسُهُمْ عَلَيْهَا فَيَجْعَلُ وُجُوهَهُمْ نُورًا، وَثِيَابَهُمْ نُورًا، يَفْزَعُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَفْزَعُونَ، وَهُمْ أَوْلِيَاءُ اللهِ الَّذِينَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[1]

ترجمہ: حضور سیّد عالم ﷺ نماز پڑھا کر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! غور سے سنو جانو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے جو قرب و منزلت انہیں حاصل ہے اس پر انبیاء و شہداء رشک کرتے ہیں۔لوگوں کی مجلس کے آخر سے ایک اعرابی کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ لوگ جو نہ تو انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن انبیاء و شہداء ان کے مقام و مرتبے کو دیکھ کر رشک فرمائیں گے ان کے بارے میں ہمیں آگاہ فرمائیے۔اعرابی کے اس سوال پر آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک کھل اُٹھا اور آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: ان کا تعلق مختلف قبائل سے ہو گا حالانکہ ان کے درمیان کوئی قربت و رشتہ داری بھی نہ ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک

[1] مسند احمد تتمة مسند الأنصار، حديث أبي مالك الأشعري، رقم:22906، ، الجامع الاحكام القرآن، ج8، ص257

دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے اور محبت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر بچھا کر ان کو بٹھائے گا ان کے چہرے اور لباس نور کے ہوں گے قیامت کے دن لوگ ڈر جائیں گے لیکن انہیں کوئی ڈر نہیں ہو گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے وہ دوست ہیں جنہیں نہ خوف ہے اور نہ ہی غمگیں ہوں گے۔

اللہ جل شانہ بھی اپنے محبوب بندوں کا تو در کنار ان کے ساتھ وفا کے جذبے کے تحت لگنے والوں کا بھی حیا فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جو تین سو نو سال ایک غار میں موجود رہے۔ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔انہوں نے ہر چند اسے بھگایا لیکن وہ غار کے دہانے پر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی صحبتِ صالحین اختیار کرنے کی ادا اتنی پسند آئی کہ اس کے بیٹھنے کے انداز کو بھی اپنے پاک کلام میں یوں بیان فرمایا:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ[1]

ترجمہ: اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے بیٹھا ہے غار کی چوکھٹ پر۔

اس کتے کا جس انداز میں ذکر کیا اس طرح قرآن کریم میں کسی اور کتے کا تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کتے کا ذکر جو اس کے محبوب بندوں کی معیت میں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے محبوب بندوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں اور وارثین، اولیائے کاملین کی نسبت اور بعد از نسبت، سنگت اور محبت اختیار کرنا، نہ صرف حصولِ بندگی، تقویٰ و احسان اور ترکِ معصیت و غفلت کا ذریعہ ہے بلکہ آخرت میں بھی ذریعۂ شفاعت ہے۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اس عظیم نعمت کی قدر کرنے والا بنائے۔آمین بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] الکهف 18:15

مرشد کامل کے ساتھ لزوم محبت

صحبت صالح بے شک تزکیہ نفس کے حصول کا پہلا زینہ ہے مگر اس صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا اس سے بھی کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ صحبت مبارکہ سے فیض یاب ہونے، اور اس سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کیلئے یہ آداب گویا شرط کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

صحبت صالح کی تاثیر پانے کیلئے پہلی شرط محبت ہے۔ قلبی تعلق قائم ہوئے بغیر صحبت کا اثر پذیر ہو جانا محال ہے۔ جب تک اس استاذ رہبر رہنما کے ساتھ محبت اور ادب والا قلبی تعلق نہ بنے تب تک بات ادھوری رہتی ہے۔ اللہ پاک اپنے پاک کلام میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لزومِ محبت کے عنوان پر فرماتا ہے،

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ[1]

ترجمہ: یہ نبیِ (مکرّم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں

مزید تاکید کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے،

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِۨقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ[2]

ترجمہ: (اے نبیِ مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد

---

[1] الاحزاب 6:21

[2] التوبة 24:10

سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اسی ضمن میں حضور ﷺ فرماتے ہیں،

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[1]۔

وفي رواية للبخاري: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، وَذَكَرَ نَحْوَهُ[2]۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اُس کے والد (یعنی والدین)، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! (اس کے بعد سابقہ الفاظِ حدیث ہیں)۔

یعنی جب تک میں تم کو ہر چیز سے زیادہ پیارا نہیں ہوتا تمہارا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اسلئے ان کے ساتھ محبت اور ادب کا تعلق تھا جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اثرات مرتب کئے۔ آقا کریم ﷺ کی زندگی مبارکہ اُمت کیلئے واضح اور روشن مثالوں سے معمور ہے۔

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: حُبُّ الرَّسُولِ ﷺ مِنَ الإِيمَانِ، الرقم: 15، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: وجوب محبة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل والولد والوالد والناس أجمعين، الرقم: 44۔

[2] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: حُبُّ الرَّسُولِ ﷺ مِنَ الإِيمَانِ، الرقم: 14۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اندازِ محبت

آپ ﷺ کی صحبت مبارکہ میں تو بہت سے لوگ رہے مگر نورِ ہدایت سے فیض یاب وہی ہوئے جن کے دل محبت مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہوئے۔

یہ محبت اصل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھی اسی لئے تو ان کی تمام عبادات سے بڑھ کر عبادت چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت تھی۔ اسی محبت میں وہ ہمہ وقت اپنا مال، جان، گھر، بار آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے لئے لٹانے پر تیار رہتے تھے۔ حکم ماننا اطاعت ہے کامل ترین عشق اور محبت میں ڈوب کر وارفتگی کے ساتھ بلا تکلف حکم کو بجالانا عبادت ہے۔ اس طرح کہ پہلے یہ ہوتی نہیں تھی اب اس کے بغیر رہا نہ جائے۔ ورنہ ایک سینئر آفیسر (Senior Officer) کا ایک جونیئر آفیسر (Junior Officer) حکم مانتا ہے اطاعت وہ بھی ہے۔ لیکن جب اطاعت خداوندی اس کے اندر وہ جذبہ پیدا کردے کہ وہ اس (اطاعت) کے بغیر رہ ہی نہ سکے۔ یہ کیفیت سالک کو فقط اپنے مرشد کے ساتھ محبت اور الفت کی وجہ سے میسر آتی ہے۔ مرشد کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت اشد حبا للہ کے مصداق ہوتی ہے اور وہ بلا تکلف احکامِ الٰہی کا پابند ہوتا ہے، اسی طرح سالک کو بھی محبتِ مرشد کی وجہ سے محبتِ الٰہی کا جذبہ ملنا شروع ہوتا ہے، اور وہ جس مالک کا حکم مان رہا ہے، اس کے ساتھ بھی سالک کا محبت والا، ادب والا، شوق والا، الفت والا جذبہ بن رہا ہوتا ہے۔ اب یہ حکم خدا کو صرف اطاعت نہیں بلکہ عبادت کے طور پر مان رہا ہے کیونکہ اب یہ بلا تکلف اور وارفتگی سے مان رہا ہے۔ یہ اپنے شیخ سے کامل محبت تھی جس نے ان کے اندر ایسی محبتِ الٰہی پیدا کردی کہ جس کے بارے میں فرمان خداوندی ہے کہ،

> وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[1]
>
> ترجمہ: اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

[1] البقرۃ:2: 165

جن کو حضور ﷺ سے محبت ہوئی وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت میں آگئے۔ وہ ادب، محبت، نسبت اور صحبت اطاعت کا باعث بنی اور اس کیلئے ادب شرط ہے۔ حضور ﷺ کی صحبت میں ابو جہل کو ایمان نصیب کیوں نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ اعتراض والا تھا محبت سے خالی تھا بے ادب تھا۔ آپ ﷺ کی صحبت میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عثمان المعروف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو زیادہ مقام کیوں ملا؟ اسی لئے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ محبت کی اور محبت کے تقاضے آپ نے پورے فرمائے اور یہ تقاضے اگر کسی نے صحیح معنوں میں پورے کئے تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئے وہ خود فرماتے ہیں مجھے تین چیزیں پسند ہیں:

اَلنَّظَرُ اِلَيْكَ وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلَيْكَ وَالْجُلُوْسُ بَيْنَ يَدَيْكَ[1]

ترجمہ: (۱) آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا دیدار کرتے رہنا (۲) آپ ﷺ پر اپنا مال خرچ کرنا (۳) آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہنا۔

حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عثمان المعروف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ مقام کیوں ملا آپ نے فرمایا: نہ کثرت عبادات سے نہ صدقہ و خیرات سے نہ روزے اور نماز سے بلکہ حضور ﷺ سے تعلق میں جو ان کے اندر اخلاص پیدا ہوا تھا اسکی وجہ سے اس کے اندر یہ دولت پہنچی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ وفی روایة أحمد قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ عَمَلٍ لَا صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ ﷺ فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرِحْنَا

[1] اخرجہ حقی فی تفسیر روح البیان، سورۃ 12 یوسف، آیت 21

بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ [1] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے پوچھا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کوئی عمل نہیں (مسند احمد میں ہے کہ اس نے عرض کیا: میں نے تو اس کے لئے بہت سے اعمال تیار نہیں کیے، نہ بہت سی نمازیں پڑھی ہیں اور نہ بہت سے روزے رکھے ہیں) سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (قیامت کے روز) اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں (تمام صحابہ کرام کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی حضور نبی اکرم ﷺ کے اِس فرمان اقدس سے ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں۔ لہٰذا اُمید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی اِن حضرات کے ساتھ ہی رہوں گا اگرچہ میں ان جیسے اعمال نہ کر سکوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے

قال أبو سفيان ابن حرب: أنشدك بالله يا زيد، أتحبّ أنّ محمداً الآن عندنا مكانك تضرب عنقه وإنّك في أهلك فقال زيد: والله، ما أحبّ أنّ محمداً الآن في مكانه الّذي هو فيه تصيبه

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: المناقب، باب: مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي، ، الرقم: 3485، وفي كتاب: الأدب، باب: ما جاء في قول الرجل ويلك، ، الرقم: 5815، ومسلم في الصحيح، كتاب: البر والصلة والآداب، باب: المرء مع من أحب، ، الرقم: 2639، والترمذي في السنن، كتاب: الزهد عن رسول الله ﷺ، باب: ما جاء أن المرء مع من أحب، ، الرقم: 2385، وأحمد بن حنبل في المسند، ، الرقم: 12032۔

شوكة وأنّي جالس في أهلي۔ فقال أبو سفيان : ما رأيتُ من النّاس أحداً يحبّ أحداً كحبّ أصحاب محمد محمداً ﷺ [1]۔

ترجمہ : ابوسفیان بن حرب نے (صحابیِ رسول حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سے) کہا: اے زید! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس وقت محمد ﷺ تیری جگہ ہوں اور ان کی (معاذ اللہ) گردن ماری جائے اور تو واپس اپنے اہل و عیال میں چلا جائے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: خدا کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس وقت جہاں بھی رونق افروز ہیں وہاں آپ ﷺ کے پائے اقدس میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوں۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی کو اس قدر محبوب رکھتا ہو جس قدر کہ محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ان کو محبوب رکھتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ حَاصَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ حَيْصَةً، قَالُوْا : قُتِلَ مُحَمَّدٌ ﷺ حَتَّى كَثُرَتْ الصَّوَارِخُ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ، فَخَرَجَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مُتَحَزِّمَةً فَاسْتَقْبَلَتْ بِابْنِهَا وَأَبِيْهَا وَزَوْجِهَا وَأَخِيْهَا لَا أَدْرِي أَيَّهُمُ اسْتَقْبَلَتْ بِهِ أَوَّلًا۔ فَلَمَّا مَرَّتْ عَلَى آخِرِهِمْ قَالَتْ : مَنْ هٰذَا قَالُوْا : أَبُوْكِ، أَخُوْكِ، زَوْجُكِ، ابْنُكِ، تَقُوْلُ : مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُوْنَ : أَمَامَكِ حَتَّى دُفِعَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَخَذَتْ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَتْ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَا أُبَالِي إِذْ سَلِمْتَ مِنْ عَطَبٍ [2]۔

---

[1] أخرجه البيهقي في دلائل النبوة، ج3 ص: 362، وابن سعد في الطبقات الكبرى، ج2 ص: 56، وابن الجوزي في صفة الصفوة، ج1 ص: 649۔

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، ، باب الميم ، من اسمه: محمد، الرقم : 7499، وأبو نعيم في حلية الأولياء، ج2 ص: 72، 332، وابن جرير الطبري في تاريخ الأمم والملوك، ج2 ص: 74، وابن هشام في السيرة النبوية، ج4 ص: 50، والقاضي عياض في الشفا، ، الرقم : 1215، والهيثمي في مجمع الزوائد، ج6 ص: 115

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَأَبُو نُعَيْمٍ۔ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ : رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ عَنْ شَيْخِهِ مُحَمَّدِ بْنِ شُعَيْبٍ وَلَمْ أَعْرِفْهُ وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ اُحد کا دن تھا تو اہل مدینہ سخت تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو گئے (کیونکہ)، انہوں نے (غلط فہمی اور منافقین کی افواہیں سن کر) سمجھا کہ محمد مصطفی ﷺ کو (العیاذ باللہ) شہید کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں چیخ و پکار کرنے والی عورتوں کی کثیر تعداد (جمع) ہو گئی، یہاں تک کہ انصار کی ایک عورت پیٹ باندھے ہوئے باہر نکلی اور اپنے بیٹے، باپ، خاوند اور بھائی (کی لاشوں کے پاس) سے گزری، (راوی کہتے ہیں:) میں نہیں جانتا کہ وہ سب سے پہلے کس سے ملیں۔ پس جب وہ ان میں سے سب سے آخری شخص کے پاس سے گزری تو پوچھنے لگی: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: تمہارا باپ، بھائی، خاوند اور تمہارا بیٹا ہے۔ (جو کہ شہید ہو چکے ہیں) وہ کہنے لگی: (مجھے صرف یہ بتاؤ کہ) رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟ لوگ کہنے لگے: وہ تمہارے سامنے تشریف فرما ہیں یہاں تک کہ اسے حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا گیا اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے کرتہ مبارک کا پلو پکڑ لیا اور پھر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ کسی نقصان سے محفوظ ہیں تو مجھے اور کسی کی پرواہ نہیں (یعنی آپ سلامت ہیں تو سب کچھ سلامت ہے)۔"

اس حدیث کو امام طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا کہ اسے امام طبرانی نے اپنے شیخ محمد بن شعیب سے روایت کیا ہے انہیں میں نہیں جانتا اور باقی تمام رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ ، قَالَ : نَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ مُقْبِلاً وَعَلَيْهِ إِهَابُ كَبْشٍ قَدْ تَنَطَّقَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : انْظُرُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي قَدْ نَوَّرَ اللهُ قَلْبَهُ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَيْنَ أَبَوَيْنِ يَغْذُوَانِهِ بِأَطْيَبِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، فَدَعَاهُ حُبُّ اللهِ وَرَسُولِهِ إِلَى مَا تَرَوْنَ[1]۔ رَوَاهُ أَبُونُعَيْمٍ وَالْبَيْهَقِيُّ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دنبہ کی کھال میں ملبوس دیکھ کر صحابہ سے فرمایا: اِس شخص دیکھو جس کے قلب کو اللہ نے روشن فرمادیا ہے۔ میں نے ان کی عیش و عشرت والی زندگی بھی دیکھی ہے۔ اِس کے والدین اس کو سب سے اچھا کھانا اور سب سے اچھا مشروب دیتے تھے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے ان میں کس قدر تبدیلی آئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔"

اس حدیث کو امام ابو نعیم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اولیائے صالحین کا مرشد کامل سے التزام محبت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ مبدا و معاد میں فرماتے ہیں کہ پیر کے ساتھ اعتقاد رکھنا مرید کیلئے واجب بلکہ فرض ہے مرید کو اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ باکمال ہے محبت کے ثمرات اور مناسبت کے نتائج میں سے ہے۔ جو کہ فیض لینے اور فیض دینے کا موجب ہے لیکن چاہیے کہ پیر کو اس جماعت پر فضیلت نہ دے کہ جن کی فضیلت شریعت میں مقرر ہے۔ کیونکہ محبت میں زیادتی خرابی کا باعث اور مذموم ہے۔ جیسا کہ شیعوں کو محبت اہل بیت کی افراط سے ابدی ذلت نصیب ہوئی اور نصاری کہ جنہوں نے افراط محبت کی وجہ سے حضرت عیسی علی نبینا

[1] أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء، ج1 ص: 108، والبيهقي في شعب الإيمان، ، الرقم: 6189، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ج36 ص: 333، والمنذري في الترغيب والترهيب، ، الرقم: 3163، وابن الجوزي في صفة الصفوة، ج1 ص: 391۔

وعلیہ الصلوۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہا ابدی خسارہ میں رہے۔ لیکن ان لوگوں کے علاوہ جس کسی پر بھی محبت کی وجہ سے اپنے پیر طریقت کو فضیلت دے جائز ہے، بلکہ طریقت میں واجب ہے۔ اور یہ فضیلت دینا مرید کے اپنے اختیار سے بھی نہیں بلکہ سعادت مند مرید کے اندر بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اسکے وسیلہ سے پیر کے کمالات حاصل کرتا ہے اور اگر یہ فضیلت دینا اس کے اپنے اختیار سے ہو اور تکلف کے ساتھ پیدا کرے تو جائز نہیں اور نہ اس اعتقاد سے کوئی نتیجہ نکلے گا۔ طریق صوفیاء میں بہت بڑا حصہ اس شخص کے لئے ہے جس کی فطرت یعنی طبیعت میں تقلید اور جبلت یعنی پیدائش میں اتباع کا مادہ زیادہ ہے۔ اس جگہ مدار کار تقلید ہی پر ہے۔ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی اتباع و تقلید درجات علیا پر پہنچاتی اور اولیاء اللہ کی اتباع و تقلید مدارج عظمٰی پر لے جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو کہ فطری طور پر مادہ تقلید زیادہ رکھتے تھے بلا توقف تصدیق نبوت کی سعادت حاصل کرنے میں جلدی فرمائی اور صدیقوں کے رئیس بن گئے۔ اور ابو جہل ملعون چونکہ اتباع و تقلید کی استعداد نہیں رکھتا تھا۔ اس سعادت سے مشرف نہ ہوا اور ملعونوں کا سردار ہو گیا۔ مرید جس مقصد کو بھی حاصل کرتا ہے۔ اپنے پیر کی تقلید کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب مولا (مرید) کیلئے اس راستہ میں پیر کا سچا اعتقاد بہت ضروری ہے۔ مرید جس قدر اعتقاد پیر کی نسبت رکھے گا۔ اسی قدر پیر کی محبت زیادہ بڑھے گی۔ اور محبت جس قدر زیادہ ہو گی طالب اس قدر جلدی اور آسانی کے ساتھ پیر کے کمالات ذاتیہ کو خود بخود جذب کرتے کرتے بہت جلدی مقامات طے کر کے نہایت النہایت تک پہنچ کر وصل و دیدار اور مشاہدہ جمال الٰہی سے مشرف ہو جائیگا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں ہم تین شخص تھے۔ جنکو تمام برادران طریقت میں سے حضرت خواجہ صاحب

قدس سرہ کے دربار میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ میرا تو عقیدہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس بعینہٖ حضرت فخر دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس ہے اور جو حضور و جمعیت اور جذب و شوق حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سید المرسلین ﷺ کی صحبت مبارک میں میسر تھا بالکل وہی بات آج حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اقدس میں حاصل ہے۔ اور ان دو برادرانِ طریقت کی نسبت خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فلاں ہم کو صاحب کمال سمجھتا ہے صاحب تکمیل نہیں سمجھتا اور دوسرا ہماری نسبت خیال رکھتا ہے کہ ہم صاحب کمال و تکمیل تو ہیں صاحب ارشاد نہیں شاید ان کے نزدیک مرتبہ ارشاد کمال و تکمیل کے علاوہ کوئی اور ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ ہمارے عقیدوں کے موافق معاملہ فرمایا کہ مجھے تو میرے عقیدہ کے موافق ملا۔ اور میرے ان پیر بھائیوں کو ان کے عقیدے کے موافق۔ اور وہ دونوں بڑے ہی خسارہ میں رہے۔

چونکہ طریقہ نقشبندیہ میں تمام تر دار و مدار پیر کی ذات پر ہے۔ اس لیے اس طریقہ عالیہ میں طالب (مرید) کو پختہ عقیدت کے سوا ہرگز چارہ نہیں۔ طالب کے اندر اعتقاد و تقلید کی قوت جس قدر قوی ہوگی۔ اسی قدر اس کا کام جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ میں فرماتے ہیں[1]، مرید کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ اس کا قلبی تعلق اپنے مرشد کے ساتھ ہمیشہ رہے اس کے سامنے جھکا رہے اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام امداد مرشد کے دروازے سے عطا کرتا ہے اور اس کا مرشد وہ مظہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کے افاضہ کا واسطہ بنایا ہے اور کوئی مدد اور فیض اس کے واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اگرچہ تمام دنیا مشائخ سے بھری پڑی ہو۔ اور اس

[1] الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الباب الثانی فی بیان نبذۃ من آداب المرید مع شیخہ

لیے کہ اس کی توجہ کسی اور کی طرف نہ ہو کیونکہ کسی دوسرے کے لیے اس کے پاس امانت نہیں، اس بات کو سمجھ۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ، شیخ کا محب ہو معتقد نہیں۔ مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ شیخ کو اس کے بارے میں اعتقاد کے بدلنے سے امن دے وہ اس طرح کہ اپنے شیخ سے محبت کرے اس کا معتقد نہ ہو کیونکہ محب نہیں بدلتا معتقد بدل جاتا ہے۔ جب وہ صفت بدل جائے جس کی بنیاد پر وہ اعتقاد پیدا ہو۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر سے ایسا دلی تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ آج تک زبان زد خلائق ہے ان کو اپنے مرشد سے غیر معمولی عقیدت اور محبت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ جلوت و خلوت میں ہر وقت پیر کے ساتھ رہتے۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ شاہی دربار کے امیر کبیر ہونے کے علاوہ بے مثال اور قادر الکلام شاعر اور صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ لیکن اپنے پیر کے لئے وہ خادم اور خوش الحان قوال تھے۔ وہ اپنی غزلیں سناتے نہ تھکتے تھے وہ شاعری میں اپنے کمال اور شہرت کو اپنے مرشد کے لعاب دہن اور دعاؤں کی برکت سمجھتے تھے۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی پیر سے عقیدت اور محبت کا ایک واقعہ خزینۃ الاصفیا اور سلیقہ الاولیاء دونوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک درویش نے حضرت محبوب الٰہی سے کچھ سوال کیا اتفاق سے اس روز توشہ خانہ میں کچھ نہ تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے روز بلایا دوسرے روز وہ آیا۔ تو اس روز بھی فتوحات نہیں آئے تھے بالآخر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاؤں کی جوتیاں اس کے حوالہ کیں کہ اس کو بیچ کر اپنی ضرورت پوری کرے۔ راستہ میں اتفاق سے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے درویش کی ملاقات ہو گئی۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سلطان کے ساتھ باہر گئے ہوئے تھے اور کئی روز بعد واپس ہوئے تھے۔ اس لیے درویش سے مرشد کی خیریت پوچھنے لگے گفتگو کے دوران یکا یک بولے! "مرا از تو بوئے پیر روشن ضمیر من می آید شاید کہ از شیخ نشانی نزد خود داری" یعنی

کہ "مجھے تجھ سے اپنے پیر روشن ضمیر کی خوشبو آتی ہے۔ شاید کہ تو اپنے پاس شیخ کی نشانی رکھتا ہے"۔ درویش نے وہ نشانی دکھائی۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اس کو پانچ لاکھ نقدی سکوں کے بدلے خرید لیا اور ان نعلین کو سرپر رکھ کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوش ہو کر عرض کیا کہ "درویش برھمیں اکتفا کردو ورنہ اگر تمام جان و مال من بہ عوض ایں کشف طلب می کرد حاضر کردم "یعنی درویش نے اسی پر اکتفا کیا ہے ورنہ اگر میرا سارا مال اور جان اس کشف کے عوض طلب کرتا تو میں حاضر کر دیتا[1]۔

مقابیس المجالس[2] ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ میں مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ پیر کی محبت ہی حقیقی محبت ہے کیونکہ پیر اور مرید کے درمیان نہ کوئی قرابت داری ہوتی ہے۔ نہ کوئی رشتہ داری محض یہی رشتہ ہے کہ پیر حق تعالی کا راستہ دکھاتا ہے اور حق تعالی تک پہنچا دیتا ہے۔اس لیے مرید کے لیے محبت پیر محبت خدا ہے۔

حضرت علی بن وفار حمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[3] کہ، مرید اپنے مرشد کی محبت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اکثر اس کی محبت کی کوئی علت ہوتی ہے اور سچی محبت علتوں سے بلند ہوتی ہے جس طرح ماں کی بچے سے محبت (علت سے خالی) ہوتی ہے۔ اے سچے مرید! جب تو نے اپنے آپ کو اپنے مرشد پر فروخت کر دیا تو اپنے عیبوں میں سے کوئی چیز اس سے چھپانے سے بچ کیونکہ کوئی چیز فروخت کرنے والا جب (عیب) بیان کرے اور سچ کہے تو اسے سودے میں برکت حاصل ہوتی ہے اور جب وہ جھوٹ بولے اور (عیب) چھپائے تو اس کے سودے سے برکت مٹ جاتی ہے۔

---

[1] مجلس صوفیہ پروفیسر عین درد ائی صفحہ 349

[2] مقابیس المجالس ملفوظات خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ صفحہ 724

[3] الأنوار القدسية في معرفة قواعد الصوفية، الباب الثاني في بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

اور خریدار جب بیانِ عیب کے بعد خریدتا ہے تو اسے سودا واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوتا اور اگر (بائع کے) بیان کے بغیر خریدے تو وہ اسے واپس کر سکتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن أم المؤمنين عائشة رضی الله عنها ، أن النبی ﷺ ، فَإِنَّ العَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ، ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ[1]

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گناہ کا اعتراف کرلیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ مرید کی فلاح کی تین نشانیاں ہیں

1. اپنے شیخ سے اس طرح محبت کرے کہ اسے ترجیح دے۔
2. شیخ اسے جس بات کا حکم دے وہ اسے قبول کرنے کے ساتھ لے۔
3. ہر اس کام میں اس کی موافقت کرے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔

سیدنا حضرت امام عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں[2] کہ ،اے بھائی! جان لو کہ بہت کم مرید اپنے شیخ کے ساتھ کامل طور پر سچے ہوتے ہیں یہ غیب کا راستہ ہے جو محسوس نہیں ہوتا اس میں دلوں کے ساتھ چلنا ہوتا ہے اور کون ہے جو اپنے دل کو اپنے شیخ کے دل کے ساتھ رکھتا ہے حتٰی کہ وہ اس کے ساتھ غیب اور راز کی باتوں میں چلتا ہے یہ مقام صرف ایسے مرید کو حاصل ہوتا ہے جو ادب اور جھکنے کے ساتھ مقام شیخ کے قریب ہوتا ہے۔

[1] اخرجه بخاری فی الصحیح، کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعض، رقم 2661

[2] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الاول آداب المريد

مرشد کامل کے ساتھ لزومِ ادب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ O وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ ورسول سے (کسی معاملہ میں) سبقت نہ کیا کرو (ان سے پہلے نہ بول اٹھا کرو ان کے حکم کا انتظار کیا کرو ان کا فرمانا اللہ کا فرمانا ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا (اور تمہارے دلوں کے حال کو بھی) خوب جاننے والا ہے O اے ایمان والو اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو (نہ آواز میں تیزی ہو نہ بلندی ہو) اور ان سے اس طرح زور سے نہ بولو جیسے آپس میں زور سے بولتے ہو (یہ بات ادب کے خلاف ہے دیکھو) کہیں تمہارے اعمال (تمہاری نادانی سے) ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے چُن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لئے بخشش ہے اور اجر عظیم ہے بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر تشریف لے آتے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

[1] الحجرات26: 1-5

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[1] ۝

”اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم فرمایئے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے“

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[2]

”(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسول اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے) بیشک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربار رسالت سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں پس وہ لوگ ڈریں جو رسول کے امرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بارگاہِ رسول ﷺ میں اندازِ ادب

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ رضی اللہ عنہما قَالَا: إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ قَالَ: فَوَاللهِ، مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَى وَضُوْئِهِ،

[1] البقرۃ2: 104

[2] النور24: 63

وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ۔ فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللهِ، لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللهِ، إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا[1]

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، عروہ بن مسعود (جب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کفار کا وکیل بن کر آیا تو) صحابہ کرام کو دیکھتا رہا کہ جب بھی آپ ﷺ اپنا لعاب دہن پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب آپ ﷺ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی ہے۔ جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو لوگ آپ ﷺ کے استعمال شدہ پانی کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو صحابہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے ہیں اور انتہائی تعظیم کے باعث آپ ﷺ کی طرف نظر جما کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا: اے قوم! اللہ رب العزت کی قسم! میں (عظیم الشان) بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔"

[1]: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الشروط، باب: الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، الرقم: 2581، وأحمد بن حنبل في المسند، ج4 ص: 329، وابن حبان في الصحيح، ج11 ص: 216، الرقم: 4872، والطبراني في المعجم الكبير، الرقم: 13، والبيهقي في السنن الكبرى، ج9 ص: 220

اسے امام بخاری، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ۔ قَالَ: فَتَكَلَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی الله عنه فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ رضی الله عنه فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رضی الله عنه فَقَالَ: إِيَّانَا تُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا، لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا، قَالَ: فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ النَّاسَ[1]۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو جب ابو سفیان کے تجارتی قافلہ کی آمد کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہنا چاہا، آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہنا چاہا آپ ﷺ نے ان کی طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ہم لوگوں (یعنی انصار) سے رائے لینا چاہتے ہیں؟ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنی سواریاں سمندر میں ڈال دیں تو ہم سمندر میں ڈال کر رہیں گے اور اگر آپ حکم دیں کہ ہم اپنی اونٹنیوں کے سینے برک الغماد پہاڑ سے جا ٹکرائیں تو ہم ایسا ضرور کر کے رہیں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ (خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے) لوگوں کو دعوتِ (جہاد) دی۔

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الجهاد والسير، باب: غزوة بدر، ، الرقم: 1779، وابن أبي شيبة في المصنف، ، الرقم: 36708، وأحمد بن حنبل في المسند، ، الرقم: 13729، ، الرقم: 13320- 13321، وأبوعوانة في المسند، ، الرقم: 6767، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، 60 / 159، 20 / 250، والنووي في شرحه على صحيح مسلم، ج 12 ص: 124، والمزي في تهذيب الكمال، ج 10 ص: 280، والشوكاني في نيل الأوطار، ج 8 ص: 45

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ رضی الله عنه عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَقُولُ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ، فَوَافَقَ ذَلِكَ عِنْدِي مَالًا، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا، قَالَ: فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ قُلْتُ: مِثْلَهُ، وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ ﷺ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ، قُلْتُ: لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا[1]۔

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے میرے پاس مال تھا۔ میں نے (اپنے آپ سے) کہا، اگر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت لے جا سکا تو آج سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنا نصف مال لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی مال اُن کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ (اتنے میں) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جو کچھ اُن کے پاس تھا وہ سب کچھ لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (دل میں) کہا، میں اِن سے کسی شے میں آگے نہ بڑھ سکوں گا۔"

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كليهما، ، الرقم: 3675، وأبو داود في السنن، كتاب: الزكاة، باب: الرخصة في ذالك، ، الرقم: 1678، والدارمي في السنن، ، الرقم: 1660، والبزار في المسند، ، الرقم: 159، والحاكم في المستدرك، ، الرقم: 1510، وعبد بن حميد في المسند، ، الرقم: 13، وأبو نعيم في حلية الأولياء، ج1 ص: 32، وابن أبي عاصم في السنة، ، الرقم: 1240، والمقدسي في الأحاديث المختارة، ، الرقم: 80۔

اس حدیث کو امام ترمذی، اور ابو داود اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ زَارِعٍ رضی اللہ عنہ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجْلَهُ قَالَ وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الْأَشَجُّ حَتَّى أَتَى عَيْبَتَهُ فَلَبِسَ ثَوْبَيْهِ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ. قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ: أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمِ اللهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا قَالَ: بَلِ اللهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا. قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ وَرَسُولُهُ[1]۔

ترجمہ: حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو عبد القیس کے وفد میں شامل تھے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو تیزی سے اپنی سواریوں سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک کو چومنے لگے اور پائے اقدس کو بھی۔ منذر اشج رُکے رہے یہاں تک کہ اپنی گٹھری سے دو کپڑے نکال کر انہیں پہنا، پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ تمہاری دو عادتوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور تسلّی سے کام کرنا۔ عرض گذار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ میں نے پیدا کی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں رکھی ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری فطرت میں رکھی ہیں۔ عرض کی کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے دو عادتیں میرے اندر ایسی رکھی ہیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتے ہیں۔

[1] سُنَنُ أَبِي دَاوُدَ كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابٌ فِي قُبْلَةِ الرِّجْلَيْنِ، رقم 5225

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ عَلَى أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلاَ يَرْفَعُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَصَرَهُ إِلاَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف لایا کرتے۔ ان میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما ہوتے۔ ان دو حضرات کے علاوہ کوئی بھی آپ کی طرف (عدمِ برداشت کی وجہ سے) نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھا کرتے اور خود حضور ﷺ ان کی طرف دیکھتے۔ وہ حضور کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور ﷺ ان کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مجلس رسول ﷺ میں انتہائی ادب سے بیٹھا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ

عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ : حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلاً فِيهِ عَنْ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ ، قَالَ : وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَلاَ أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلأَ عَيْنِي مِنْهُ إِجْلاَلاً لَهُ ؛ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ ؛ لأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ.[2]

[1] جَامِعُ التِّرْمِذِيِّ ، كِتَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، ، باب اقتدوا بالذين من بعدی ابی بکر وعمر، رقم 3668
كذا فی مستدرك الحاكم ومسند أحمد بن حنبل ومسند الطيالسی ومسند البزار ومسند أبی يعلى ومسند عبد بن حميد.

[2] صَحِيحُ مُسْلِمٍ ○ كِتَابُ الإِيمَانِ ○ باب كَوْنِ الإِسْلاَمِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةُ وَالْحَجُّ. رقم 121،
كذا فی مسند أبی عوانة والشفا بتعريف حقوق المصطفى. ، الباب الثالث فی تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل فی عادة الصحابة فی تعظيمه ﷺ وتوقيره وإجلاله، ج2، ص38

ترجمہ: حضرت ابن شَماسۃ مہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے طویل گفتگو فرمائی، جس میں آپ نے فرمایا: مجھے حضور ﷺ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہوتی تھی کہ میں آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ سکوں آپ کی ہیبت وجلالت کے باعث۔ اگر کوئی شخص مجھ سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرو تو میں آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکا۔

ایک اور روایت میں صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیفیتِ ادب بیان ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ رضی الله عنه ؛ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ و أَصْحَابُهُ حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلىٰ رُؤُسِهِمُ الطَّيْرُ[1]

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے چاروں طرف اصحاب جمع تھے۔ (آپ کی ہیبت وجلالت کی وجہ سے) ان کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

روایت ہے کہ

عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ رضی الله عنه فی قصة طويلة : أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی الله عنه إِلَى قُرَيْشٍ فَدَعَوْا عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی الله عنه لِيَطُوْفَ بِالْبَيْتِ، فَأَبَى أَنْ يَطُوْفَ وَقَالَ: كُنْتُ لَا أَطُوْفُ بِهِ حَتَّى يَطُوْفَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، فَرَجَعَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ[2] ۔

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة، أسامة بن شريك. كذا فی سنن أبي داود ومسند أحمد بن حنبل والطيالسی والمعجم الأوسط للطبرانی والمستدرك على الصحيحين للحاكم وسنن النسائی والشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثالث فی تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل فی عادة الصحابة فی تعظيمه ﷺ وتوقيره وإجلاله، ج2، ص38،

[2] أخرجه البيهقی فی السنن الكبرى، ج9، ص221، وأبو المحاسن فی معتصر المختصر، ج2 ص: 369

ترجمہ : حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے طویل واقعہ میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (صلح حدیبیہ کے موقع پر) کفار کی طرف (سفیر بناکر) روانہ کیا (مذاکرات کے بعد) انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کعبہ کی دعوت دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کر لیتے اور پھر (بغیر طواف کئے) پلٹ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔" اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اولیائے صالحین کا صحبتِ مرشد کامل میں التزام ادب

امام اہلِ سنت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ مرشد کے آداب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں [1]، اس (مرشد) کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں [2] کہ مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ اپنے شیخ کی طرف طریقت کی تعلیم حاصل کرنے جائے اور شیخ اس کے ساتھ سختی کا سلوک کرے اور اس کے چہرے پر بل ہوں تو (مرید) صبر کرے اور اس کے پاؤں میں لغزش نہ آئے بلکہ اپنے آپ کو اس کے دروازے پر ڈالتے ہوئے بیٹھ جائے حتیٰ کہ شیخ کو اس پر رحم آجائے اور اگرچہ اس کی یہ سختی سال بھر یا اس سے زیادہ بھی جاری رہے تب بھی وہ وہاں سے نہ ہٹے۔

[1] فتاوی رضویہ، جلد 24، مسئلہ 141

[2] الأنوار القدسية في معرفة قواعد الصوفية، الباب الاول آداب المريد

سیدنا امام شعرانی اپنی کتاب[1] میں شیخ ابو الحجاج الاقصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں، جو شخص ادب کے بغیر اپنے شیخ کی خدمت کرتا ہے وہ اسے تھکاوٹ کی طرح کھینچتا ہے اور جو ادب کے ساتھ اس کی خدمت کرتا ہے وہ دونوں جہانوں کی عزت حاصل کرتا ہے اور اسے مقصود حاصل ہوتا ہے۔

آپ حضرت شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں، اے مرید تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے شیخ کی بھڑک پر جھکا رہے اور اگر وہ تجھے دھتکار دے تو تو وہاں سے نہ ہٹنا اور چوری چھپے اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ مشائخ سانس لینے کے برابر بھی مسلمانوں میں سے کسی ایک کو ناپسند نہیں کرتے ان کا یہ رویہ تربیت کے لئے ہوتا ہے۔ اگر مرید کو اس بات کا علم ہوتا کہ شیخ میں کیا کیا اسرار ہیں تو وہ اس کے سامنے گردن جھکا دیتا اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس سے دوری کی طاقت نہ رکھتا اور اپنے پختہ اور مضبوط ارادے کی وجہ سے دور کے راستے کو لپیٹ دیتا۔

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، جو شخص اپنے شیخ کے ہاتھوں ترقی چاہتا ہے تو وہ ہرگز اس کے پاس داخل نہ ہو مگر یہ کہ اپنی معمولی معلومات کو ترک کرے تاکہ وہ بلند معلومات پر اس کی راہنمائی کرے۔ بلند معلومات سے مراد علوم کی باریکیاں ہیں اور معمولی سے مراد وہ معلومات جن کا سمجھنا آسان ہے۔ ورنہ علوم میں سے کوئی چیز معمولی نہیں ہوتی۔ علوم کی پستی یا بلندی کی بنیاد نیت ہے۔ کیونکہ تمام علوم رسول اللہ ﷺ کے علم سے ہیں اس بات کی طرف آپ کے اس قول میں اشارہ کیا گیا ہے آپ نے فرمایا

> فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ[2]
>
> ترجمہ: مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم حاصل ہو گیا۔

---

[1] الأنوار القدسية في معرفة قواعد الصوفية، الباب الثاني في بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

[2] جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب في تفسير سورة ص، رقم الحديث 3233

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں[1]، مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے برادران طریقت کے لئے شیخ کے ادب کا دروازہ کھولے (نمونہ بنے) اور ان پر بے ادبی کا دروازہ بند رکھے اور خود پہل کر کے ان کو شیخ کی بے ادبی کے راستے پر نہ چلائے اور اگر اس سے شیخ کی بے ادبی سرزد ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ فوری طور پر اپنا سر ننگا کرے اور اپنے نفس کو جھڑکے تاکہ دوسرے باز رہیں۔ مرید کی ذمہ داری پر یہ بات بھی ہے کہ اپنے شیخ کے ادب کو لازم پکڑے اس سے ہر گز کسی کرامت یا خلاف عادت کام یا کشف وغیرہ کا سوال نہ کرے اور جو شخص اپنے مرشد سے کرامت کا سوال کرتا ہے تاکہ اس کی پیروی کرے اس نے ابھی تک اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اس کا مرشد اللہ والوں کے طریقے پر اہل علم سے ہے۔ مرید کی شان میں سے یہ بات بھی ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ جب اس کا شیخ اس پر ناراض ہو تو اسے راضی کرنے میں جلدی کرے اگرچہ اسے اپنے جرم کا علم نہ ہو، اور جو شخص اپنے شیخ کو راضی کرنے کے سلسلے میں جلدی کرنے میں سستی کرتا ہے تو یہ اس کی ذلت و رسوائی کی دلیل ہے۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں[2]، کہ مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس سے بے ادبی کبھی بھی نہ ہو نہ ظاہر میں اور نہ باطنی طور پر، کیونکہ سچا مرید جب اپنے دل کو اپنے مرشد سے وابستہ کر لیتا ہے اور اس کے ظاہری آداب کو اختیار کر لیتا ہے تو باطنی مدد مرشد کے دل سے مرید کے دل کی طرف چل پڑتی ہے جس طرح ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور جب مرشد کی طرف سے مدد آتی ہے اور مرید کے دل کو بے ادبی سے لتھڑا ہوا پاتی ہے تو وہ مدد واپس لوٹ جاتی ہے۔ اور جس طرح مرشد کا کلام سچے مرید کے باطن کی خیر خواہی میں ہوتا ہے اسی طرح مرشد کی باطنی امدادیں بھی ہوتی ہیں اور جو شخص اپنے باطن کو تمام مخالفتوں سے پاک کر دیتا ہے اور مرشد کے ساتھ ادب کی راہ

---

[1] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

[2] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

اختیار کرتا ہے تو تمام امداد، احوال اور علوم جو شیخ کے دل میں ہوتے ہیں اس مرید کے دل کی طرف چلے جاتے ہیں۔ تو کیا ہی خوش بختی ہے اس شخص کی جو اپنے نفس کو اپنے مرشد کے ساتھ روک رکھتا ہے اور اپنے نفس کے ارادوں سے نکل جاتا ہے۔ نیز اپنی مراد کو اپنے شیخ کی مراد میں فنا کر دیتا ہے اور اس کی روح اس (مرشد) کی روح کے ساتھ چمٹ جاتی ہے تاکہ وہ مرشد کے ساتھ اختیار نہ رکھنے سے اللہ تعالی کے ساتھ اختیار نہ رکھنے کی طرف ترقی کرے اور وہ اللہ تعالی سے کسی بات کو اس طرح سمجھتا ہے جس طرح اپنے مرشد سے سمجھتا ہے۔ یہ اللہ تعالی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالی بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [1]، میں ایک دفعہ کمزور ہو گیا۔ میرے شیخ ابو النجیب رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے تو ان کی ہیبت سے میرے جسم سے پسینے نکلنے لگے تو مجھے اس وقت شفا حاصل ہو گئی حالانکہ مجھے سخت بخار تھا اور میں تمنا کرتا تھا کہ مجھے پسینہ آجائے تاکہ میرے بخار میں تخفیف ہو لیکن مجھے پسینہ نہیں آرہا تھا۔ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ایک دن میں گھر میں اکیلا تھا اور میرے پاس رومال تھا جو میرے شیخ نے عطا کیا تھا۔ وہ زمین پر گرا اور اتفاق سے میرے پاؤں پر آن پڑا۔ اس سے مجھے قلبی تکلیف ہوئی اور اس بات سے میں خوف زدہ ہو گیا کہ میرے پاؤں نے ایسی چیز کو چھوا جس پر میرے مرشد کا اثر ہے۔ تو اولیاء کرام کے احترام کی وجہ سے میں نے بارگاہ خداوندی سے بہت بڑی برکت پائی۔

حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، میں ابتدائی دور میں اپنے استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس روزے اور غسل کے ساتھ داخل ہوتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا کہ میں آپ کے مدرسہ کے دروازے پر جاتا تو ان کی عظمت کے پیش نظر واپس آجاتا کہ میرے جیسا آدمی ان کے پاس حاضر ہو؟ اور

---

[1] الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الباب الثانی فی بیان نبذۃ من آداب المرید مع شیخہ

اگر میں جرات کر کے داخل ہو جاتا اور مدرسے کے درمیان میں پہنچ جاتا تو مجھ پر ہیبت طاری ہو جاتی اور میں ان کی ہیبت سے کانپ جاتا۔ اور بہت دفعہ میرا جسم بے حس ہو جاتا حتی کہ اگر کوئی شخص مجھے سوئی چبھوتا تو مجھے اس کا احساس نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کبھی ان کی کسی حالت پر دل میں بھی اعتراض لایا ہو حتی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة میں فرماتے ہیں[1]، اے بھائی تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے کہ مرشد پر یہ مذکورہ اعتراض ان مریدین کی طرف سے کبھی بھی نہیں ہوتا جو اس کی محبت میں سچے ہوتے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے ہوتا ہے جو ظالم اور ڈوری کا شکار ہوتے ہیں۔

اور ہمیں رسول اکرم ﷺ کے خاص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے یہ بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے ظاہری اور باطنی طور پر مطلقاً حضور ﷺ پر اعتراض کیا ہو، ارشاد خداوندی ہے

> فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[2]
>
> ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

[1] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

[2] النساء4:65

تمہیں اس بات سے بچنا چاہیے کہ تم اپنے مرشد کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرو اس طرح تم ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کیونکہ مرشد اپنے پیروکاروں کیلئے روتا اور گڑگڑاتا ہے حتیٰ کہ وہ بھی اس سلسلے میں اس کی اقتداء کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کا رونا گڑگڑانا ان کی سفارش کیلئے ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کے گناہوں پر اصرار کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا پس یہ ان کی غائبانہ شفقت ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں[1] کہ، اے مرید اپنے شیخ کو اپنی قیود و حدود کے قید خانے میں بند نہ کرو اگر تمہیں اس بات کی پہچان نہیں کہ وہ تجھے گھیرے ہوئے ہے تو اس بات کو تم جانتے ہو کہ اس کا مقام تجھ سے بہت بڑا ہے جو نہایت بڑا اور وسیع تر ہے وہ نہایت چھوٹے اور تنگ مقام میں کیسے سما سکتا ہے۔ پس مرید کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے استاذ (مرشد) کو اپنا فرمانبردار نہ بنائے۔ کوئی مرید اپنے شیخ سے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ مرید اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص ہو اگر وہ اس کے ہاں مخصوص نہ ہو تو وہ اسے اس کے ساتھ نہیں ملائے گا جو اسے بارگاہِ خداوندی تک پہنچائے۔ پس اے مرید اپنے شیخ کے (دل کو) سلامت رکھ تجھے سلامتی اور فائدہ حاصل ہوگا۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے جس کی وجہ سے شیخ کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو کیونکہ بعض اوقات شیخ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور شیخ کے راضی ہونے سے وہ راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جسمانی والد سے زیادہ عظمت والا ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ شیخ اپنے مرید کو وہی حکم دیتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا پس جو مرشد کی مخالفت کرے وہ شارع ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ اور کبیرہ یا صغیرہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتا ہے تو وہ کس قدر بدبخت ہے جو کسی بھی وقت اپنے شیخ کے دل میں تبدیلی پیدا کرے۔

[1] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

مرشد کامل کے ساتھ دوام صحبت

رسول اللہ ﷺ اور ان کے غلاموں، وارثین اولیائے صالحین کی سنگت، محبت ایمان کے مضبوط ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اللہ پاک نے اپنے پاک کلام میں اس بات کی تائید فرمائی بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ یکسوئی کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہو، ان کی مبارک چہرے کو تکتے رہو، ان کی توجہ والی نگاہیں تم پر پڑیں گی تو تمہارے دلوں میں بھی ایمان، تقوٰی اور محبت خدا، ذکرِ خدا اڈالنے کا ذریعہ بن جائیں گی۔

دوامِ صحبتِ صالح کا قرآنی حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

> وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ[1]
>
> ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔

قرآن کریم تمام مخلوق، تمام مسلمانوں کیلئے نازل ہوا ہے۔ اگرچہ اس آیت کریمہ کی شانِ نزول کے مطابق اس کا مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لیکن امت کیلئے بھی تلقین ہے کہ اپنے آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد والوں، اس کی محبت والوں کی سنگت و صحبت میں زبردستی روک کر رکھو۔ اس سنگت اور صحبت میں ان کی طرف متوجہ رہو۔ ان کی توجہ والی نگاہیں تمہارے قلوب و نفوس کا تصفیہ و تزکیہ کا باعث ہوں گی۔

نمازِ جمعہ کی فرضیت میں بھی رسول اللہ ﷺ (مرشدِ حقیقی اور مرشدِ اعظم) اور ان کے وارثین کی سنگت و صحبت اختیار کرنے کے لزوم کا پہلو موجود ہے۔ نمازِ ظہر باجماعت ادا کرنے کا حکم تو پہلے سے موجود تھا۔ مدینہ پاک میں جب اسلام پھیلا، مسلمان زیادہ ہوئے تو تمام مسلمان بالخصوص دور کی آبادیوں والے

---

[1] الکہف 15: 28

مسلمان ہر نماز کیلئے مسجدِ نبوی ﷺ میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جمعہ کی فرضیت عطا کر دی کہ روزنہ سہی، ایک ہفتہ کے بعد ہی تمام مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہِ پرانوار میں حاضر ہوں تاکہ سنگت رسول ﷺ ان کے دلوں میں ایمان کی کاملیت کا ذریعہ بنے۔ فقہ کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے کہ نمازِ جمعہ یا تو امام/حاکم قائم کرے گا یا اس کے حکم پر اس کا مقرر کردہ خلیفہ قائم کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت فرما کر انہیں کچھ علاقوں میں تبلیغِ اسلام اور نفاذِ اسلام کیلئے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا، اس کا ذکر تفصیل سے پہلے آچکا ہے۔ ابتدائی مہاجرین کے سردار حضرت مصعب بن عمیرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلا جمعہ مدینہ میں ادا کیا تھا[1]۔ یہیں سے مشائخ عظام نے بھی ہفتہ وار محافلِ ذکر کا دستور چلا آرہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دوامِ صحبتِ رسول ﷺ کا انداز

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبتِ مبارکہ میں ٹکٹکی باندھ کر آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرتے اور حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے دیدار فرحت آثار سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرتے۔ سرورِ عالم ﷺ کو دیکھنا ہی ان شمعِ رسالت کے پروانوں کا وظیفۂ حیات تھا۔ جب آقا کریم ﷺ دو لمحوں کے لیئے ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہوتے تو چشمِ تصور میں دل کی آنکھ سے آپ کے چہرۂ والضحیٰ کا نظارہ کر کے ہجر و فراق میں جلنے والے دل کی بیتابی کم کرتے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَأَكُونُ فِي الْبَيْتِ، فَأَذْكُرُكَ، فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى آتِيَكَ، فَأَنْظُرُ إِلَيْكَ، وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَأَنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ حَسِبْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ، فَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا، حَتَّى

[1] مسندِ احمد۔ ابوداؤد۔ ابنِ ماجہ

نَزَلَ جِبْرِيْلُ علیه السلام بِهٰذِهِ الْآيَةِ: {وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ} (النساء، 4: 69) فَدَعَا بِهٖ، فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ[1]۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری جان، اہل و عیال اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا: یہاں تک کہ حضرت جبرائیل اس آیت مبارکہ کو لے کر نازل ہوئے {اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے...} پس آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے (سورہ نساء کی) یہ آیت پڑھ کر سنائی۔"

اسے امام طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا کہ اس کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، ، باب الالف، من اسمه احمد، ، الرقم: 477، وفي المعجم الصغير، باب الالف، من اسمه احمد، ، الرقم: 52، وأبو نعيم في حلية الأولياء، عون بن عبد الله بن عتبة، ج 4، ص 240، ، والهيثمي في مجمع الزوائد، ، كتاب التفسير، سورة النساء، رقم 10937، ، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، ج 1، ص 524، ، والسيوطي في الدر المنثور، ج 2، ص 182۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ. فَقَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ،[1] ...إلخ.

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک دن رسول اکرم ﷺ ایسے وقت میں گھر سے باہر تشریف لائے جس وقت آپ نہ تو باہر تشریف لایا کرتے تھے اور نہ ہی کسی سے ملاقات فرماتے۔ اسی دوران حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا، اے ابو بکر! کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: میں صرف اللہ کے رسول ﷺ کی ملاقات، آپ کے چہرۂ انور کی زیارت اور آپ کو سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی سنگت وصحبت اور نگاہِ توجہ لوگوں کے دلوں میں ایمان کا بیج ڈال دیا کرتی تھی۔ ان گنت صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے صرف آپ ﷺ کے نورانی چہرہ اقدس کی زیارت ایمان کا ذریعہ بن گئی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں روایت ہے۔

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ أَبَا رَافِعٍ رضی الله عنه، أَخْبَرَهُ قَالَ بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُلْقِيَ فِي قَلْبِيَ الْإِسْلَامُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلَكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ

[1] جامع الترمذی، کتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، رقم 2369۔ کذا فی السنن الکبری للنسائی، کتاب الولیمة، استقبال من قد دعی، رقم 6583۔ وتهذیب الآثار للطبری.

الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ. قَالَ: فَذَهَبْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْلَمْتُ. قَالَ بُكَيْرٌ وَأَخْبَرَنِي أَنَّ أَبَا رَافِعٍ كَانَ قِبْطِيًّا[1]

ترجمہ: ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریش نے مجھے (صلح حدیبیہ میں) رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام اتر آیا، میں نے کہا: اللہ کے رسول (ﷺ)! اللہ کی قسم! میں ان کی طرف کبھی لوٹ کر نہیں جاؤں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہ تو بدعہدی کرتا ہوں اور نہ ہی قاصدوں کو گرفتار کرتا ہوں، تم واپس جاؤ، اگر تمہارے دل میں وہی چیز رہی (یعنی میرے ساتھ رہنے کی خواہش) جواب ہے تو آجانا، ابو رافع کہتے ہیں: میں لوٹ آیا، پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر باقاعدہ (اعلانیہ) اسلام قبول کر لیا۔ بکیر کہتے ہیں: مجھے حسن بن علی نے خبر دی ہے کہ ابو رافع قبطی غلام تھے۔

نفس کی شر سے محفوظ ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مرشد کامل کے ساتھ ادب اور محبت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس صحبت اور سنگت کو اپنی ہر چیز سے زیادہ مقدم جانے تو وہ اپنے نفس کے شر سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ اسلئے لگاتار اپنے مرشد کیساتھ اسکی حب کا قائم رہنا لازم ہے۔ یہ اس کا اس امر کیلئے مرہون منت ہے یہ امانت کے طور پر ہے۔ اس لئے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم جو اصلی حقیقی مرشد کی صحبت سے مزین تھے ان کا فرمان ہے۔ کہ ابھی ہم نے حضور ﷺ کو قبر میں ڈالا ہی تھا تو ہمارے دل اس طرح ہو گئے جیسے سورج کے سامنے بادل آگئے ہوں۔

[1] سنن أبي داود، كِتَابُ الْجِهَادِ، باب فِي الْإِمَامِ يُسْتَجَنُّ بِهِ فِي الْعُهُودِ، رقم 2758، و
كذا في السنن الكبرى للنسائي والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب السير، باب الأسير يؤخذ عليه أن يبعث إليهم بفداء ويعود في إسارهم، رقم
18428، و والمستدرك على الصحيحين للحاكم والمعجم الكبير للطبراني وصحيح ابن حبان، النوع العاشر، ذكر الإخبار عن نفي جواز حبس
الإمام أهل العهد وأصحاب بردهم في دار الإسلام، رقم 3672 والروياني

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ (پہلے پہل) مدینہ میں داخل ہوئے تو اس کی ہر چیز پر نور ہو گئی، پھر جب وہ دن آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ابھی ہم نے آپ کے دفن سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ ہمارے دل بدل گئے۔

ہم سب کیلئے یہ بات سوچنے کی ضرورت ہے کہ حضور ﷺ کے ظاہری پردہ پوشی کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی۔ تو ہماری کیا حالت ہونی چاہیے جب ہم اپنے کامل شیخ کے سامنے رابطے میں نہ ہوں پھر ہمارے قلوب کی کیا کیفیت ہو گی اور کیا ہونی چاہیے۔

زیارتِ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا عبادت ہونا

رسول اللہ ﷺ کے خلفاء، وارثین، اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے چہرے کی زیارت کو بھی رسول اللہ ﷺ نے عبادت قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی زیارت کیا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث پاک میں روایت ہے۔

[1] اخرجہ الترمذی فی الصحیح، کتاب ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب من فضل النبی ﷺ، رقم: 3618

عَنْ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ ابْنَةِ الصِّدِّيقِ حَبِيبَةِ حَبِيبِ اللهِ رضی الله عنها؛ قَالَتْ: قُلْتُ لِأَبِي: إِنِّي أَرَاكَ تُطِيلُ النَّظَرَ إِلَى وَجْهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَقَالَ لِي: يَا بُنَيَّةُ! سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: النَّظَرُ فِي وَجْهِهِ عِبَادَةٌ[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔ پس میں نے آپ سے پوچھا: اے اباجان! کیا وجہ ہے کہ آپ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ ہے،

عَنْ طَلِيقٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عِمْرَانَ بن حُصَيْنٍ يُحِدُّ النَّظَرَ إِلَى عَلِيٍّ فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: النَّظَرُ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عِبَادَةٌ[2].

ترجمہ: حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

---

[1] تاریخ دمشق، علی بن أبی طالب واسمه عبد مناف بن عبد المطلب واسمه شيبة بن هاشم واسمه، ج42، ص350

[2] المعجم الكبير، طليق بن عمران بن حصين، عن عمران، ج18، ص109، وفی معرفة الصحابة ومجمع الزوائد، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی الله عنه، باب جامع فی مناقبه رضی الله عنه، رقم 14694

اولیائے صالحین کو دیکھنے سے ذکرِ خدا کا ملنا

بعد میں آنے والی امت کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت والوں، آپ کے غلاموں، اولیائے صالحین، مرشدینِ کاملین کی سنگت و صحبت اور ان کی زیارت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد کا باعث ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﷺ: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِذِكْرِ اللّٰهِ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ[1]۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک کچھ لوگ یادِ الٰہی کی چابیاں ہیں کہ انہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجاتا ہے۔

تصورِ مرشدِ کامل

تصورِ شیخ اور مرشدِ کامل کا ذکرِ خیر بھی بندے کو نور ملنے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد میں اضافے، تقویتِ ایمان، حصولِ تقویٰ و طہارت کا باعث ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں روایت ہے۔

قال مصعب بن عبد اللہ: ولقد کان عبد الرحمن بن القاسم رحمہما اللہ یذکر النبی ﷺ فینظر إلی لونه کأنه نزف منه الدم، وقد جف لسانه فی فمه ھیبةً لرسول اللہ ﷺ[2]۔

ترجمہ: مصعب بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبد الرحمن بن قاسم رَحِمَہُ اللہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کر رہے ہوتے تو ان کے چہرے کا رنگ ایسا ہو جاتا کہ گویا اس سے خون نچوڑ لیا گیا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ہیبت و جلال سے ان کا منہ اور زبان خشک ہو جاتی۔

---

[1] الطبرانی والطبری فی تفسیرہ واخرجه السیوطی فی الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر وحسنه السیوطی کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، باب فی الذکر وفضیلته، رقم: 1784

[2] أخرجه القاضی عیاض فی الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: 522

قال مصعب بن عبد الله رَحِمَهُ الله: ولقد كنت آتي عامر بن عبد الله بن الزبير رَحِمَهُ الله فإذا ذكر عنده النبي ﷺ بكى حتى لا يبقى في عينيه دموع[1]

ترجمہ: مصعب بن عبداللہ رَحِمَہُ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں عامر بن عبداللہ بن زبیر رَحِمَہُ اللہ کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب بھی ان کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر جمیل کیا جاتا تو وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تک نہ رہتا۔

قال مصعب بن عبد رَحِمَهُ الله: ولقد رأيت الزهري، وكان من أهنإ الناس وأقربهم، فإذا ذكر عنده النبي ﷺ فكأنه ما عرفك ولا عرفته[2]۔

ترجمہ: مصعب بن عبداللہ رَحِمَہُ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زہری رَحِمَہُ اللہ کو دیکھا کہ وہ بڑے نرم دل اور ملنسار تھے۔ پس جب بھی ان کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ ایسے ہو جاتے گویا کہ نہ وہ تمہیں پہچانتے ہیں اور نہ تم انہیں پہچانتے ہو۔

مرشد کامل کی بارگاہ سے دوری دل کی سختی کا سبب

مرشد کامل کی بارگاہ سے دوری ہدایت ملنے کے واسطے اور وسیلے (مرشدِ کامل) کے بارگاہِ ناز میں حاضری دینے میں وقفہ، ذکرِ الٰہی اور رحمتِ الٰہی کے Source سے دوری سالک کے دل کی سختی کا باعث ہے۔ اور یہ سختی اسے فِسق میں لے جا سکتی ہے۔

[1] أخرجه القاضي عياض في الشفا بتعريف حقوق المصطفى: 522

[2] أخرجه القاضي عياض في الشفا بتعريف حقوق المصطفى: 522

فرمانِ باری تعالیٰ ہے،

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ [1]

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضری کے دوام کا معمول تو تھا لیکن اس کے علاوہ بھی جب ان کو خبر ملتی تھی کہ حضور ﷺ کہیں قریب تشریف لائے ہیں تو وہ بڑی کوشش کر کے آپ ﷺ کے پاس حاضری دیا کرتے تھے۔ اور ایسا نہ کرنے والے کو وہ منافق خیال کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔ ان کی سوچ اور عقیدہ یہ تھا کہ مرشدِ حقیقی کی بارگاہ سے دوری تو منافقین کا شعار ہے۔

أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الأَنْصَارِ. أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي، فَإِذَا كَانَتِ الأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ، فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي، فَأَتَّخِذُهُ مُصَلًّى. فَقَالَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ لِي أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ، فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ،

[1] الحدید 57:27

فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ[1]

ترجمہ: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے اور قبیلہ انصار کے ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بدر کی لڑائی میں شرکت کی تھی۔ آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری آنکھ کی بصارت کمزور ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ برسات میں وادی جو میرے اور ان کے درمیان حائل ہے۔ بہنے لگتی ہے اور میرے لیے ان کی مسجد میں جانا اور ان میں نماز پڑھنا ممکن نہیں رہتا۔ اس لیے یارسول اللہ! میری یہ خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں اور میرے گھر میں آپ نماز پڑھیں تاکہ میں اسی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان شاءاللہ میں جلدی ہی ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا پھر حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چاشت کے وقت جب سورج کچھ بلند ہو گیا تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ بیٹھے نہیں بلکہ گھر میں داخل ہو گئے اور دریافت فرمایا کہ اپنے گھر میں کس جگہ تم پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ آنحضرت ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور (نماز کے لیے) تکبیر کہی۔ ہم نے بھی (آپ کے پیچھے) صف بنالی۔ آنحضرت ﷺ کو خزیرہ (حریرہ کی ایک قسم) کے لیے جو آپ کے لیے ہم نے بنایا تھا روک لیا۔ گھر میں قبیلہ کے بہت سے لوگ آکر جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا مالک بن دخشن رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اس پر کسی نے کہا کہ وہ تو منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے اسے محبت نہیں ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الخزیرة، رقم:5041

تابعین اور تبع تابعین کا التزام صحبت و محبت مرشدِ کامل

حضور ﷺ کے بعد تابعین اور تبع تابعین بھی صحبت و محبت مرشدِ کامل کو لازم جانتے تھے۔ اور اپنے استاد، رہبر و رہنما اور مرشدِ کامل کی بارگاہ میں ادب و محبت کے ساتھ حاضر رہا کرتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ رَزِيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَرَرْنَا بِالرَّبَذَةِ فَقِيلَ لَنَا: هَا هُنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ، فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ فَقَالَ: بَايَعْتُ بِهَاتَيْنِ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ، فَأَخْرَجَ كَفًّا لَهُ ضَخْمَةً كَأَنَّهَا كَفُّ بَعِيرٍ، فَقُمْنَا إِلَيْهَا فَقَبَّلْنَاهَا[1]۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم ربذہ گئے تو ہم کو بتایا گیا کہ یہاں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ رہتے ہیں۔ ہم ان کے پاس گئے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ کپڑوں سے باہر کئے اور فرمایا: میں نے ان ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے۔ ان کا ہاتھ بڑا اور ضخیم تھا جیسے اونٹ کے ہاتھ ہوں، ہم لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ، قَالَ ثَابِتٌ رضی اللہ عنہ لِأَنَسٍ رضی اللہ عنہ: أَمَسِسْتَ النَّبِيَّ ﷺ بِيَدِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَبَّلَهَا.[2]

ترجمہ: حضرت ابن جدعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کو مس کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، تو اس پر انہوں (حضرت ثابت) نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

---

[1] الأدَبُ الْمُفْرَدُ لِلْبُخَارِی، باب تقبیل الرجل، رقم:973

[2] الأدَبُ الْمُفْرَدُ لِلْبُخَارِی، باب تقبیل الرجل، رقم:974

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کرنے سے لے کر مرتے دم تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑا۔ کوئی لمحہ بھی قضاء نہ ہونے دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی محبوب ترین چیز بیان کرتے ہوئے فرمایا: چہرہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو اور نظر صدیق کی ہو۔ اسی سنت کو جاری رکھتے ہوئے اور أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم[1] (ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جس ایک کے پیچھے چلو ہدایت پا جاؤ گے) پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تابعین کرام نے صحابہ کی صحبت کا التزام کیا جس پر ابوداود شریف کی یہ حدیث صحیح بین شاہد ہے،

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ الْيَمَنَ رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَيْنَا قَالَ فَسَمِعْتُ تَكْبِيرَهُ مَعَ الْفَجْرِ رَجُلٌ أَجَشُّ الصَّوْتِ قَالَ فَأُلْقِيَتْ عَلَيْهِ مَحَبَّتِي فَمَا فَارَقْتُهُ حَتَّى دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَيِّتًا ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى أَفْقَهِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَلَزِمْتُهُ حَتَّى مَاتَ[2]

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون الْأَوْدِيِّ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں یمن تشریف لائے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عامل بن کر آئے تھے۔ (حضرت عمرو) کہتے ہیں کہ نماز فجر میں میں نے ان کی تکبیر سنی۔ وہ بھاری آواز والے تھے۔ ان کو مجھ سے محبت ہو گئی تو میں نے انہیں مرتے دم تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ شام میں انہیں (اپنے ہاتھوں سے) دفن کیا۔ ان کے بعد میں نے لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ آدمی پر نظر

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابۃ، فصل ثالث، رقم: 6018،

[2] سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب إِذَا أَخَّرَ الإِمَامُ الصَّلاَةَ عَنِ الْوَقْتِ، رقم: 432

دوڑائی تو میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آگیا اور ان کے ساتھ رہا، حتیٰ کہ وہ بھی فوت ہوگئے۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کئے رکھی ان کی وفات 20 ہجری میں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت اختیار کی اور ان کی صحبت کو لازم پکڑا حتیٰ کہ 28 ہجری میں ان کی وفات بھی ہوگئی۔ تو معلوم ہوا کہ شیخ کامل کے ساتھ نسبت میں آنے اور پھر دوامِ صحبت کا اسلوب صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین بزرگوں اور ان کے بعد آنے والوں میں بھی جاری وساری رہا۔

عن أبی إدریس الخولانی رحمہ اللہ قال: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ، فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَإِذَا النَّاس مَعَه، فَإِذَا اخْتَلَفُوا فِی شَیْءٍ، أَسْنَدُوهُ إِلَیهِ، وَصَدَرُوا عَنْ رَأْیِهِ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِیل: هَذَا مُعَاذ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ فَلَمَّا كَان مِنَ الغَدِ، هَجَّرْتُ، فَوَجَدتُه قَدْ سَبَقَنِی بِالتَّهْجِیرِ، وَوَجَدتُهُ یُصَلِّی، فَانتَظَرتُهُ حَتَّى قَضَى صَلَاتَه، ثُمَّ جِئْتُهُ مِن قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَیه، ثُمَّ قُلتُ: وَاللهِ إِنِّی لَأُحِبُّكَ لِلَّه، فَقَال: آللہ فَقُلتُ: آللہ، فقال: آللهِ فقُلتُ: آللہ، فَأَخَذَنِی بِحَبْوَةِ رِدَائِی، فَجَبَذَنِی إِلَیه، فَقَال: أَبْشِر! فَإِنِّی سَمِعتُ رسول اللہ ﷺ یقول: قَالَ اللہ تعالیٰ: وَجَبَت مَحَبَّتِی لِلْمُتَحَابِّینَ فِیَّ، وَالمُتَجَالِسِینَ فِیَّ، وَالمُتَزَاوِرِینَ فِیَّ، وَالمُتَبَاذِلِینَ فِیَّ

ترجمہ: ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا، تو دیکھا کہ وہاں چمک دار دانتوں والا ایک جوان ہے، جس کے ساتھ لوگ بیٹھے ہیں۔ جب ان کا کسی بات میں اختلاف ہو جاتا، تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے اور جو رائے وہ دیتا، اسے تسلیم کرلیتے۔ میں نے اس جوان کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے؟ تو بتایا گیا کہ وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب اگلا دن آیا، تو میں نے جلدی کی، لیکن (جب مسجد پہنچا تو) میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے

پہلے ہی پہنچ چکے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کا انتظار کرنے لگا، یہاں تک کہ انھوں نے اپنی نماز پوری کرلی۔ میں ان کے سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا اور انھیں سلام کرنے کے بعد میں نے کہا: "اللہ کی قسم! میں اللہ کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں"۔ انھوں نے کہا: "اللہ کی قسم کھاتے ہو؟"۔ میں نے کہا: "میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں"۔ انھوں نے پھر کہا: "اللہ کی قسم کھاتے ہو؟"۔ میں نے جواب دیا: "میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں"۔ اس پر انھوں نے میری چادر کے پہلو سے مجھے پکڑا اور اپنی طرف کھینچتے ہوئے فرمایا: خوش ہو جاؤ! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: "میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے سے تعاون کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہو گئی"۔

اس حدیث میں اللہ سبحانہ و تعالٰی کے لیے باہم محبت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ مراد یہ کہ یہ تمام امور طرفین سے ہوں، جیسے کہ تفاعل باب کا صیغہ دلالت کرتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالٰی کی رضا کے لیے ہوں، نہ کہ کسی عارضی غرض کی بنا پر۔ ایسے شخص کے لیے اس کے مولٰی کی محبت واجب ہو جاتی ہے، جو کہ عظیم ترین جزا ہے اور اس شخص کی بلندئ مرتبہ کی دلیل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ: "جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اسی کے لیے نفرت کی، اسی کی خاطر دیا اور اسی کی خاطر روک لیا، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا"۔ ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! میں اللہ کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں"۔ انھوں نے فرمایا: "کیا تم قسم کھاتے ہو؟"۔ یہ دلیل ہے کہ وہ بات کے اثبات کے لیے قسمیں کھاتے تھے اور بار بار قسم کھا کر اور اٹھوا کر بات کی تاکید کی جاتی تھی۔ ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "انھوں نے میری چادر کے پہلو سے مجھے پکڑا"۔ اس سے مراد چادر کا وہ حصہ ہے، جس سے "احتباء" کیا

جاتا ہے یعنی اس کے دونوں کنارے۔ ان کا کہنا ہے: "انھوں نے مجھے اپنی طرف کھینچا"۔ ایسا انھوں نے انہیں اپنے قریب اور مانوس کرنے اور جو بات وہ بتا رہے تھے، اس پر اظہار رضامندی اور انھیں وہ خوش خبری سنانے کے لیے کیا، جو نبی ﷺ نے ہر اس شخص کے لیے دی ہے، جو ایسے کرتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا: "خوش ہو جاؤ"۔ یعنی اپنی اس حالت پر خوش ہو جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ تعالی فرماتا ہے"۔ ایسا انھوں نے اپنی طرف سے دی جانے والی اس خوش خبری کو نبی صادق و مصدوق ﷺ کے واسطے سے رب تعالی شانہ کی طرف منسوب کرنے کے لیے کہا، تاکہ ابو ادریس رحمہ اللہ کو پوری طرح یقین ہو جائے اور اس بات کے ذریعے سے انھیں مکمل خوش خبری ملے (یہ جان کر) کہ یہ نبی ﷺ کے واسطے سے ان کی رب کی بات ہے، نہ کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی اجتہاد۔ اللہ عز و جل نے فرمایا: "میری محبت واجب ہو گئی"۔ یعنی ان کے لیے میری محبت یقینی ہو گئی۔ "میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے سے مل بیٹھنے والوں کے لیے"۔ مراد یہ کہ ان کا بیٹھنا اللہ عز و جل کی ذات کے لیے ہو، بایں طور کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالی کے ذکر، اس کی حدود کو قائم کرنے، اس کے وعدے کو پورا کرنے، اس کے حکم کی پاس داری کرنے، اس کے مشروع کردہ احکامات و اوامر کو بجالانے اور اس کی حرام کردہ اشیا سے اجتناب کرنے میں ایک دوسری کے ساتھ تعاون کریں۔ اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا: "میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں کے لیے"۔ یعنی ان کا ایک دوسرے سے ملنا اللہ سبحانہ و تعالی کی خاطر اور اس کی ذات اور خوش نودی کے لیے ہو، بایں طور کہ وہ اس کی رضا کے لیے محبت کریں یا اس کی اطاعت گزاری میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا: "میری خاطر ایک دوسرے سے تعاون کرنے والوں کے لیے"۔ جو اللہ سبحانہ و تعالی کی خوشنودی کے لیے تن و روح لگا دیتے ہیں، بایں طور کہ اس کے دشمن کے خلاف جہاد اور اس کے علاوہ دیگر

حکم کردہ معاملات میں باہم متحد ہو جاتے ہیں یا پھر اگر دوسرے کو مال کی ضرورت ہو، تو وہ اپنا مال اسے دے دیتا ہے۔

اسی طرح مشہور تابعی حضرت ثابت البُنانی رضی اللہ عنہ جس دن سے خادم الرسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو آپ کے وصال تک چالیس برس آپ کی صحبت میں رہے،

عن ثابت حدثني عبد الله بن مغفل رضي الله عنه في شأن الحديبية وصحبت أنس بن مالك رضي الله عنه أربعين سنة ما رأيت أعبد منه[1]

ترجمہ: حضرت ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں چالیس سال حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے زیادہ کوئی عبادت گزار نہیں دیکھا

امام ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ثمامہ بن عبد اللہ بن انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے تیس سال حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارے،

وكان من العلماء الصادقين ولي قضاء البصرة وكان يقول صحبت جدي ثلاثين سنة[2]

ترجمہ: وہ علمائے صادقین میں سے تھے اور بصرہ کے قاضیوں میں سے تھے اور فرمایا کرتے تھے: میں تیس سال اپنے دادا جان (یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) کی صحبت میں رہا۔

[1] سیر أعلام النبلاء، الطبقة الثالثة، ثابت بن أسلم، ج5، ص: 520

[2] سیر أعلام النبلاء، الطبقة الثالثة، ثمامة، ج5، ص: 508

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی رضی اللہ عنہ نے اپنے محسن و مربی حضرت حماد رضی اللہ عنہ کی صحبت کو ایسے لازم پکڑا کہ ان سے کبھی جدا نہ ہوئے۔آپ فرماتے ہیں،

عن إبراهيم بن محمد بن مالك عن أبي حنيفة قال: لقد لزمت حمادا لزوما ما أعلم أن أحدا لزم أحدا مثل ما لزمته[1]

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن محمد بن مالک رحمہ اللہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی: میں نے حضرت حماد رحمہ اللہ کی صحبت ایسی لازم پکڑی کہ میں ایسا شخص نہیں جانتا جو کسی کی صحبت میں اتنا رہا ہو جتنا میں نے ان کی صحبت میں رہا۔

یہی طریقہ اتباع تبع تابعین میں بھی جاری رہا۔ حضرت أبو علی الرازی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت فضیل بن عیاض تبع تابعی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں تیس سال رہے،

عن أبي علي الرازي قال صحبت الفضيل بن عياض ثلاثين سنة ما رأيته ضاحكا ولا متبسما إلا يوم مات ابنه علي فقلت له في ذلك فقال إن الله عزوجل أحب أمرا فأحببت ما أحب الله[2]

ترجمہ: حضرت ابو علی بن رازی بیان کرتے ہیں کہ میں تیس سال حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے حضرت فضیل بن عیاض کو کبھی ایسے ہنستے یا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا جیسے اس دن جب ان کے صاحبزادہ حضرت علی کی وفات ہوئی۔ میں نے ان کو اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی ایک امر (جیسے میرے بیٹے کی موت) کو پسند فرماتا ہے تو میں اس امر کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند فرماتا ہے۔

---

[1] مناقب الإمام أبي حنيفة للموفق، ص58

[2] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ذكر طوائف من جماهير النساك والعباد، الفضيل بن عياض،، ج8، ص:80 ، مواعظ وإرشادات وترهيب وأمر ونهي وغير ذلك

اولیائے صالحین کا طرزِ عمل

حضرت علی بن وفار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[1]، جو سالک اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ تمام جہانوں کے رب کی حفاظت میں ہو وہ سچائی کے ساتھ اپنے مرشد کی خدمت کرے اور اس کی فرمانبرداری میں جلدی کرے اور وہ جس بات کا حکم دے اس میں اس کی مخالفت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ[2]

ترجمہ: اور سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کردی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔ اور شیطانوں (فرمانبردار جنات) میں سے وہ جو اس کے لیے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

تو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے جنات کی حفاظت کی جب وہ اللہ تعالیٰ کے سچے دوستوں کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری میں مشغول ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة میں فرماتے ہیں[3]، ہر اس مرید کے لئے جو محفلِ ذکر سے کسی عذر کی وجہ سے یا عذر کے بغیر رہتا ہے مناسب ہے کہ اپنے برادران طریقت کی موجودگی میں اپنے نفس کو جھڑکے مثلاً وہ کہے واہ تمہاری کامیابی تم مجلس میں حاضر ہوئے اور اپنے رب کی مجلس بیٹھے۔ ہائے میری بدبختی میں اس سے پیچھے رہا۔ ہو سکتا ہے یہ جھڑک اس نقصان کو پورا کرے اور مرید کو چاہیے کہ اس جھڑک کو چھوڑنے میں بھی بھی چشم پوشی نہ کرے

[1] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

[2] الانبیاء 17: 81، 82

[3] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مجالس کو چھوڑنے کو معمولی کام قرار دینا اور اپنے بھائیوں کو مجالس منعقد نہ کرنے کی ترغیب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

> مَنْ لَمْ يُكْثِرِ الذِّكْرَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْإِيمَانِ[1]
>
> جو کثرت سے ذکر نہیں کرتا وہ ایمان سے ہاتھ دو بیٹھتا ہے۔

اور قرآن مجید میں منافقین کی صفات یوں بیان کی گئی ہیں۔

> وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا[2]
>
> اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ، مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب تک تمام معلومات میں اس کا دل نفسانی خواہشات سے فارغ نہ ہو جائے وہ مسلسل شیخ کی خدمت میں حاضر رہے اور زائد کی طلب کرے تاکہ اس کا مرشد اسے پہلے علم سے زیادہ علم عطا کرے ہم نے جن مشائخ کو پایا ہے جب ان کے پاس کوئی فقیر آتا جو طریقت کا طالب ہوتا تو وہ فرماتے، اپنے (دل کی تختی) کو دھو کر آنا، کیونکہ جب تختی پر لکھا ہوا ہو تو تختی دوسری تحریر کو قبول نہیں کرتی اور اگر فرض کریں کہ اس کے اوپر کچھ لکھا گیا تو نہ پہلے والی تحریر پڑھی جا سکتی ہے اور نہ دوسری۔

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب فضل ذکر اللہ والاکثار منہ، جلد 2، صفحہ 77

[2] النساء 4:142

سالک کے لیے رابطہ شیخ ضروری ہے

جب بندہ رسمی طور پر مرید ہوتا ہے اور مرید ہونے کے بعد شیخ سے رابطہ نہیں رکھتا تو مرشد کی وہ توجہ اُسے نہیں ملتی جس سے اُسکے اندر کا تزکیہ اور تصفیہ نہیں ہوتا جسکی وجہ سے اُسکے دل کا میلان سنتِ رسول ﷺ سے نہیں بنتا۔ جب دل کا میلان سنتِ رسول ﷺ سے نہیں بنتا تو اتباعِ رسول ﷺ اُسکے لیے مشکل ہو جاتی ہے اور وہ سنت پر نہیں چلتا جسکی وجہ سے اُسکے اندر وہ نور نہیں آتا جو اسکے دل کا تصفیہ کرے۔ جب دل کو تزکیہ نصیب نہیں ہوتا تو اُس سے گناہ نہیں چھوٹتے۔ پھر وہ بیعت کی ایک رسم تو ہوتی ہے لیکن بیعت کا جو حقیقی مقصد ہے وہ فوت ہو جاتا ہے توجہ شیخ نہ ملنے کی وجہ سے وہ اپنی منازل طے نہیں کر پاتا اور ویسے کا ویسا رہتا ہے جسے بیعت سے پہلے بندہ ہوتا ہے تو ایسے سالک کو جو رابطہ شیخ نہ رکھے اُسے بیعت کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لیے سالک کے لیے رابطہ شیخ نہایت ضروری ہے۔ جب بندہ مرشد سے بیعت کے وقت گناہوں سے توبہ کا وعدہ کرتا ہے اور پھر وعدے پہ پورا اترتا ہے تو پھر مرشد کے سینے سے وہ نور اُسے ملتا ہے جب بندہ نسبت میں آنے کے بعد تعلق پورا رکھتا ہے شریعت کی پابندی کرتا ہے تو وہ نور اُتنا ہی اُسکو ملتا ہے پھر اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفتوں کا ادراک ہوتا ہے اور خدا اُسے اُتنا ہی قریب نظر آتا ہے پھر اللہ کی ذات کی اُس کو ایسی محبت ملتی ہے کہ احکاماتِ خدا میں اُس کی طبیعت خود بخود ڈھل جاتی ہے۔ یہ سب اُس وقت ہوتا ہے جب بندہ اپنے شیخ کے ساتھ رابطہ مضبوط رکھتا ہے اور مرشد توجہ سے اُسکے دل کی دنیا تبدیل کرتا رہتا ہے اور پھر اُسے گناہ سے نفرت اور نیکی سے پیار ہوتا ہے۔ اور پھر وہ خود بخود اتباع رسول ﷺ کا نمونہ بنتا رہتا ہے۔ کیونکہ مرشد سے رابطہ کی وجہ سے مرشد کی محبت دِل میں آتی ہے تو بندہ محبت کی وجہ سے مرشد کی اداؤں کو اپناتا ہے جب بندہ مرشد کی اداؤں کو اپناتا ہے مرشد پہلے اتباع رسول ﷺ میں ہوتا ہے اس لیے بظاہر تو مرشد کی صورت سامنے ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ طریقہ رسول کو اپنا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

دسے صورت راہ بے صورت دا۔

جب صورت سامنے ہو تو عمل آسان ہوتا ہے۔ سالک جب مرشد کو دیکھ کر عمل کرتا ہے تو ایک دن خود بخود وہ سنتِ رسول ﷺ کا عملی نمونہ بن جاتا ہے۔ تو اتباع رسول ﷺ پر کامل عمل کے لیے رابطہ شیخ اور صحبتِ مرشد انتہائی ضروری ہے۔ بغیر شیخ کے رابطہ سے سنت کا نور نہیں ملتا اور بندے کے لیے عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے رابطہ شیخ اتباع رسول ﷺ کا ذریعہ ہے۔

سلف الصالحین کے ان اجل ائمہ کرام کے عمل سے قرآن مقدس کی آیت کریمہ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا[1] اور كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[2] کی تفسیر خوب واضح ہوتی ہے کہ صبح قیامت تک صحابہ کرام کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے غلاموں اور وارثین کی صحبت کو اختیار کرنا لازم ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ

سارے دوست واحباب اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی)

(الزخرف،43: 67)

[1] سورۃ البقرۃ1: 137

[2] سورۃ التوبۃ 10: 119

کامل مرشد کے آداب

بارگاہِ رسالت میں نیاز مندی اور آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیّد المرسلین ﷺ کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں[2] :اولیاء اللہ اور علمائے راسخین چونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اس لئے ان سے آگے بڑھنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا ''اے ابو درداء! کیا تم اس کے آگے چلتے ہو جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔

---

[1] الحجرات:26:2،3

[2] تفسیر روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: 1، 9:62

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف (مکتوب نمبر 292) میں آدابِ شیخ کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں[1]،

کہ مرید اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے مرشد کے سپرد کر دے اور اپنی نیکی کو اس کی رضامندی کے کاموں میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوات وتسلیمات اتمہا واکملہا میں وارد ہیں۔

> وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنھما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ[2]
>
> ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے اس وقت تک کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنی خواہش نفس کو اس چیز کے تابع نہ کر دے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

یہ بات مرید کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آدابِ صحبت اور شرائط کالحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے تاکہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔ اس کے بغیر صحبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی فائدہ ہے بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں گوشِ ہوش سے سنیے۔

اے عزیز! تو جان کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو۔ اُس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے اور اپنے آپ کو کلیۃً اُس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے یہاں تک کہ اُس کے حکم کے بغیر ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور فرض اور سنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اُس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

---

[1] مکتوب نمبر 292، مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

[2] مشکوۃ شریف: 167، کتاب الایمان، کتاب و سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کا بیان، رقم: 167

ایک بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کا ایک وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً اس دوران وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہو گئی اور اُس نے اپنے کپڑے کے کسی بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا اس دوران بادشاہ کی نظر اُس پر پڑی، دیکھا کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کے لیے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں (مرشد) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں اُن کے آداب کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہو گی اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سائے پر پڑتا ہو اور پیر کی جائے نماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اور اس کے سامنے پانی نہ پیئے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور پیر و مرشد کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے۔ جس طرف پیر ہو اس طرف نہ تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا بھی واقع ہو جائے تو خطا الہامی خطا اجتہادی کی طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے اسلئے محبوب سے جو کچھ صادر ہو محب کو اچھا ہی نظر آتا ہے۔ لہذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور تمام کلی اور جزوی امور میں اپنے پیر کی اقتداء کرے کیا کھانے میں کیا پینے میں اور کیا سونے اور ہر نیک کام میں نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہیے۔ اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔

اور پیر کی حرکات و سکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے چاہے رائی کے برابر اعتراض ہو کیونکہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو اس گروہ اولیاء اللہ میں عیب نکالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔

اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی شکل میں ہو۔ تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مؤمن نے اپنے نبی ﷺ سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزے طلب کرنے والے کفار اور مشرک لوگ ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است — بوئے جنسیت پے دل برون است
موجب ایمان نباشد معجزات — بوئے جنسیت کند جذب و صفات
ترجمہ: قہر دشمن کیلئے ہیں معجزے — بوے جنسیت دلوں کو کھینچ لے
موجب ایمان نہیں ہیں معجزے — بوے جنسیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں کسی کا شبہ بھی آجائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی تصور کرے۔ پیر پر کوئی عیب نہ لگائے۔ اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے۔ اور جو تعبیر طالب پر خود منکشف ہو وہ بھی عرض کرے۔ اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے۔ اور اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔ کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو کیونکہ اپنے لئے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے ۔اور اونچی آواز سے اس کے سامنے گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور واقعہ میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے اسے بھی پیر کی طرف سے جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی

خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے مناسب کہ افاضہ کی صورت اس سے ظاہر ہوئی ہے۔ مرید تک پہنچا ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ مرید کی آزمائش کے طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کر لیا گیا ہے۔ اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ عظیم مغالطہ ہے حق سبحانہ لغزش قدم سے بچائے۔ اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے بحرمت سیّد البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

مختصر یہ کہ "طریقت سب ادب ہے۔" مثال مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر مرید بعض ادب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی تک نہ پہنچ سکے اور کوشش اور سعی کے باوجود عہدہ بر آنہ ہو سکے تو اس کیلئے معافی ہے۔ لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے۔ اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

هر که را روے به بهبود نه بود　　　　دیدن روے نبی سود نه بود

ترجمہ: ہدایت نہ تھی جس کی قسمت میں یارو　　　　لقائے پیمبر تھا بے سود اس کو

ہاں وہ مرید جو اپنے پیر کی توجہ کی برکات سے فنا و بقا کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔ اور الہام اور فراست کا راستہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے اور پیر بھی اسے مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے تو اس مرید کیلئے گنجائش ہے کہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر سے خلاف کرے۔ اور مقتضائے الہام پر عمل کرے اگرچہ اس کے پیر کے نزدیک اس کے خلاف ہی بات ثابت ہو چکی ہو۔ کیونکہ ایسا مرید اس وقت حلقہ تقلید سے باہر نکل چکا ہے اب اس کیلئے تقلید کرنا خطا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ آقا ﷺ کے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔ اور بعض اوقات میں صواب جانب اصحاب میں ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ارباب علم پر مخفی نہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کا اپنے پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے مبرّا اور پاک ہے۔ بلکہ یہاں اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی ادب ہے ورنہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو پورے ادب سیکھ چکے تھے۔ حضور ﷺ کی تقلید کے سوا کچھ نہ کرتے[1]۔

اپنی مشہور زمانہ تصنیف "غنیۃ الطالبین" میں غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ شیخ طریقت کے ساتھ مرید کے آداب کے متعلق فرماتے ہیں کہ مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر شیخ کی مخالفت نہ کرے۔ اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا خود اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہیے کہ شیخ طریقت کی طرفداری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے۔ اور اس کی اس خواہش پر اس کو ملامت کرے اور اس آیت کی تلاوت کثرت سے کرے۔

وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ[2]

ترجمہ: اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے

[1] مکتوب نمبر 292، مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

[2] الحشر 10:28

اگر پیر طریقت سے خلاف شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اشارہ اور کنایہ میں اسکی وجہ دریافت کرے۔ صراحت کے ساتھ وجہ نہ پوچھے اس صورت میں شیخ کو اپنے مرید سے نفرت ہو جائے گی۔ اگر شیخ میں کوئی عیب نظر آئے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی کوئی شرعی تاویل نکالے اور اس بارے میں اپنے نفس کو غلط فہم سمجھے یعنی یہ خیال کرے کہ میں نے شیخ کے بارے میں جو کچھ منفی سمجھا ہے، غلط سمجھا ہے۔ اگر اس فعل کا کوئی شرعی عذر بن ہی نہ سکتا ہو تو شیخ کیلئے استغفار کرے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو توفیق علم، بیداری اور تقوی عطا فرمائے۔ مرید کو چاہیے کہ پیر کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھے۔ اس کے عیب کی کسی دوسرے کو خبر نہ کرے۔ جب مرید دوسری مرتبہ شیخ کی خدمت میں جائے تو یہ خیال لے کر جائے کہ شیخ کا پچھلا عیب زائل ہو چکا ہو گا۔ اور شیخ پچھلے درجہ سے ترقی کر کے دوسرے بلند مرتبہ تک پہنچ چکا ہو گا۔ اور شیخ سے جو گناہ سرزد ہو چکا ہے وہ کسی سہو کی بنا پر سرزد ہوا ہے اور وہ شیخ کے دونوں مرتبوں کے درمیان حد فاصل بن گیا تھا۔ جہاں ایک حالت کی انتہا اور دوسری حالت کی ابتداء ہوتی ہے۔ یعنی ولایت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف انتقال ہوتا ہے۔ اور ایک ادنی لباس کو اتار کر دوسرا اعلیٰ اور افضل لباس اور خلعت اس کو پہنایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اولیاء اللہ کا قرب روزانہ بڑھتا ہے۔ شیخ طریقت اگر ناراض ہو جائے یا چیں بہ جبیں ہو یا کسی قسم کی بے التفاتی اس سے ظاہر ہو تو مرید اس سے کنارہ کش نہ ہو بلکہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہیں شیخ کے حق میں اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی تو سرزد نہیں ہو گئی ہے۔ یا حق کی ادائیگی میں اس سے کچھ کوتاہی تو نہیں ہوئی ہے۔ اگر حقوق اللہ میں کچھ قصور ہوا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عہد کرے پھر اپنے شیخ سے معذرت چاہے اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرے۔ اور آئندہ شیخ کے حکم کے خلاف نہ کرنے کا عہد کرے اور شیخ کی نگاہ التفات کے حصول کی کوشش کرے۔ شیخ کے حکم کی ہمیشہ اطاعت کرے اور شیخ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ، راستہ اور سبب سمجھے، اس کو اس مثال سے

سمجھنا چاہیے۔ کہ اگر کوئی بادشاہ کے حضور میں پہنچنا چاہے اور بادشاہ اس کو پہچانتا نہ ہو تو لا محالہ اس کو کسی درباری یا شاہی خدمت گار یا بادشاہ کے کسی مقرب کا وسیلہ ڈھونڈنا ہوگا۔ تاکہ شاہی آداب اور حضوری کے طور طریقوں سے واقف ہو جائے، پیشی اور خطاب کے آداب معلوم ہو جائیں۔ اور اس کو آگاہی ہو جائے کہ کون کون سے تحفے اور میوے ایسے ہیں جو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنیکے لائق ہیں اور وہ کون کونسی چیزیں ہیں جن کی افزائش بادشاہ کو پسند ہے۔

اس لیے سب سے پہلے اس کو اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وسیلہ اور آگاہی کے بغیر داخل ہو جائے اور اس کو ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑے اور بادشاہ سے جو غرض و مطلب وابستہ تھا۔ وہ حاصل نہ ہو سکے۔ ہر نئے داخل ہونے والے پر ایک ہیبت اور دہشت طاری ہوتی ہے اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو آداب کی یاد دہانی کراتا رہے۔ اور از راہ مہربانی اس کو اس کے مرتبہ کے لائق جگہ پر کھڑا کر دے یا بٹھادے یا اشارے سے اس کے مناسب حال مقام کو بتادے تاکہ وہ بد تہذیبی اور بے وقوفی کا نشانہ نہ بنے۔[1]

رسالہ قشیریہ میں شیخ کا ادب واحترام کے عنوان سے امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کا بیان نقل کرتے ہیں۔ کہ جب کبھی وہ اپنے شیخ نصر آبادی کے پاس جاتے تو پہلے غسل کرتے پھر ان کی مجلس میں جاتے مگر امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں جب بھی میں اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا تو اس روز روزہ رکھتا پھر غسل کرتا تب ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں جاتا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مدرسہ کے دروازے تک پہنچ گیا مگر شرم و حیا کے مارے دروازے سے ہی لوٹ آتا اور اگر کبھی جرات کر کے اندر داخل ہو جاتا اور مدرسہ

[1] باب 24 راہ سلوک میں مبتدی کے واجبات صفحہ 212 تا 213 کتاب غنیتہ الطالبین کا اردو ترجمہ از حضرت شمس صدیقی بریلوی فاضل مشرقیات ناشر ارشد برادرس سوئیوالان نئی دہلی نمبر 2

کے وسط تک پہنچ چکا ہوتا کہ تمام بدن میں سنسنی ہوتی۔ ایسی حالت میں اگر مجھے سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید میں اسے محسوس نہ کرتا۔

پھر جب مجلس میں بیٹھ جاتا تو مجھے خود کسی قسم کا سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی ابھی بیٹھا ہی ہوتا کہ وہ از خود میرا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیتے۔ یہ معاملہ میرے ساتھ کئی بار ہوا۔ چنانچہ میں دل میں سوچا کرتا کہ اگر بالفرض اس وقت مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کوئی رسول بھیج دے تو کیا میں اس سے بڑھ کر تعظیم کر سکوں گا؟ میرے تصور میں یہ بات نہ آتی کہ ایسا ممکن بھی ہو سکتا ہے اور باوجود اس کے کہ اتنا طویل عرصہ انکی خدمت میں جاتا رہا اور ان سے میرا تقرب بھی رہا مگر کیا مجال کہ کبھی ان پر کسی قسم کا اعتراض کرنے کا خیال دل میں آیا ہو۔ تا آنکہ ابو علی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابو علی کی وفات کے بعد یہ (امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ) ابو عبد الرحمن سلمی کی صحبت میں رہے تا آنکہ استاد خراسان شمار ہونے لگے۔

رسالہ قشیریہ[1] میں مصنف نے مرید کے لئے حج کرنے سے پہلے معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ کے عنوان سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ بیت اللہ کی زیارت سے پہلے اس گھر کے مالک کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اگر گھر کے مالک کی معرفت نہ ہوتی تو اس گھر کی زیارت کرنا بھی فرض نہ ہوتا۔ ان لوگوں میں سے دو نوجوان جو شیخ کے حکم کے بغیر حج کے لئے نکل جاتے ہیں وہ محض حظ نفس کی وجہ سے ایسا کر بیٹھتے ہیں۔ لہذا یہ لوگ رسمی طریقت پر چلتے ہیں اور ان کے اس سفر کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس قدر ان کا سفر بڑھتا جائے گا۔ اس قدر ان کے دل کی پریشانی بڑھتی جائے گی۔ اگر یہ لوگ اپنے حظوظ نفسانیہ کو ترک کر کے ایک قدم بھی آگے بڑھاتے تو یہ ان کے لئے ایک ہزار سفر سے بھی زیادہ سود مند ہوتا۔

[1] رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن صفحہ نمبر: 7006

کتاب عوارف المعارف میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کی مجلس میں بالکل خاموش بیٹھے اور شیخ کے روبرو کوئی اچھی اور عمدہ بات بھی اس وقت تک نہ کہے جب تک شیخ سے اجازت طلب نہ کرے اور شیخ کی طرف سے اجازت نہ مل جائے۔ شیخ کے حضور میں مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر کے کنارے بیٹھا ہوا رزق کا منتظر ہو، وہ بھی شیخ کی آواز پر اسی طرح گوش بر آواز رہے اور کلام شیخ کے ذریعے اپنے روحانی رزق کا انتظار کرتا ہے اسطرح اسکی عقیدت اور طلب حق کا مقام مستحکم ہوتا ہے۔ اور مزید فضل الٰہی کا مستحق بنتا ہے۔ مگر جب وہ خود بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ جذبہ اس کو مقام طلب سے پیچھے ہٹا دیتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں انانیت ہے اور مرید کی ایک لغزش اور گناہ ہے۔

مرید اگر اپنی مبہم روحانی حالت کو واضح کرنے کیلئے شیخ سے کچھ دریافت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے مگر طالب صادق کو اس سے احتراز کرنا چاہیے بلکہ اس کا اظہار بغیر زبان کے کسی اور صورت سے ہو جاتا ہے شیخ خود اس سے حقیقت حال کو معلوم کر لیتا ہے۔ شیخ اپنے مخلص مریدوں کے روبرو اپنے قلب کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہے اور ان کیلئے بارانِ رحمت اور فضل و کرم کی دعا کرتا ہے۔ اس وقت شیخ کا دل اور اس کی زبان ان طالبان حق (مریدان مخلص) کے مکاشفات احوال میں مصروف ہوتی ہے، جو اس کے طالب فیض ہوتے ہیں۔

بعض ارباب صدق کا کہنا ہے کہ تصوف تمام تر ادب ہے اور ہر مقام کے لئے مخصوص ادب ہے اور ہر حال کے لئے ادب ہے۔ پس جو کوئی ادب کو اختیار کرتا ہے وہ مرد کامل کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور جو ادب سے محروم رہتا ہے وہ مقام قرب سے دور اور مقام قبولیت سے مردود ہو جاتا ہے۔

ایک شیخ طریقت کا مقولہ ہے اگر کوئی شخص واجب الادب ہستی کا احترام وادب نہیں کرتا تو وہ ادب کی برکات سے محروم رہتا ہے کہتے ہیں کہ جو اپنے استاد سے کہتا ہے "نہیں" وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

عوارف المعارف[1] میں آداب شیخ سے متعلق منقول ہے جان لو کہ شیخ کے آداب کو مد نظر رکھنا مرید کیلئے بڑے آداب سے ایک ہے اس واسطے کہ آداب کی نگہبانی دلوں کی محبت کھینچنے والی ہے پس مرید شیخ کی صحبت میں مؤدب ہو کر رہے تو شیخ کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر رحمت الٰہی کا منظور نظر ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر رحمت اور نگہبانی اپنے دوستوں کے دلوں کی طرف دیکھتی ہے پس جب مرید شیخ کے دل میں جگہ پا گیا تو ہمیشہ برکتیں، رحمتیں اور بے بہا فیض اس پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور مرید کو شیخ کا قبول کر لینا اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور تمام مشائخ کے قبول کرنے پر ظاہری دلیل ہو گی۔

شیخ کی تربیت کے حقوق کا بدلہ نیک آداب پر نگاہ رکھے بغیر نہیں ہو سکتا۔ پس علما اور مشائخ کی عزت اور تعظیم کرنا بڑے حقوق میں سے ہے کیونکہ یہ روحانی والد کہلاتے ہیں ان کے آداب میں سستی کرنا محض تقصیر اور ان سے عاق ہونا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

> لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلم یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا[2]
>
> ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں جس نے بڑوں کو بزرگی نہ دی اور چھوٹوں پر رحم نہ کیا۔

---

[1] عوارف المعارف باب 51ص559

[2] جامع ترمذی، أَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَابُ مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ الصِّبْيَانِ، حدیث: 1919

شیخ کے وہ حقوق جو قرب الٰہی کا سبب ہیں اگر کوئی شخص ادا نہیں کرتا تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کیے۔

کتاب اسرار الاولیاء میں حضرت بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں[1] کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ پیر کا حق مرید پر کس قدر ہے؟ فرمایا! مرید اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پر اٹھائے رکھے تو بھی پیر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

سیدنا حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة میں فرماتے ہیں[2] مرید کے آداب میں سے یہ بات ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھلائی بھی پہنچے وہ اسے اپنے استاذ (مرشد) کی برکت سے خیال کرے کیونکہ ہر مرید کو حاصل ہونے والی روشنی اس کے استاذ کے نور سے ہوتی ہے۔ تم اپنے اندر جس قدر مدد دیکھتے ہو وہ تمہارے استاذ کا فیض ہے اور اپنے اندر جو نقص دیکھتے ہو وہ تمہاری اپنی صفت ہے۔

مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ مطلقاً کسی چیز کے بارے میں سوال کی ابتدا نہ کرے البتہ ضرورت ہو کہ وہ مسائل شرعیہ یا اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانے سے متعلق اس وقت سوال کرتا رہتا ہو تو ایسا سوال کر سکتا ہے بخلاف غیر ضروری سوال کے کہ اس سلسلے میں اپنے شیخ سے سوال کا آغاز نہ کرے بلکہ صبر کرے حتیٰ کہ شیخ خود ہی ابتداء کرے اور اگر اس کا یہ خیال ہو کہ اسے اس کے قلبی خیالات کا علم نہیں تو یہ بدترین عقیدہ ہے۔

[1] اردو ترجمہ اسرار الاولیا و ملفوظات خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر، فصل 21 صفحہ 136

[2] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

> قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا[1]
>
> ترجمہ: تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

مرید اپنے شیخ کے کلام کو عقل کے ترازو پر نہ تولے حتی کہ اگر وہ کہے کہ فلاں عالم واعظ کی مجلس میں نہ جاؤ تو اس کے لئے وہاں جانا مناسب نہیں۔ مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب اس کا مرشد اسے اپنے برادران طریقت یا کسی دوسرے شیخ کے شاگردوں کے ساتھ بیٹھنے سے روکے تو اسے کھلے دل سے قبول کرے کیونکہ اس وجہ سے مریدین بہت جلد نقصان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً جب مرید اپنے شیخ کے بارے میں کمزور عقیدے کا مالک ہو اور اس کے پھسلنے کا خطرہ ہو بلکہ اگر وہ ثابت قدم ہو اور اس سے ریاکاری نیز اس شیخ کی جماعت کے پاس اپنی ذات کی پاکیزگی بیان کرنے کا خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس ان لوگوں کے ہاں اپنے مناسب فضائل کے ذکر کا مشتاق ہوتا ہے جو اس کو نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالی چاہے۔ آپ لکھتے ہیں[2] کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مریدین کو ایک دوسرے کے پاس جمع نہیں ہونا چاہیے، چاہے وہ ایک شیخ کی جماعت ہو یا کسی دوسرے شیخ کی جماعت ہو اس کی آفات بہت زیادہ ہیں۔ ان کو صرف وظائف کی مجلس یا شیخ کے ہاں جمع ہونا مناسب ہے اور جو مرشد اپنے مرید کو بحث مباحثہ کی مجالس میں جمع ہونے کے حوالے سے چشم پوشی کرتا ہے وہ اسے دھوکہ دیتا ہے البتہ یہ کہ وہ مرید بدبخت جو اس طرح کہ شیخ کے روکنے کے باوجود اس قسم کے کام سے نہ رکے۔ پس اس وقت شیخ کو چاہئے کہ اس سے خاموشی اختیار کرے اگر اس کا اجتہاد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس سے خاموشی اس کے دین کے لئے زیادہ نفع بخش ہے اس

---

[1] الکہف 70:15

[2] الأنوار القدسیة فی معرفة قواعد الصوفیة، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

طرح کہ اس کی طرف سے مخالفت کم ہو گی اور شیخ کو چاہئے کہ کسی دوسرے شخص کو نصیحت کرے اور مرید پر لازم ہے کہ اسے سنے۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ مرید کی شان (ذمہ داری سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے دور کے مشائخ سے ملاقات نہ کرے جب تک اس کا مرشد صراحتاً یا اشارتاً اسے اجازت نہ دے اگرچہ وہ بزرگ جن سے ملاقات کر رہا ہے اس کے مرشد کے دوستوں میں سے بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔

سیدنا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں [1]، کہ کتنے ہی مرید (دوسرے مشائخ کی ملاقات کی وجہ سے خراب ہوگئے پھر جب اپنے مشائخ سے جدا ہوئے تو ان مشائخ اور ان کی جماعت کے خلاف ہو گئے اور جب کوئی ان سے الگ ہونے کی وجہ پوچھتا تو جواب دیتے اگر ہم ان سے بھلائی دیکھتے تو ان سے جدا نہ ہوتے اور ہر معلوم شدہ بات کہی نہیں جاتی (یعنی بتانا ضروری نہیں)۔ اس وقت وہ مکمل طور پر تباہ ہو جاتے ہیں خصوصاً جب اپنے مرشد سے جدائی کے بعد ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جو ان (کے مرشد) پر اعتراض کرتے ہیں تو اس سے ان کی نفرت اور تنقیص بڑھ جاتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالی اس مرید کو بھلائی کی طرف لوٹانا چاہتا ہے اور اسے اس کی ہدایت کا الہام کرتا ہے تو وہ اسے اس شخص کے پاس لے جاتا ہے جو اس کے مرشد کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھتا ہے پس اس کے بارے میں اس کا عقیدہ درست ہو جاتا ہے حتی کہ اس کی جدائی پر پشیمان ہوتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

سیدنا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، جو شخص اپنے مرشد کے چہرۂ بشریت کو دیکھتا ہے اس کی سعی (محنت) غائب ہو جاتی ہے۔ اور حق تعالی کی طرف سے اسے جو کشف ہوتا ہے وہ صرف اعراض اور تکذیب میں ہی اضافہ کرتا ہے۔ کیونکہ بندوں کی فطرت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے نہیں جھکتے اور

[1] الأنوار القدسية في معرفة قواعد الصوفية، الباب الثاني في بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

وہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جسے اس پر سرداری حاصل ہو۔ اور یہ کراہیت اسے مرشد کی پند و نصائح سننے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اگرچہ قرآن ہی کیوں نہ ہو جب تک عنایت خداوندی اسے ڈھانپ نہ لے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے

> وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا[1]
>
> ترجمہ: عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا۔

اور یہ اس لئے کہ انہوں نے ان کو (حضرت نوح علیہ السلام) کو ان کی بشریت کے چہرے سے دیکھا اگر وہ ان کی روحانیت کے چہرے کو دیکھتے اور جو کچھ آپ علیہ السلام نے وحی کے ذریعے ان کو ہدایت دی اور خاص باتیں بتائیں تو وہ آپ کے سامنے جھک جاتے۔

سیدنا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدی علی بن وفا رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں[2]، کہ اسی وجہ سے تم کسی قوم میں ظاہر ہونے والے شیخ کو نہیں پاؤ گے مگر اس طرح کہ وہ اس کے پاس حاضر ہوں تو جب تک اس کی انکے ساتھ مماثلت ہوتی ہے وہ ان سے ان کی زبان میں کلام کرتا ہے اور ان کے ماپ اور تول کے ساتھ ان کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

---

[1] نوح 7:29

[2] الأنوار القدسية فى معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانى فى بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی[1]

ترجمہ: مجھے حضرت موسی (علیہ السلام) پر فضیلت نہ دو۔

پھر جب ان سے حجاب بشریت دور ہو گیا تو آپ نے اپنے خاص صحابہ کرام سے فرمایا:

أَنَا سَیِّدُ أَوْلَادُ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِیْ[2]

ترجمہ: میں اولاد آدم (علیہ السلام) کا سردار ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں اور اگر حضرت موسی (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔

پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے اس بات کو خوشی خوشی اور تصدیق خالص کے ساتھ قبول کیا۔ اور اگر آپ یہ بات اس کام سے فرماتے جس کی شریعت قائم تھی تو وہ توقف اور شک کرتا۔

آپ فرماتے تھے، تم اپنے ظاہری احوال یعنی عبادات و مجاہدات کو اپنے شیخ کی حالت پر قیاس نہ کرو کیونکہ شیخ کے اعمال ظاہرہ اگر قلیل ہوں اس کا باطن عامل ہے۔ شیخ کا ہر دن اپنے رب کے ہاں مریدین کے اپنے رب کے ہاں ایک ہزار (دنوں) کی طرح ہے۔ اے مرید! اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرو۔ اے مرید تم اپنے شیخ کے ظاہر تک محدود نہ رہو بلکہ اس کے قلب اور جو اس کے اندر ہے اس کو دیکھو تم اس کے مقام کو پہچان لو گے۔ پس جس شخص نے اپنے شیخ کے صرف ظاہر کو دیکھا اس کو تازگی حاصل نہ ہوئی بلکہ اس کی یہ نظر غفلت اور اس کے مرشد اور دیگر مشائخ کے بارے میں اس کی بدگمانی میں استغراق میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ یہ حجاب ہے جو احباب کو دیکھنے میں حجاب پیدا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ اپنے دل میں کہتا ہے

[1] الجامع الصغیر، حرف فا، جلد 2 صفحہ 363 رقم الحدیث 5881

[2] الجامع الصغیر، حرف الف، جلد 1، صفحہ 161، رقم الحدیث 2693،

میرے اور میرے مرشد کے درمیان کیا فرق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثل اسے بھی عطا کیا ہے اس وقت وہ مکمل طور پر ضائع ہو جاتا ہے۔

کتاب فوائد الفواد میں خواجہ امیر حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آداب مجلس پیر کی خدمت میں حاضر ہونے اور آداب نشست کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آداب اس بات کا نام ہے کہ جب مجلس میں آئیں تو جہاں جگہ خالی دیکھیں وہیں بیٹھ جائیں۔ یعنی جب پیر کی خدمت میں حاضر ہوں تو اوپر یا نیچے بیٹھنے کا خیال نہ کریں بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں کیونکہ آنے والے کی جگہ وہی ہوتی ہے۔ بعد ازاں یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی

عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ، أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللهِ فَآوَاهُ اللهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُم[1]

ابوواقد اللیثی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ (پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے) جب (مجلس

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ، وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، حدیث 66

میں) ایک جگہ کچھ (گنجائش دیکھی، تو وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ) اپنی گفتگو سے (فارغ ہوئے) تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے (فرمایا کہ کیا میں تمہیں تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تو) سنو (ان میں سے ایک نے اللہ سے پناہ چاہی اللہ نے اسے پناہ دی اور دوسرے کو شرم آئی تو اللہ بھی اس سے شرمایا) کہ اسے بھی بخش دیا (اور تیسرے شخص نے منہ موڑا، تو اللہ نے) بھی (اس سے منہ موڑ لیا۔

بعدازاں خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا! ادب اس کا نام ہے کہ جو شخص مجلس میں آئے جہاں پر خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائے اگر مجلس میں خالی جگہ نہ پائے تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائے لیکن درمیان میں نہ بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ جو درمیان بیٹھتا ہے وہ ملعون ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا! کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالخیر ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ سوار جارہے تھے کہ ایک پیدل مرید آیا اور آکر شیخ صاحب کے گھٹنوں پر بوسہ دیا، شیخ صاحب نے فرمایا! ذرا نیچے مرید نے پاؤں کو بوسہ دیا پھر فرمایا ذرا نیچے۔ مرید نے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا پھر فرمایا! ذرا نیچے۔ مرید نے زمین پر بوسہ دیا پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جو ہر بار تجھے کہتا تھا تو اس سے میری یہ مراد نہ تھی کہ تو مجھے چومے بلکہ تیرے درجے کی ترقی مراد تھی۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احکام شریعت میں لکھا ہے کہ مرید اپنے شیخ کی موجودگی میں نوافل نہ پڑھے اور ذکر واذکار سے پرہیز کرے اور شیخ کے چہرہ انور کو دیکھتا ہے اس سے انوار الٰہی کی بارش سے مرید کو فیض حاصل ہوگا۔ اسی طرح آپ مندرج بالا آداب مریدین کہ :

1. یہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا۔
2. ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔
3. مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجالائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتدا نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال و مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کا کرنا زہر قاتل ہے۔
4. جو وِرد و ظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔
5. مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔
6. حتی الامکان ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔
7. اس کے مصلے پر پیر نہ رکھے۔
8. اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔
9. مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لائے۔
10. اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیئے اور نہ وضو کرے، ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔
11. اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے، بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔
12. جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔
13. اور اس طرف تھوکے بھی نہیں۔

14. جو کچھ مرشد کہے اور کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

15. اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

16. اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہوتا تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا۔

17. خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو اسے بھی عرض کردے۔

18. بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

19. مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور بآواز اس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

20. اور مرشد کے کلام کو دوسرے سے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے تو اسے بیان نہ کرے۔

21. اور مرشد کے کلام کو رَد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

22. اور کسی دوسرے کا سلام و پیام شیخ سے نہ کہے۔

23. جو کچھ اس کا حال ہو برا یا بھلا اسے مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب قلبی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

24. اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

25. جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ تمام حقوق صحیح ہیں، ان میں بعض قرآن عظیم اور بعض احادیث شریفہ اور بعض کلمات علماء اور بعض ارشادات اولیاء سے ثابت ہیں اور اس پر خود واضح ہیں جو معنی بیعت سمجھا ہوا ہے، اکابر نے اس سے بھی زیادہ آداب لکھے ہیں، اتنوں پر عمل نہ کریں گے مگر بڑی توفیق والے۔[1]

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

یہ نبیِ (مکرّم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں

(الأحزاب، 33: 6)

[1] فتاوی رضویہ، جلد 26، مسئلہ 298

حرف آخر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ [1]

ترجمہ: اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔ انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے

الحمد للہ اس کتاب کا آخر بھی اسی آیت کریمہ سے شروع کیا گیا اب حرف آخر بھی اسی پر کرتا ہوں۔

دوسری جگہ پر اللہ کریم کا ارشاد پاک ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا [2]

ترجمہ: اے ایمان والو ایمان لاؤ۔

مفسرین کرام اس سے مراد حقیقت ایمان لیتے ہیں۔ ایسی حقیقت ایمان جو طبیعت کو شریعت محمدی میں ڈھال کر رکھ دے۔

اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے

اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰهُ وَ جَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِهٖ فِی النَّاسِ [3]

ترجمہ: اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے۔

[1] البقرۃ 2:257

[2] النساء 4:136

[3] الانعام 6:122

یعنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندے کی کیفیت کے بارے میں فرمایا کہ اور وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے (اسے بانٹتا بھی ہے)

بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا شان نزول یہ ہے کہ ابو جہل نے ایک روز سید عالم ﷺ پر کوئی چیز پھینکی۔ اس روز حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شکار پر گئے تھے جب آپ شکار سے واپس آئے تو نہیں اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ آپ نہایت طیش میں آئے اور ابو جہل پر چڑھ گئے اور کمان سے اسے مارنے لگے۔ ابو جہل عاجزی اور خوشامد کرنے لگا، کہنے لگا! اے ابو یعلیٰ (حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد ﷺ کیسا دین لائے ہیں انہیوں نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی، ہمیں بد عقل بتایا اس پر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سے بڑا بد عقل کون ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت اور غیرت نے ان کے دل کو روشن کر دیا نور سے بھر دیا اس سے پہلے ان کی زندگی بمثل مردہ تھی یعنی قلبی طور پر مردہ تھی اب "حیات قلبی" میسر آئی جس سے شاہ رگ کے قریب رب واضح ہو گیا، اللہ کا احسان ہوا اور "أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ[1]" والی کیفیت میسر آئی۔

اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والے یعنی نسبت میں آنے والے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفت اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمائی ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كِتَابُ السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْإِيمَانِ، حديث :63

لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اَحۡسَنُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ [1]

ترجمہ: جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

نسبتِ رسول ﷺ نے ان اصحاب کی زندگیوں میں تقویٰ اور طہارت اس طرح ڈال کر رکھ دی تھی کہ ان کی طبیعت اور مزاج ہی شریعت مطہرہ، احکامات خدا میں ڈھل گئے تھے، قلبی حیات میسر آ گئی تھی۔ اسی نسبت کی برکت سے، حضور ﷺ کی نگاہ نور کی توجہ سے وہ تقویٰ والے، ڈر والے بنتے گئے۔ انہیں قلبی حیات میسر آنے کی وجہ سے ''درجہ احسان'' والی عبادات نصیب ہوتی گئیں۔ گویا کہ انہیں ایک نئی حیات ملی جس سے ان کے قلوب نور سے روشن ہوئے اور ان کی عبادات " أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ " کے مصداق ہوئیں۔ ایسی روشن قلبی اور حیاتِ قلبی عطا ہوئی کہ نہ صرف ان کی زندگیاں نور سے مزین ہو کر شریعتِ مطہرہ کے مطابق ڈھل گئیں بلکہ وہ نسبتِ رسول ﷺ کی برکت سے نور اور حیاتِ قلبی بانٹنے والے بھی بن گئے۔

اس حیات قلبی کی بدولت ان اعمال کو بھی زندگی نصیب ہوئی اور وہ تاثیر والے ہو گئے۔ نماز کی تاثیر ہے کہ وہ فحش اور منکر سے روکتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ [2] (ترجمہ: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے)۔ اسی طرح روزے کی تاثیر اور ثمر حصول تقویٰ ہے۔ فرمان ہوتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ

[1] المائدہ 5:93

[2] العنکبوت 29:45

تَتَّقُوْنَ[1] (ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے)۔

رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے ان کی نمازیں، روزے اور دیگر عبادات صرف رسمیات نہ رہی تھیں بلکہ ان میں حیات تھی، زندگی تھی، تاثیر تھی جس نے ان کی زندگیوں کو اپنی مرضی سے نکال کر شریعت مطہرہ پر کاربند رکھا۔

آپ ﷺ کی نسبت صرف ظاہری ایمان ہی نہیں بلکہ حقیقی ایمان نصیب کرتی تھی، جو تقویٰ اور طہارت کی اساس ہوتا تھا۔ جسے اللہ عزوجل یوں فرماتا ہے۔

> مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ[2]
>
> ترجمہ: جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اُسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور انہیں ضرور ان کا اجر (بھی) عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔

یعنی کہ ہو مسلمان، ایمان والا، تو ضرور اسے اچھی زندگی طیب اور پاک زندگی عطا ہو گی، مراد یہ کہ زندہ فرد کو نئی زندگی، دل کی حیات والی زندگی، دل کے نور سے روشن زندگی عطا ہو گی، جو اسے اللہ کی بندگی والا ہی رکھے گی۔

---

[1] البقرۃ2: 183

[2] النحل14: 97

اسی کو علامہ اقبال نے یوں کہا!

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

شیخ امام بخش ناسخ بھی اسی بات کو بیان کرتے ہیں!

زندگی زندہ دلی کا نام ہے مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے اپنے کلام میں اپنی رضا کی سند درج ذیل الفاظ میں متعدد مرتبہ عطا کی، رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ[1] (ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)۔ ان اصحابِ رسول کے قلوب نسبتِ رسول ﷺ کی برکت سے نہ صرف نور سے روشن تھے بلکہ نور بانٹنے والے بن گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں، اب آپ کے خلفاء ہوں گے جو یہ قلبی حیات بانٹنے والے ہوں گے۔ چودہ سو سال کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ زندہ انسانوں کے اندر اصل زندگی، یعنی حیاتِ قلبی، رسول اللہ ﷺ کے نور کی خیرات ہی ہے جو کہ آپ ﷺ کے ان غلاموں، اولیاء عظام، مرشدین کرام کی نسبتوں سے قلوب کو حیات جاوداں عطا کرتے ہوئے ایمان کی حقیقت سے مزین کرتی ہے۔

مرشد کامل کے لیے یہی معیار اللہ نے اپنے پاک کلام میں بھی ارشاد فرمایا ہے،

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا۔[2]

ترجمہ: نہ اطاعت کرو اس کی، جس کا دل میری یاد سے غافل ہے۔

[1] المائدہ 5:119

[2] الکہف 18:28

کسی نے کیا خوب کہا ہے،

طیبہ سے منگائی جاتی ہے　　　سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں　　　نظروں سے پلائی جاتی ہے

یہاں ایک بات واضح ہوتی ہے کہ قلبی حیات کے بغیر جس طرح انسان زندہ ہو کر بھی اپنے اعمال میں بمثل مردہ ہے، اس کے مفہومِ مخالف کے مطابق حیات قلب کے ساتھ دنیاوی زندگی کی موت بھی اس سے اس کی حیات کو دور نہیں کرتی۔ دوسرے لفظوں میں کچھ لوگ زندہ ہو کر بھی مردوں کی طرح ہیں اور کچھ مر کر بھی زندوں کی طرح ہیں۔

جسمانی حیات کا تعلق دنیاوی ہے، اس کی موت دنیاوی رشتوں سے دور کر دیتی ہے، جبکہ قلبی حیات کا تعلق اللہ عزوجل (حیی قیوم ذات) کے ساتھ ہے، اس کی موت بندے کو حیی قیوم ذات سے دور کرتی ہے، اور اس حیات کے ساتھ یہ مر کے بھی نہیں مرتا۔

کون کہتا ہے کہ ولی مر گئے　　　وہ تو قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے

یعنی پتہ چلا! اصل زندگی فقط جسمانی حیات نہیں بلکہ قلبی حیات ہے۔ جسمانی حیات کی موت دنیا سے انسان کو دور کرتی ہے تو قلب کی حیات کی موت اللہ عزوجل اور ایمان سے دور کرتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ، "زندگی بے بندگی شرمندگی"، اور بندگی کے حصول کا ذریعہ "مرشد کامل" ہی ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں اس نور سے حیات جاودانی کے جام پلاتا رہے میرے مرشدین کا سایہ سلامت رکھے اور ہمیں کماحقہ ان سے ادب اور استقامت کے ساتھ مستفید رکھے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

اظہار تشکر

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : مَنْ لَم یَشْکُرِ النَّاسَ لَم یَشْکُرِ اللهَ[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا (بھی) شکر ادا نہیں کرتا۔

میں اس کام میں اپنے تمام معاونین کا بے حد شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق صلۂ عظیم، حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی قربتیں، رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔

باالخصوص اپنے جامعہ کے مفتی پروفیسر ڈاکٹر محمد معظم فراز محمدی سیفی، مفتی محمد بلال محمدی سیفی

اور ہمارے جامعہ کی ڈنمارک برانچ کے مہتمم مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی

اور ہمارے جامعہ کے سید طارف حسین شاہ محمدی سیفی، مولانا محمد ناظم محمدی سیفی، مفتی محمد احسان الحق محمدی سیفی، مفتی توقیر الحسن شاہ مشہدی، مفتی و حافظ محمد رضا فراز محمدی سیفی، علامہ محمد قاسم محمدی سیفی علامہ محمد عمران اقبال محمدی سیفی اور دیگر احباب،

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر اور دین پر استقامت عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ

(آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ)

[1] سنن الترمذی، أبواب البر والصلة باب ما جاء فی الشکر لمن أحسن إلیك، رقم: 1955

منظوم شجرۂ مُبارکہ سلاسلِ اربع

بشکریہ: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی مدظلہ العالی

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ محمدیہ

یاالٰہی اپنی ذاتِ بہتریں کے واسطے
رحم فرما رحمۃٌ للعالمین ﷺ کے واسطے

صدق باطن کر عطا صدیقِ اکبر کے طفیل
دے یقیں سلمان کے ذوقِ یقیں کے واسطے

یاالٰہی ساتھ ہو محشر میں قاسم کا نصیب
شاہِ جعفر رہنمائے متقیں کے واسطے

بایزید و بُوالحسن کی راہ پر ہم سب چلیں
شیخ کامل بُو علی روشن جبیں کے واسطے

نورِ قلبِ خواجہ یوسف سے کر حصہ عطا
عبد خالق غجدوانی دِلنشیں کے واسطے

چشمۂ فیضانِ عارف سے ہوں ہم بھی مستفید
خواجۂ محمود فخر العارفیں کے واسطے

حضرتِ خواجہ عزیزاں کا تصدق اے عزیز!
مرہمِ الطاف دے قلبِ حزیں کے واسطے

یاالٰہی علم و عرفاں کی ملے دولت ہمیں
باباسماسی امام العاشقیں کے واسطے

کھول دے بابِ عنایت صدقۂ میر کلال
دے مکاں جنّت میں اس جنّت مکیں کے واسطے

ہاتھ میں ہر دم رہے دامانِ شاہِ نقشبند
خواجہ عطار صدر الصادقیں کے واسطے

دے ہمیں بھی حضرتِ یعقوب چرخی سا کمال
خواجۂ احرار امام الواصلیں کے واسطے

یاالٰہی از پئے زاہد حصاری زہد دے
خواجۂ درویش دُرِّ مرمریں کے واسطے

حضرتِ امکنگئ بے مثل جیسا بسط دے
باقی باللہ تاجدارِ سالکیں کے واسطے

یاالٰہی دے مجدد الف ثانی سا خلوص
خواجۂ معصوم قیّوم امیں کے واسطے

اپنی رنگت دے ہمیں بھی صبغۃ اللہ کے طفیل
خواجہ اسماعیل امامُ العارفیں کے واسطے

ساتھ ہو ہر دم مرے معصُوم ثانی کی دعا
حضرت شاہ محمد نور دیں کے واسطے

رُوح میں ہر دم رہے حاجی میاں جی کی ضیاء
پیر شمس الحق رفیق الطالبیں کے واسطے

عیب پوشی کر الٰہی از پئے شاہِ رسول — پیر ہاشم کی نگاہِ دور بیں کے واسطے
پیرویٔ شیخ میں شہزاد کو کامل بنا — سیفِ رحمٰن رہنمائے کاملیں کے واسطے
عیب پوشی کر الٰہی از پئے سیفِ رحمٰن — میاں محمد کی نگاہِ دور بیں کے واسطے

سلسلۂ عالیہ چشتیہ سیفیہ محمدیہ

یاالٰہی اپنی عظمت کے بیاں کے واسطے — کر مدد میری شہِ کون و مکان ﷺ کے واسطے
یاالٰہی علم و حکمت کے خزانے کر عطا — حیدرِ کرّار مولائے جہاں کے واسطے
کھول مجھ پر بابِ فیضِ نسبت خواجہ حَسن — عبدِ واحد واقف رازِ نہاں کے واسطے
یاالٰہی کر عطا ذوقِ فضیل ابن عیاض — شیخ ابراہیم رشکِ سروراں کے واسطے
ذِکر کی توفیق دے مثلِ حذیفہ مرعشی — شہ ہبیرہ دلربائے عاشقاں کے واسطے
یاالٰہی بخش تقویٰ حضرت ممشاد سا — شیخ ابُواسحاق شیخِ کاملاں کے واسطے
یاالٰہی شیخ ابُواحمد سا دے عجز و نیاز — بو محمد پیشوائے عارفاں کے واسطے
یاالٰہی کر عطا مُجھ کو ابُویُوسف سا دل — خواجۂ مودُود میرِ کارواں کے واسطے
حشر میں مجھ کو عطا ہو قربت حاجی شریف — خواجۂ عثمان پیرِ چشتیاں کے واسطے
سیّد اجمیر کا صدقہ اعانت کر میری — سن گزارش قطبِ دیں قطبِ زماں کے واسطے
یاالٰہی کر مجھے بھی مظہرِ گنج شکر — صابرِ مخدوم فخرِ صابراں کے واسطے
یاالٰہی دے مجھے بھی سوز قلب شمس دیں — شہ جلال الدّیں سکون قلب و جاں کے واسطے
صادق آئے عبد حق ابدال کی مجھ پر مثال — شیخ عارف صدر بزم صادقاں کے واسطے
بخش دے مجھ کو بھی جذب حضرت عبد القدوس — شیخ رُکن الدّین خضرِ سالکاں کے واسطے
منتخب کر مجھ کو مثلِ حضرت عبد الاحد — شیخ احمد قطب و قیوم زماں کے واسطے
یاالٰہی بخش مُجھ کو شیخ آدم سا کمال — یاالٰہی بخش مُجھ کو شیخ آدم سا کمال

حضرت مامون کا صدقہ عطا کر دے اماں — گنجِ نعمت شہ نعیم بے کساں کے واسطے
یاالٰہی کر عطا سیّد محمد سا وقار — حافظ صدیق مردِ حق نشاں کے واسطے
بخش مولا حضرت حافظ محمد سا کمال — رہنمائے دیں شعیب طالباں کے واسطے
سوز مجھ کو حضرت آخند صاحب سا نواز — نجمِ دین توقیر نور کہکشاں کے واسطے
یاالٰہی دے حمید اللہ تگابی سا شعور — شیخِ کامل شہ رسُول طالقاں کے واسطے
کوئی ٹکڑا مجھ کو خوانِ حضرت ہاشم کا دے — سیف رحماں ہادی عصر رواں کے واسطے
کر عطا شہزاد کو بھی خلعت فقر و غنا — مرشد اکمل دلیل رہبراں کے واسطے
حشر میں مجھ کو عطا ہو قربت ارچی مبارک — غوثِ جہاں حضرت میاں محمد کے واسطے

سلسلۂ عالیہ قادریہ سیفیہ محمدیہ

حمد بے حد خالق عرش بریں کے واسطے — ہدیہ تسلیم فخر مرسلیں کے واسطے
یاالٰہی ہو عطا فیض علی المرتضٰے — نام جن کا ہے وظیفہ عارفیں کے واسطے
یاالٰہی بخش ہم کو نِعمت علم و عمل — حضرت خواجہ حسن کنز الیقیں کے واسطے
یاالٰہی بخش ہم کو قربت شیخ حبیب — حضرت داؤد امام الکاملیں کے واسطے
حضرت معروف کرخی سا ہمیں عرفاں دے — شیخ سری رہنمائے متقیں کے واسطے
یاالٰہی دے ہمیں بھی بادۂ جام جنید — شیخ شبلی پیشوائے عاشقیں کے واسطے
یاالٰہی بخش فیض نسبت عبد العزیز — عبد الواحد واقف اسرار دیں کے واسطے
یاالٰہی شیخ طرطوسی کا پیرو رکھ ہمیں — بوالحسن شیخ علی قطب امیں کے واسطے
دے تقرّب از طفیل شیخ کامل بوسعید — عبد قادر یعنی غوث العلمیں کے واسطے
استقامت دے الٰہی شاہ دولہ کے طفیل — دِل کو چمکا شہ منوّر دوربیں کے واسطے
کر مجھے مولا مثالِ شاہ عالم دہلوی — شیخ احمد خضر راہ سالکیں کے واسطے

یاالٰہی بخش ذوق شہِ جنید قادری
حافظ صدیق شیخ العالمیں کے واسطے

از پئے حافظ محمد کر مسائل حل مرے
پیر کامل شہ شعیب مہ جبیں کے واسطے

نفس کو کردے مزکیّٰ از پئے عبد الغفور
کر مصفّا قلب شیخِ نجمِ دیں کے واسطے

دے حمید اللہ تگابی سا ہمیں ذوقِ طلب
شہ رسولِ طالقانی دِلنشیں کے واسطے

یاالٰہی پیر ہاشم کی عطا کی پیروی
سیفِ رحماں رہنمائے واصلیں کے واسطے

اے خدا شہزاد کا دونوں جہاں میں رکھ بھرم
مرشد بے مثل امیرِ راسخیں کے واسطے

یاالٰہی ارچی مبارک کی عطا کر پیروی
میاں محمد طبیب روحاں کے واسطے

سِلسلۂ عالیہ سُہروردیّہ سیفیہ محمدیہ

یاالٰہی اپنی توصیف وثنا کے واسطے
کر عطا توفیق نعتِ مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے

یاالٰہی کھول عقدے مجھ پہ میری ذات کے
بابِ شہرِ علم، علی المُرتضٰی کے واسطے

یاالٰہی ! رہرو راہ حسن بصری بنا
پیکرِ تقویٰ حبیب باصفا کے واسطے

یاالٰہی ! پیرو داؤد طائی کر مجھے
حضرتِ معروف کرخی بے ریا کے واسطے

یاالٰہی سرّی سقطی سا تقرب کر عطا
شیخ عالم، شہ جنید باخدا کے واسطے

یاالٰہی حضرت ممشاد سا فقر عطا
شہ ابُوالعباس احمد پارسا کے واسطے

یاالٰہی کر عطا شیخ محمد سی تڑپ
شیخ قطبُ الدّیں عمر شمعِ ہدیٰ کے واسطے

یاالٰہی بخش دِل کو ذوقِ شیخ بُو نجیب
شہ شہاب الدیں شیخ الاصفیا کے واسطے

یاالٰہی دے بہاءالدین سا حُسن عمل
شیخ رُکن الدّین فخر الاولیاء کے واسطے

یاالٰہی دے جلالُ الدین سا مجھ کو جلال
شیخ اجمل شاہ کامل رہنما کے واسطے

یاالٰہی سید بڈھن سی دے طبع نفیس
شیخ درویش محمد حق نما کے واسطے

یاالٰہی بخش کیف حضرت عبدُالقدوس
شیخ رکن الدین پیر باوفا کے واسطے

یاالٰہی حضرت عبد الاحد سا فہم دے
حاجی عبد اللہ بہادر پیشوا کے واسطے

یاالٰہی کر عطا آدم بنوری کے فیوض
شہ نعیم کاموی مشکل کشا کے واسطے

یاالٰہی حضرت مامون جیسا امن دے
حافظ صدیق امام الاتقیاء کے واسطے

یاالٰہی بخش حضرت شہِ محمد سا سرور
شہ شعیب تور دھیری باسخا کے واسطے

حضرت حافظ محمد سا الٰہی دے حضور
شیخ نجم الدیں مقبول الدّعا کے واسطے

یاالٰہی خلوت عبد الغفور آخند دے
شہ رسول طالقانی بارضا کے واسطے

یاالٰہی دے حمید اللہ تگابی سا مقام
سیف رحمٰن پیکر جود و عطا کے واسطے

یاالٰہی حضرت ہاشم سا استغناء نواز
اپنے پیاروں اور اپنے اقرباء کے واسطے

یاالٰہی قرب کر شہزاد کو اپنا عطا
طبیب روحاں میاں محمد باسخا کے واسطے

حضرت ارچی مبارک سا الٰہی دے حضور

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

کے زیر اہتمام مطبوعات

سلسلہ اربعینات

01 دن کا معمول بمطابق فرمان رسول ﷺ۔

02 الأربعین فی التوبه والاستغفار۔ اسلوب توبہ واستغفار۔ چالیس احادیث۔

03 الأربعین فی ختم النبوة بمحمد ﷺ۔ ختم نبوت ﷺ۔ چالیس احادیث۔

04 الأربعین فی صفة صلاة النبی ﷺ۔ نمازِ رسول ﷺ۔ چالیس احادیث۔

05 الاربعین فی اسلوبِ الادبِ لِلوالدین۔ والدین کے ساتھ طرزِ ادب۔ چالیس احادیث۔

06 الأربعین فی معرفة النفس وتزکیتها۔ نفس کی پہچان اور تزکیہ۔ چالیس احادیث۔

07 الأربعین فی احکام الصلوة۔ نماز کی فرضیت واہمیت۔ چالیس احادیث۔

08 الأربعین فی الصوم۔ روزہ کے احکام اور مسائل۔ چالیس احادیث۔

09 الأربعین فی الإعتکاف۔ اعتکاف۔ چالیس احادیث۔

10 الأربعین فی احکام الصلوة بالجماعة۔ نماز باجماعت کے فضائل واحکام۔ چالیس احادیث۔

11 الأربعین فی الوجد والحال۔ کیفیاتِ وجد وحال۔ چالیس احادیث۔

12 الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعة۔
چالیس احادیث: مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ

13 الأربعین فی آفات اللسان وعلاجها۔ چالیس احادیث۔ زبان کی آفات اور اس کا علاج۔

14 الاربعین فی الأحکام اللباس والحجاب۔ لباس اور پردے کے احکامات۔ چالیس احادیث۔

15 الأربعین فی فضل الذکر والتقرب إلی اللہ تعالی۔ ذکر الٰہی اور تقرب الی اللہ۔ چالیس احادیث۔

16 الأربعین فی الأعمال السیئة وعلاجها (جزواول و ثانی)۔ چالیس احادیث: برے اعمال اور ان کا علاج

17 الأربعین فی امراض الباطنة وعلاجها۔ چالیس احادیث۔ امراضِ باطنہ اور ان کا علاج

18 الأربعین فی أمراض الطبیعة والوقایة منها ۔ چالیس احادیث۔ طبیعت کے امراض اور ان سے بچاؤ

19 الأربعین فی وجوبِ حب النبی ﷺ ومقتضاه ۔ چالیس احادیث۔ محبتِ رسول ﷺ کا وجوب اور اس کے تقاضے

20 Al-Arbaeen on the Finality of Prophethood upon Muhammad ﷺ

21 Daily Routine in the light of Blessed Persona of Prophet Muhammad ﷺ

دیگر مطبوعات

22 ماہنامہ السیف الصارم

23 محبت رسول ﷺ اور اس کے تقاضے

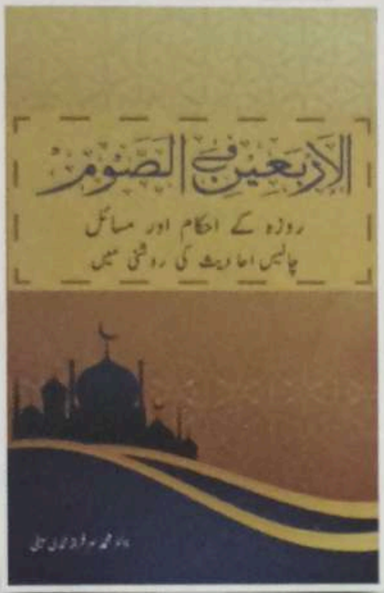
24 اتباع رسول ﷺ اطاعت الٰہی کا ذریعہ ہے

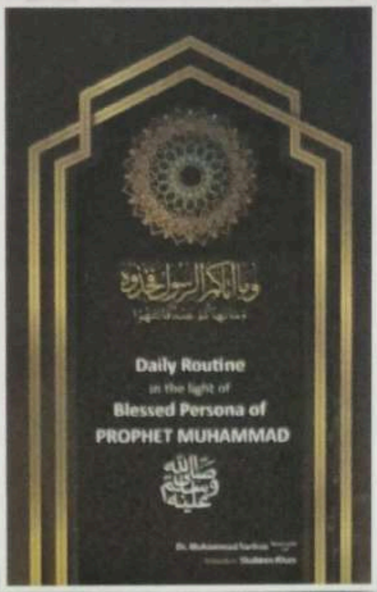
25 سکونِ قلب وقرب الٰہی کا حقیقی ذریعہ مرشدِ کامل

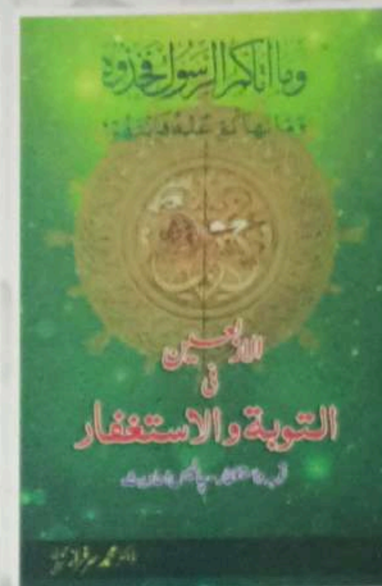
26 بنیادی شرعی مسائل

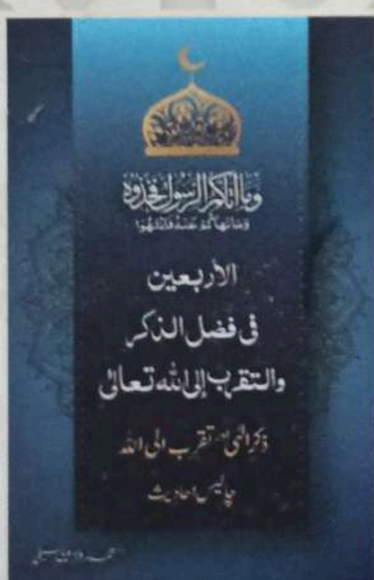
27 دن کا معمول بمطابق فرمان رسول ﷺ (مختصر)

ادارہ ہٰذا کی دیگر تصانیف

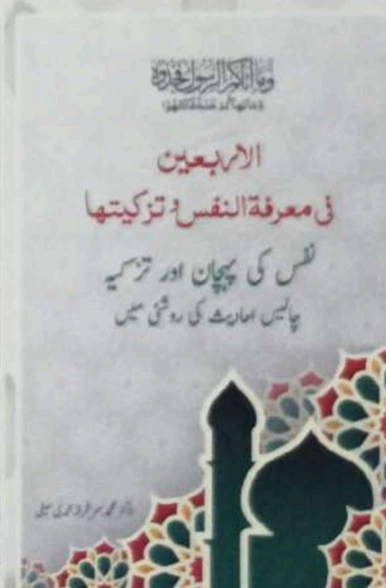












ادارہ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔ اسلام آباد